شمشیر وسناں اول
سیرۃ المزمل ﷺ
جلد گیارہ
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد افتخار

رہائش: ڈنگہ ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

فون: 03006281898

میل ایڈریس: ift1167@gmail.com

نام کتاب: سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر: جلد گیارہ (شمشیر وسناں اول)

سنہ تحریر: جنوری 2012ء

کمپوزر: افتخار احمد افتخار

اہتمام: kitabosunnat.com

مطالعہ: https://kitabosunnat.com (محدث لائبریری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عکس دانش

رات کی تیرگی سے ابھرنے والا ھر سورج انسان کو اُس کی غفلت کی طرف متوجه کرتا ھے۔ سورج کی کرنیں انسان کے احساس کو براہ راست تیرگی کی اُس راہ سے دور رھنے کی طرف متنبه کرتی ھیں مگر انسان اپنی غفلت په بضد ھے یھی وجه ھے ھر دور میں انسانوں کی ایك کثیر تعداد خالق کے وجود سے عاری زندگی بسر کرتی چلی آ ئی ھے ،اگرچه تاریخ کے ھر دور میں مختلف عوامل انسان کی گمراھی کا سبب بنتے رھے ھیں ، کبھی انسان نے سورج کی پوجا کی اور اپنے رب سے منه موڑ لیا تو کبھی انسان نے چاند ستاروں ھواؤں کی پوجا کی اور خالق کے غلط تصور سے اپنی منزل کھوٹی کی اور کبھی انسان نے آگ کی پوجا کی اور خالق سے منه موڑا اور بت پرست تو آج بھی الله کی زمین په سینه تانے اپنی ضد اور نادانی سے پستیوں کی اُن راھوں کے مسافر ھیں جس کے دوسرے سرے په فلاح کی کوئی منزل

نہیں اور کبھی انسانوں نے اپنے آباء کے دین کو ھی حرف آخر جانا اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا انکار کیا اور کبھی انسان نے عقل کی پرستش کی اور عقل نے انھیں دھوکہ دیا کہ یہ دنیا اتفاق سے وجود میں آگئی ھے اور ایک دن ختم ھوجائے گی اس لیے انسان کو زندگی میں ھر دم عیش و عشرت میں محو رھنا چاھیے اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت خوشی اور راحت کے حصول میں صرف کرنا چاھیے ، آج کی دنیا میں اسی قسم کے انسانوں کی اکثریت ھے جو زندگی کے ھر لمحے سے خوشی کشید کرنا چاھتے ھیں اور اس کے لیے کسی بھی احمقانہ ھرکت سے گریز نہیں کرتے ۔ مغرب ایک ایسے نظریے کے تحت زندگی بسر کر رھا ھے جس میں مادی برتری کو اولیت حاصل ھے اگرچہ اُن کو دعویٰ ھے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ منسلک ھیں اور ایک الھامی دین کے پیرو ھیں مگر اپنے دین سے اُن کا تعلق بس اتنا ھی ھے کہ اُن کو معلوم ھے کہ وہ عیسائی ھیں اس کے علاوہ اُن کی زندگی میں مذھب کا کوئی عمل دخل نہیں اھل مغرب کی ایک کثیر تعداد مادی برتری کے حصول کی اُس دوڑ میں شامل ھے جس کی نہ کوئی منزل ھے اور نہ ھی دولت حاصل کرنے کی کوئی آخری حد ۔ چنانچہ اُن کے اس تصور زندگی نے اُن سے زندگی کے ھمہ پھلو حسن کو چھین لیا اور وہ زندگی کی راحتوں سے عاری ھوگئے اُن کے لبوں پہ اگرچہ مسکراھٹ

ھے اور اُن کے لباس بے شکن ھیں مگر اب تو خود مغرب کا دانشور اپنی زبان سے کھہ رھا ھے کہ اُن کی مسکراھٹیں جعلی ھیں اور اُن کے سینے کسی انجانے بوجح سے بھاری ھیں مگر پورے معاشرے میں کوئی انھیں بتانے والا نھیں کہ یہ بوجھ جس کا ادراك اِن کو حاصل ھے وہ اِن کی تشنہ آرزؤں کا نتیجہ نھیں ھے بلکہ یہ تو خالق سے دوری کا وہ آزار ھے جس کا لازمی تنیجہ اس دنیا کی بے اطمینانی اور آخرت میں ناکامی ھے ۔ اُن میں سے جو لوك مادی برتری کی کسی منزل کو حاصل کر چکے ھیں وہ بھی اپنی قوم کو اس بات سے آگاہ کرنے سے گریزاں ھیں کہ ایك حد سے بڑھی ھوئی دولت خود انسان کے لیے باعث آزار ھو جاتی ھے ، دنیا کے اطراف میں نظر ڈالیں تو تقریباً ھر قوم مادی برتری کے حصول میں کوشاں نظر آتی ھے اور انسان کی اسی خواھش نے آج زمین کا سینہ انسانی خون سے سرخ کر رکھا ھے مگر انسانوں کے اس گمراہ انبوہ کو کون بتائے کہ حقیقت کیا ھے زندگی کا اصل راز کون سا ھے کہ جن کے پاس یہ راز ایك امانت کی صورت موجود ھے انھوں نے بھی اسے سنھرے اور ریشمی خلاف میں مقید کر کے اونچی جگہ پہ رکھ دیا ھے تاکہ وہ اِن کے بچوں کی دسترس سے محفوظ رھے اللہ ھم پہ اپنا رھم فرمائے ،،،آمین

حقیر ۔۔۔ افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عکس دانش	5
حسن ترتیب	8
مقدمہ یوم الفرقان	17
ابوسفیان کا قافلہ	26
عاتکہ کا خواب	27
قریش کی تیاریاں	32
قافلہ بچ نکلا	37
قریش آ پہنچے	41

مسلمانوں کی مشاورت	45
یوم بدر	57
گھمسان کا رن پڑا	69
حضرت ابوقتادہ کی آنکھ	75
ملائکہ اترتے ہیں	78
ابوجہل قتل ہوا	86
کنویں والے	95
اہل مدینہ کو خوشخبری	102
شہر مکہ میں کہرام	104
قریش، شکست کے بعد	109

مال غنیمت کی تقسیم	112
نضر بن حرث کا قتل	117
عقبہ بن ابی معیط کا قتل	121
لشکر اسلام کی مدینہ آمد	126
تذکرہ اسیرانِ بدر	129
تذکرہ شہدائے بدر	155
شرکائے بدر	159
اصحابِ بدر، مہاجرین مکہ سے	162
اصحابِ بدر، انصار مدینہ بنو اوس	164
اصحابِ بدر، انصار مدینہ بنو خزرج	166

میدانِ بدر، مقتولین قریش	169
غزوہ بدر اور شعرائے عرب	173
غزوۃ الکدر	206
غزوہ بنی قینقاع	209
غزوہ سویق	216
2 ہجری ۔ دیگر واقعات	222
رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال	224
حضرت خنیس بن خذافہ کا انتقال	226
معطم بن عدی کی وفات	227
ابولہب، دیدہ عبرت	229

231	امیہ ابی صلت کا انتقال
235	2 ہجری میں پیدا ہوئے
237	حضرت علی کی شادی
245	2 ہجری میں اسلام لائے
252	2 ہجری، احکام وقوانین
254	تحویل قبلہ
257	روزہ
259	صدقہ فطر
260	فدیہ کی وصولی
261	نماز میں کلام کی ممانعت

قصاص ودیت کا قانون	263
پردہ	266
۳ ہجری بمطابق... جولائی 624ء	269
سریہ سالم بن عمیر	270
غزوہ ذی امر	277
کعب بن اشرف کا قتل	282
غزوہ الفرع	292
سریہ زید ابن حارثہؓ	295
غزوہ اُحد	300
لشکر قریش کی روانگی	308

مسلمانوں کی مشاورت	309
اُحد پہاڑ کی طرف روانگی	313
دن کا پہلا پہر	319
شیر خدا حمزہؓ اور وحشی ابن حرب	337
غسیل ملائکہ، حضرت حنظلہؓ	348
دن کا دوسرا پہر	351
وہ جو بعد میں پہنچے	367
دن کا تیسرا پہر	375
مدینہ کو واپسی	382
غزوہ حمرہ الاسد	389

406	تذکرہ شہدائے اُحد
413	غزوہ اُحد کے نتائج
419	غزوہ اُحد اور شعرائے عرب
455	اشاریہ
474	ماخذ و مصادر و مراجع
514	اختتام

۱۲ تا ۱۷ رمضان... ۲ ہجری....8 سے 13 مارچ 624ء

مقدمہ یوم الفرقان

وہ میدان بدر تھا جس میں مٹھی بھر لوگ بے سروسامانی کے عالم میں دین حق کی حفاظت کے لیے اپنی صفیں سیدھی کر رہے تھے۔ جبکہ اُن کے مقابل کفارِ قریش کے ساتھ ایک لشکر جرار تھا اور اُن کے ہتھیار نگاہوں کو خیرہ کرتے تھے۔ اُس دن فیصلہ ہونا تھا کہ اب عرب میں اللہ واحدہ' لاشریک کی عبادت کی جائے گی یا پتھر اور لکڑی کے خداؤں کی پوجا جاری رہے گی۔ دور تک مہیب خاموشی کی اِک رِدا تھی جیسے کسی طوفان سے پہلے کی خاموشی ہوتی ہے۔ شجر و حجر دم سادھے کھڑے تھے کہ کائنات کے سب سے اہم معرکے کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ ملائکہ اپنے ہتھیاروں کو سجا رہے تھے۔ اپنے سروں پہ زرد عمامے باندھ رہے تھے اور اِذن کے منتظر تھے۔ مگر شاید خالق ابھی اہل بدر کے یقین کو پرکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے ملائکہ اگرچہ تیار تھے اور افلاک کے دریچوں سے میدان بدر کو جھانکتے تھے مگر اُن کو ابھی نیچے اترنے کی اجازت عطا نہ کی گئی تھی۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا مگر اُس کی نگاہیں بھی میدان بدر پہ تھیں اور سورج ہی کیا کائنات کی کل مخلوقات مضطرب تھیں اور اُن کا

بس نہ چلتا تھا کہ کائنات میں گنتی کے اُن چند شاہ بختوں کی مدد کو پہنچیں جو عالم کفر پہ حق بات کو غالب کرنے نکلے تھے۔گُل تھے کہ اُن کی کلیاں اس اضطراب پہ چٹک جانے کو تھیں کہ اللہ کے نام لیوا یہ چند لوگ حق کو غالب کر سکیں گے یا کہ نہیں، آسمان پہ اڑتے پرندوں نے آسمان کو خالی کر دیا تھا تا کہ ملائکہ جلد از جلد میدان بدر میں پہنچیں اور اُس کا نتیجہ جلد اُن کے سامنے آ جائے۔جبل و دشت حیران تھے اور مسلمانوں کی استقامت پہ مسرور بھی، تاہم اُن کو بھی سرِ افلاک ہوتے فیصلوں کو جاننے کی بہت جلدی تھی۔بادل تو گزشتہ شب اپنے حصے کا حق ادا کر چکے تھے جس کے نتیجے میں کفار کے مستقر میں کیچڑ اور مسلمانوں کے ہاں ریت کسی ہموار فرش کی طرح استوار ہو گئی تھی۔صحرائے عرب میں دور دور تک اِک غلغلہ بپا تھا جس کی آہٹ سے بگولے سہم سہم جاتے تھے، ریت کے ٹیلے اتنے مضطرب تھے کہ سانس لیتے محسوس ہوتے تھے۔صحرا کی تند و تیز سرخ آندھی کو کسی قسم کی مداخلت کی اجازت نہ تھی اور وہ بے بسی سے ایک ہی جگہ بل کھاتی تھی۔بہاریں اپنا دامن سمیٹے اُس مقام کو بڑھیں جہاں گرمی اور حبس کی وجہ سے مجاہدین کو یک گونہ پریشانی تھی مگر اسے بھی روک دیا گیا، بادِ صبا کی بے بسی الگ سے تھی کہ خالق کی اجازت کے بغیر قدم اٹھانا اُس کے اختیار میں نہ تھا، سمندر مد و جذر میں تھا اُس کی لہروں میں شدید ابال تھا اور اس کے دل میں اِک خیال تھا کہ کفارِ قریش کو اپنا نوالہ بنا لے مگر خالق کی منشا کچھ اور تھی۔

مخلوقاتِ عالم دامن کشا تھیں اور روزِ ازل سے اِک یقین اُن کا اثاثہ تھا کہ حق کو آخر غالب آنا ہے اور باطل کو مٹ جانا ہے۔کہ باطل کے مٹ جانے میں ہی مخلوق کی نجات تھی اور اسی چاہ میں کل عالم کی نگاہیں آسمانوں کو دیکھتی تھیں کہ فیصلے تو آخر وہیں ہوتے ہیں۔مگر وہاں سے آنے والے سب فیصلے مخلوق کی سمجھ میں کب آتے ہیں اس لیے اِک اضطراب تھا جس نے گل و خار کو، عشقِ آزار کو مشکِ بہار کو، خاموشی کے اسرار کو، بے نوا صداؤں کی پکار کو، لبوں پہ لرزتے حرفِ تمنا کے آزار کو متاعِ گلستاں گل کی مہکار کو، دستور کہن کی تقرار کو، منزل منزل بھٹکتے اسرار کو، مسکراتے گل و خار کو جذبوں کی ندرت کے معیار کو، وفا کی طرح ڈھلتے سایہ دیوار کو، نفس کی چاہ میں مہکے حسن آشکار کو، ویرانوں میں

بکھرتی کوئل کی پکار کو،غربت کے مسلے حسنِ کے شاہکار کو، خانہ بدوشوں کی وحشت کے آزار کو، پس چشم لرزتے خیالِ حسن یار کو،خزاں کے سوز شوخیء بہار کو،سرابوں میں ڈوبے امید کے دیار کو،چشم نم سے بہتے قرار کو، روپہلی کرنوں کے حسن داماں کو، وجود ہستی میں بکھرے شہر لامکاں کو،خرد کی پہنائی جنوں کے ہرامکاں کو، دلوں میں دھڑکتے ہر گماں کو،لرزتے زمین وآسماں کو،کھوئی ہوئی منزلوں کے نشاں کو،طلبِ حقیر میں گرتے اشک گراں کو،سرابوں میں الجھے شہر بتاں کو،صدائے جرس سے مہکے کارواں کو،پس چشم لرزتے گوہر امکاں کو، بےخودی میں لرزاں شمشیر وسناں کو، بےمنزل مسافت کے احساسِ زیاں کو، میرے دل میرے خالی مکاں کو،کسی کی یاد میں سلگتی شام زمستاں کو، میری خامشی میرے حرفِ زباں کو،شب وسحر کی روانی کو،شام حزن کی پریشانی کو عالم بےکراں کی حیرانی کو، خیال کی بےمنزل ویرانی کو، سرِ مژگاں ٹھہرے اشکِ پشیمانی کو، بہار کی مستی خزاں کی ویرانی کو۔صحرا کی وسعتوں میں بھٹکتی تنہائی کو،حسن ناز کی جمال آرائی کو،حرف دُعا کی نارسائی کو،مشتِ خاک کی خودآرائی کو، ڈار سے بچھڑی کونج کی تنہائی کو،شاعر کے تخیل کی بزم کی آرائی کو، راہگذر پہ ایستادہ سنگ میل کی تنہائی کو، پس چشم بسی خیال آرائی کو، درِصحرا قافلوں کے ساربانوں کو،حرف حرف مٹتے افسانوں کو،شمع سے دور تڑپتے پروانوں کواحساس تنہائی کے ڈسے بےزار ویرانوں کو،منزل سے بھٹکے بےراہ روانسانوں کو،منزل شکر کی طرف اٹھتے قدموں کے نشانوں کو، دامنِ فکر کے آشیانوں کو، تہہ درتہہ گزرے زمانوں کو وجود خالق سے بےپرواہ نادانوں کو،حرفِ غلط کی طرح مٹتے خیابانوں کو، مہکی بہار میں مسرور گلستانوں کو،کسی آہٹ کی لذت سے لرزتے نخلستانوں کو، گہری سوچ میں مستغرق بیابانوں کو فناوبقا کے بیانوں کو، وعظ کے بےمعنی ترانوں کو،تاریخ کے مدفن سے جھانکتے خزانوں کو،سعادت جنوں سے مہکے پیانوں کو، حرفِ آگہی سے آشنا دیوانوں کو، بھری دوپہر میں جھلستے ویرانوں کو،شہر دل میں اترے مہمانوں کو،اشکِ رواں سے بھیگے شبستانوں کو،شکر کی منزل سے عاری بےایمانوں کو، جانوروں سے بدتر انسانوں کواپنی لپیٹ میں لے رکھا تھااورسرافلاک ہوتے فیصلوں میں یہ تھا کہ کفارِقریش کونہ صرف ہلاک کیا جائے گا بلکہ اُن کی ہلاکت کونشان عبرت اوروجہ ذلت بنا

دیا جائے گا۔

مسلمان مکہ سے اگرچہ نکل آئے تھے مگر کفارِ قریش کو چین نہ آیا تھا وہ اپنی وحشت کے اسیر تھے اپنی اَنا کے قیدی تھے، خواہش نفس کے بندے تھے اور اُن کی اس فطری کجی سے رسول اکرم ﷺ پوری طرح آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ کفارِ قریش اُس روز کے انتظار میں ہیں جب وہ مدینہ کی مختصر اور قدرے کمزور ریاست پہ حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

مدینے پہ حملے میں ایک سال کی تاخیر بھی محض اس لیے ہوئی تھی کہ بنو کنانہ کے ساتھ اُن کی برسوں سے جنگ چلی آ رہی تھی اور مدینے پہ حملہ کرنے کے لیے انھیں لامحالہ بنو کنانہ کے علاقوں سے گزرنا پڑتا تھا اس لیے اُن کے ذہن میں دو خدشات تھے ایک تو یہ کہ بنو کنانہ اُن کو اپنے رستوں سے گزرنے ہی نہیں دیں گے اور اُن کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گے دوسرے یہ کہ اگر وہ اِن کے علاقوں سے طاقت کے زور پہ گزر بھی آئے تو ممکن ہے کہ اُن کی غیر موجودگی میں وہ مکہ پہ حملہ کر دیں اور حرم پاک پہ قبضہ کر لیں۔ اس لیے قریش ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہتے تھے اور ابوسفیان کی زیرِ قیادت جو قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا جس میں اہل مکہ نے بہت بڑی سرمایہ کاری کر رکھی تھی وہ اس کا بھی انتظار کر رہے تھے تاکہ انھیں وافر اسباب حرب دستیاب ہو سکیں اور جنگ بدر کی ابتداء تو دراصل اسی روز ہو چکی تھی جس روز حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے عمرو بن حضرمی کو قتل کیا تھا اور اُس کا سامان چھین لیا تھا اور یہ بھی کہ کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی ایک چراگاہ پہ حملہ کر کے بڑی جنگ کا چیلنج دے دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اہل مکہ کے قافلہ کی شام سے روانگی کی اطلاع ملی تو نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو طلب فرمایا اور کہا:

کفارِ قریش کا قافلہ شام سے روانہ ہو چکا ہے جس میں اُن کا زرِ کثیر شامل ہے تم اس پہ حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھو ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے فائدہ پہنچائے۔

نبی اکرم ﷺ کو خبر پہنچی کہ کچھ صحابہ اس بارے میں متردد ہیں۔

یعنی اُن کا خیال ہے کہ جنگ کرنا یا غارت ڈالنا انبیاء کے شایانِ شان نہیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اُس وقت اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا: جو تمھارے ساتھ جانا چاہے اسے ساتھ لے لو اور جو رکنا چاہے اس کا انتظار نہ کیا جائے۔

چنانچہ صحابہ نے تیاری شروع کر دی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری بمطابق 8 مارچ 624ء کو ۳۲۰ مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا۔

ان میں سے 87 مہاجرین مکہ تھے۔ 61 بنو اوس کے انصار تھے اور 172 بنو خزرج کے انصار تھے۔ یہ کُل 320 لوگ تھے اور مشہور روایت یہ ہے کہ اہل بدر 313 تھے۔ اور وہ 313 ہی تھے اس لیے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ سے نکلے تب آپ ﷺ نے عمرو ابن اُم کلثومؓ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا مگر جب آپ ﷺ شہر سے نکل آئے اور روحاء کے مقام پہ پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو الباںہؓ بن عبد المنذر کو شہر مدینہ کا حاکم مقرر فرما کے واپس لوٹا دیا۔ اس طرح اہل بدر تین سو بیس کی بجائے تین سو انیس رہ گئے۔ جب آپ ﷺ بیوت سقیاء سے نکلے اور بیئر عتبہ پہ پہنچے تو آپ ﷺ نے پھر سے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور چھ کم عمر لڑکوں کو واپس مدینہ بھیج دیا۔ اُن میں اسامہ بن زیدؓ، رافع بن خدیجؓ، براء بن عازبؓ، اسید بن ظہیرؓ، زید بن ارقمؓ اور زید ابن ثابتؓ شامل تھے۔ اِن چھ لڑکوں کو واپس بھیجنے کے بعد مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ ہو گئی تھی جو امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق ہے۔ [*1]

نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کو نماز پڑھانے کے لیے ابن اُم مکتومؓ کو امام مقرر کیا۔ اہل قبا کو نماز پڑھانے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عاصمؓ کو امام مقرر کیا۔ نیز اِن کو بستی کا حاکم بھی مقرر کیا اور اُن کو ہدایت کی کہ وہ منافقین کی سرگرمیوں پہ نگاہ رکھیں۔ اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ وہ مفافقین جنھوں نے بعد میں مسجد ضرار بنائی تھی اُن کے متعلق آپ ﷺ کو کچھ تشویش ناک خبریں ملی تھیں۔ صحابہ کے ساتھ مدینہ سے ایک شخص جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اُس کا نام حبیب ابن

ایساف تھا اور وہ اپنے کفر پہ قائم تھا۔ اہل مدینہ اُس کی اِس معرکے میں شمولیت سے بہت خوش تھے کیونکہ وہ اس کو جانتے تھے کہ وہ عرب کے سو سواروں پہ بھاری پڑتا تھا اس لیے کہ وہ بہت بہادر اور طاقتور تھا۔

مگر روحا کے مقام جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اِس کو ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ لشکر اسلامی سے الگ ہو جائے، ہمیں کسی غیر مسلم کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں انشاء اللہ ہمارا اللہ ہمارے لیے کافی ہو جائے گا۔ وقتی طور پہ وہ لشکر سے الگ ہو گیا تاہم دراصل وہ اہل مدینہ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا تھا۔ بدر سے پہلے آخری منزل ذفران پہ جب قریش کے ساتھ جنگ یقینی ہو چکی تھی تب بھی نبی اکرم ﷺ نے اُسے پھر دیکھا اور فرمایا:

میں تمھیں کہہ چکا ہوں کہ ہمیں تمھاری کوئی ضرورت نہیں۔

حبیب ان ایساف خاموشی سے سر جھکائے کھڑا رہا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُسے استفسار کیا؟

کیا تم اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لاتے ہو؟

ہاں۔

اُس نے آہستہ سے کہا:

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس سے تعرض نہیں کیا۔

کوچ کے وقت صحابہ کے پاس اونٹوں کی تعداد ستر تھی گھوڑے تین تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک اونٹ پہ چار آدمیوں کو سواری میں شریک کیا۔

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت حمزہؓ، حضرت زید ابن حارثہؓ اور حضرت ابی کشبہؓ سواری میں شریک تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کے اترنے کی باری آتی تو آپ ﷺ کے سواری میں شامل اصحاب آپ ﷺ کی منت کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار رہیں اسی میں ہماری خوشی ہے

۔مگر نبی اکرم ﷺ اُن کو مسکرا کے جواب دیتے کہ نہ تو تم مجھ سے زیادہ مضبوط ہو اور نہ میں جہاد کے اجر سے بے نیاز ہوں۔اور اللہ کے رسول ﷺ کے شایانِ شان بھی یہی تھا اس لیے کہ آپ ﷺ پیغام مساوات ہی تو لے کر آئے تھے۔

اگر چہ اکثر مورخین نے اس لشکر میں گھوڑوں کی تعداد تین ہی لکھی ہے۔تاہم امام حلبی کی رائے اُن سے مختلف ہے اور مجھے اُن کی رائے میں استحکام بھی نظر آیا اس لیے کہ انھوں نے نہ صرف گھوڑوں کی تعداد لکھی ہے بلکہ اُن کے مالکوں کے نام اور گھوڑوں کے نام تک لکھے ہیں اس لیے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ پانچ گھوڑے تھے۔اِن میں سے دو گھوڑے تو خود آنحضرت محمد ﷺ کے تھے۔ایک گھوڑ مرشد کا تھا جس کا نام سیل تھا، ایک گھوڑا مقداد بن اسودؓ کا تھا اُن کے گھورے کا نا سبحہ تھا، پانچواں گھوڑا حضرت زبیرؓ کا تھا جس کا نام یعسوب تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں اتارنے کا حکم دے دیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کا لشکر خاموشی سے دشمن کے سر پہ جا پہنچے۔غزوہ بدر کے موقع پہ نبی اکرم ﷺ کے جنگی پرچم کا رنگ سفید تھا اور آپ ﷺ نے یہ پرچم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو عطا فرمایا تھا۔

امام برہان الدین حلبیؒ لکھتے ہیں کہ:

جب نبی اکرم ﷺ نے شہر مدینہ سے کوچ کیا اور بدر کا قصد کیا کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ ابو سفیان کا قافلہ بدر کے مقام پہ قیام کرے گا۔تب ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور فرمایا: یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی جہاد کی اجازت عطا فرمائی جائے اور وہ اُم ورقہ بنت نوفل تھیں۔انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے بیماروں کی تیمارداری کروں گی اور اُن کی خدمت کروں گی ممکن ہے اس دوران اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت عطا فرما دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

تم اپنے گھر میں بیٹھو اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت نصیب فرما دے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک سے نکلی ہر بات پہ صحابہ اس طرح یقین رکھتے تھے کہ وہ اس کے خلاف سوچ بھی نہ سکتے تھے۔حضرت اُم ورقہ بنت نوفل نے قرآن پڑھ رکھا تھا اور وہ بہت اچھی مومنہ تھیں۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے شہادت کا منصب حاصل ہوجانے کے بعد لوگوں نے اس خاتون کو شہیدہ کہنا شروع کردیا تھا۔اُس خاتون کی موت تک لوگ غالباً اُس کا اصل نام بھول چکے تھے اور انھیں شہیدہ ہی پکارتے تھے۔حتیٰ کہ خود رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ سے کہا کرتے چلو شہیدہ سے مل آئیں۔

وہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہیں۔

ایک دن جب ضعیف ہوچکی تھیں تب انھوں نے اپنی لونڈی اور غلام کو طلب کیا اور فرمایا میری موت کے بعد تم آزاد ہو۔لونڈی اور غلام کے دل میں لالچ نے سر اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں انھوں نے حضرت ام ورقہ بنت نوفل کو شہید کردیا۔اس طرح رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ کی تصدیق بھی ہوگئی۔حضرت اُم ورقہ بنت نوفل کے قاتلوں کو حضرت عمرؓ نے گرفتار کرلیا تھا اور انھیں سزائے موت سنائی تھی۔یہی وہ دو پہلے بدقسمت تھے جنھیں ریاست مدینہ میں پھانسی دی گئی۔نبی اکرم ﷺ مدینہ سے نکلے تو دو دن کے فاصلے پہ ایک مقام بیرٔ عتبہ پہ قیام کیا۔آپ ﷺ نے اس کنویں کی تعریف فرمائی اور صحابہ کو اس کا پانی پینے کا حکم دیا اور خود بھی پیا۔[2*]

یہاں آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو یاد کیا جن کو رسول اللہ ﷺ نے جہاد پہ جانے کی اجازت نہ دی تھی کیونکہ اُن کی بیوی حضرت رقیہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ بیمار تھیں اور ابوامامہ ابن ثعلبہؓ کو بھی یاد کیا جن کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کی نگہداشت کریں جو بیمار تھیں۔نبی اکرم ﷺ جب بدر سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہؓ اور ابوامامہ بن ثعلبہؓ کی ماں انتقال کرچکی تھیں۔آپ ﷺ اُن کی قبروں پہ تشریف لے گئے اور دعائے مغفرت کی۔نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اس وجہ سے پیچھے نہیں رہے تھے کہ

انھیں جہاد سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ وہاں تو کفارِ قریش سے جنگ کا کوئی تذکرہ ہی نہ ہوا تھا بلکہ تمام صحابہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ابوسفیان کے قافلے کو نکلے ہیں۔

ابوسفیان کا قافلہ

ابوسفیان ایک زیرک سردار تھا۔ کاروانی تجارت سے وابستہ ہوئے اسے مدتیں گزر چکیں تھیں۔ وہ نہ صرف راستے کی صعوبتوں سے آگاہ تھا بلکہ اُسے اس بات کا بھی علم تھا کہ دشمن کی کاروائی سے اپنے قافلے کو کس طرح محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل قریش کو اُس پہ اندھا اعتماد تھا اور انھوں نے اپنی ساری دولت اُس کے تجارتی قافلے میں لگا دی تھی۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ کے جاسوسوں نے آپ ﷺ تک ابوسفیان کے قافلے کی شام سے روانگی کی خبر پہنچا دی تھی اسی طرح ابوسفیان کے جاسوس بھی اسے مسلمانوں کی نقل وحرکت سے آگاہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اہل مدینہ اس کے قافلے کی تاک میں ہیں اور مقام بدر پہ قافلے پہ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے ابوسفیان نے مقام بدر پہ پہنچنے سے پہلے ہی ضمضم ابن عمرو غفاری کو بیس مثقال اجرت دی اور اسے اس کام پہ معمور کیا کہ وہ تیزی سے مکہ پہنچے اور اہل مکہ سے جا کر کہے کہ اپنے قافلے کو محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں سے بچانے کے لیے نکلو چنانچہ ضمضم ابن عمرو تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

عاتکہ کا خواب

ضمضم بن عمرو کے مکہ پہنچنے سے پہلے حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب جو رسول اللہﷺ کی پھوپھی اور حضرت عباس کی بہن تھیں نے ایک خوفناک خواب دیکھا اور اسے اپنے بھائی حضرت عباس سے بیان کیا۔

حضرت عاتکہ نے کہا:

بھائی! خدا کی قسم گزشتہ رات میں نے ایک بہت ہی خوفناک خواب دیکھا ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ شاید تمھاری قوم پہ کوئی بڑی آفت آنے والی ہے اس لیے جو میں بتاؤں اس کو پوشیدہ رکھنا۔

حضرت عباس سے رازداری کا وعدہ لینے کے بعد عاتکہ [14*] نے اپنا خواب بیان کیا۔

انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اونٹ پہ سوار ایک شخص آ رہا ہے یہاں تک کہ وہ ابطح میں آ کر رک گیا ہے۔[15*]

وہ شخص وہاں کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پکارا؛

اے اہل مکہ! تین دن میں نکلو اور اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص شہر میں داخل ہو گیا ہے اور اُس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں وہ لوگوں کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گیا پھر اچانک وہ شخص مجھے کعبہ کی چھت پہ نظر آیا

اور وہاں سے بھی اس شخص نے وہی پکار لگائی کہ لوگو تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

اس کے بعد وہ شخص مجھے ابوقبیس کے پہاڑ پہ نظر آیا اور وہاں سے بھی اُس نے یہی پکار لگائی کہ لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ پھر پہاڑ پہ کھڑے کھڑے ہی اُس نے ایک پتھر شہر مکہ کی طرف لڑھکایا اور وہاں سے لڑھکتے لڑھکتے وہ پتھر جب پہاڑ کے دامن تک پہنچا تو اچانک ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور شہر مکہ کے گھروں میں سے کوئی گھر نہ تھا جس میں اُس کا کنکر نہ گرا ہو۔

حضرت عاتکہ کا خواب سن کے حضرت عباس دم بخود رہ گئے اور کہا:

بخدا! یہ بہت خوفناک خواب ہے۔

حضرت عاتکہ نے ایک بار پھر حضرت عباس سے رازداری کا تقاضا کیا۔

حضرت عباسؓ وہاں سے اٹھ آئے۔ مگر وہ اس عجیب وغریب اور خوفناک خواب کو زیادہ دیر تک اپنے دل میں نہ رکھ سکے اور راستے میں اُن کا ایک دیرینہ دوست ولید ابن عتبہ ملا تو حضرت عباسؓ نے انھیں اس خواب سے آگاہ کر دیا۔

اگر چہ حضرت عباس نے ولید ابن عتبہ سے رازداری کا وعدہ لیا تھا مگر وہ بات اتنی عجیب اور خوفناک تھی کہ گھر پہنچتے ہی ولید ابن عتبہ نے ساری بات اپنے بیٹے عتبہ ابن ولید کے کان میں ڈال دی۔

پھر شام تک سارے مکہ شہر میں اس خواب کا چرچا تھا۔

اگلے دن جب حضرت عباسؓ حرم پاک میں داخل ہوئے تو ابوجہل نے انھیں پکارا اور کہا:

طواف کے بعد مجھے ملنا، اس لیے کہ عرب جونہی حرم پاک میں داخل ہوتے تو اس وقت تک نہ تو کسی سے بات کرتے اور نہ ہی کسی مجلس میں بیٹھتے جب تک کہ طواف نہ کر لیں۔

چنانچہ طواف کے بعد حضرت عباس ابوجہل کے پاس آئے تو ابوجہل نے کہا!

بنو ہاشم نے اس پہ بس نہ کیا کہ اللہ نے اُن کے ہاں نبی بھیجا۔

اب تم نے دعویٰ کیا کہ ہے تم میں ایک نبیہ بھی پیدا ہو چکی ہے۔

حضرت عباس نے کہا:

کھل کے بات کرو میں تمھاری بات نہیں سمجھا۔

ابوجہل نے رعونت سے کہا:

میں عاتکہ کے خواب کی بات کرر ہا ہوں۔

حضرت عباس نے ابوجہل کو ٹالنے کی کوشش کی اور کہا:

بخدا! میں کسی خواب کو نہیں جانتا اور نہ عاتکہ نے ایسا کوئی خواب دیکھا ہے۔

ابوجہل نے کہا: تم خوب جانتے اور اچھی طرح جانتے ہو کہ اس خواب میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل مکہ تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں کو روانہ ہو جائیں۔

اس کے بعد ابوجہل نے کہا: بخدا! ہم تین دن تک انتظار کریں گے اگر تو عاتکہ کا خواب سچا ہوا تو کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے گا اور اگر اِن تین دِنوں میں کچھ نہ ہوا تو خدا کی قسم ہم ایک تحریر لکھیں گے اور بیت اللہ میں لٹکائیں گے کہ بنو عبدالمطلب عربوں میں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کو ٹالتا ہی رہا اور اس خواب سے انکار ہی کرتا رہا کہ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

مگر جب میں گھر پہنچا تو عاتکہ سمیت بنو عبدالمطلب کی کوئی عورت نہ تھی جس نے مجھے ملامت نہ کی ہو مجھ پہ طعن نہ کیا ہو۔

عاتکہ نے کہا! تم نے اُس خبیث فاسق کی یہ بات برداشت کیسے کر لی کہ پہلے تو وہ تمھارے خاندان کے مردوں کی عیب جوئی کرتا تھا اور اب اس نے تمھاری عورتوں کا نام بھی اپنی زبان پہ لانا شروع کر دیا ہے۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ اپنی عورتوں کی یہ باتیں سن کر میرا خون کھولنے لگا اور میں نے اُن

سے وعدہ کیا کہ کل میں ابوجہل کو اس بات کا جواب دے کے رہوں گا۔ چنانچہ اگلے دن میں حرم کی طرف روانہ ہوا اور میرے دل میں تھا کہ میں ابوجہل سے الجھوں گا۔ طواف کے بعد میں نے ابوجہل کو کھوجا اور اسے ایک مجلس میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں اُس کی طرف بڑھا کہ اگر ہو سکے اور کوئی بہانہ مل جائے تو میں اس سے لڑ پڑوں تا کہ ہماری عورتوں کی وہ ہتک جو اس نے کل کی اُس کا کچھ مداوا ہو سکے۔ مگر میں ابھی اس کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ وہ اٹھا اور ایک طرف کو بھاگ نکلا:

میں نے اپنے دل میں کہا اس کمبخت پہ خدا کی لعنت ہو وہ مجھ سے ڈر کے بھاگ رہا ہے۔ مگر پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ اُس آواز کو سن کر بھاگا ہے جس کو شاید میں پہلے نہ سن سکا تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ حرم کے دروازے کی طرف بھاگا ہے۔

حرم کے پہ دروازے پہ ضمضم ابن عمرو غفاری تھا جس نے عرب رواج کے مطابق اپنے اونٹ کے ناک اور کان کو کاٹ دیا تھا اور اپنی قمیض کو الٹ دیا تھا اور اسی حالت میں وہ چیخ چیخ کر پکار رہا تھا۔

اے اہل مکہ!

اپنے تجارتی قافلے کی خبر لو! اپنے تجارتی قافلے کی خبر لو!

اپنے قافلے کو محمد (ﷺ) اور اُن کے اصحاب سے بچالو ورنہ ہمیشہ کے لیے برباد ہو جاؤ گے۔

وہ عاتکہ کے خواب کا تیسرا دن تھا اور خواب کے عین مطابق مصیبت شہر مکہ کے دروازے پہ آ کھڑی ہوئی تھی۔ جس کے فوراً بعد ابوجہل کی قیادت میں اہل قریش نے اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف نکلنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ صورت حال کی اس اچانک تبدیلی کی وجہ سے میری توجہ ابوجہل کی طرف سے ہٹ گئی تھی اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ خدا کی قسم یہ تو وہی مصیبت ہے جسے عاتکہ نے بیان کیا تھا۔

قریش حرم پاک میں جمع تھے اور اُن کے اکابرین لوگوں کو جنگ پہ ابھارنے کے لیے تقاریر کر رہے تھے۔

ابوجہل نے کہا:

خدا کی قسم! اگر محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں نے ہمارے قافلے کا راستہ روکا تو ہم شہر مدینہ پہ حملہ کر دیں گے اور اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے انھوں نے ہمارے قافلے کو ابن حضرمی کا قافلہ سمجھ رکھا ہے جسے وہ لوٹ کر لے جائیں گے۔

سہیل بن عمرو نے کہا:

کیا تم لوگ محمد (ﷺ) اور یثرب کے بے دینوں کو اس بات کی اجازت دو گے کہ وہ تمھارے مال لوٹ کے لے جائیں اور تمھارا اشرف خاک میں مل جائے اس لیے نکلو اور اپنے قافلے کی حفاظت کرو بخدا! زادِراہ کی پرواہ بالکل نہ کرو جس کو سواری کی ضرورت ہو وہ مجھ سے ملے، جس کو مال کی ضرورت ہو وہ مجھ سے ملے جس کو اسلحے کی ضرورت ہو تو میرے اسلحہ خانوں کے دروازے آج اہل مکہ کے لیے کھلے ہیں۔

❐❐❐

قریش مکہ کی تیاریاں

قریش کے لوگوں کا جوش وخروش حد سے بڑھا ہوا تھا۔کیا چھوٹا کیا بڑا سب سفر کی تیاری میں کھوئے تھے۔ہر کوئی اس جنگ میں شامل ہونے کا خواہش مند تھا،اگر کوئی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکتا تھا تو اس نے معاوضہ ادا کر کے اپنی جگہ کسی اور کو تیار کر لیا تھا۔اُن کے دولت مند ناداروں اور ضرورت مندوں کے لیے سواریوں اور اسلحہ کا انتظام کر رہے تھے۔چنانچہ عبداللہ بن ابن ربیعہ نے پانچ سو اشرفیہ دیں جو جنگی مصارف کے لیے تھیں۔طیمہ بن عدی نے اپنی طرف سے بیس اونٹ اہل قریش کے حوالے کیے۔عویطب بن عبدالعزیٰ نے تین سو اشرفیاں دیں۔تاہم عرب کے سرداروں میں سے ابولہب بن عبدالمطلب اور امیہ بن ابی خلف نے جنگ پہ نکلنے سے گریز کیا۔ابولہب جو نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا اور حضرت عاتکہ کا بھائی بھی تھا،وہ قریش کی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی جنگ کے لیے نکلنے کو تیار نہ ہوا۔

اُس نے قریش سے کہا:

عاتکہ میری بہن ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ سچے خواب دیکھتی ہے اس لیے جو بھی ہو میں تو اس جنگ میں شامل ہونے والا نہیں۔تاہم اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے مسلمانوں سے یا آنحضرت محمد ﷺ سے کوئی ہمدردی تھی بلکہ وہ تو محض خوف کی بنا پر پیچھے رہا تھا اور اپنے بدلے اُس نے ہشام ابن مغیرہ کو جنگ کے لیے بھیجا تھا۔

ابولہب نے ہشام ابن مغیرہ سے چار ہزار درہم لینے تھے اس لیے اُس نے ہشام کو بلایا اور کہا،تم

میری جگہ اس جنگ میں شامل ہو جاؤ تو میں تمھیں وہ چار ہزار درہم معاف کر دوں گا جو تم نے مجھ سے قرض لیے ہوئے ہیں۔[5*] چنانچہ اُس نے قریش کو اپنے بدلے ہشام کو جنگ پہ لے جانے پہ رضامند کر لیا۔

امام سہیلی لکھتے ہیں کہ امیہ بن ابی خلف کی اس جنگ پہ نہ نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ کچھ عرصہ قبل حضرت سعد بن معاذؓ مدینہ سے عمرہ کے لیے مکہ آئے تو باہمی تعلقات کی وجہ سے وہ امیہ بن ابی خلف کے ہاں ہی اترے۔ کیونکہ امیہ جب تجارت کے لیے شام جایا کرتا تو وہ مدینہ میں حضرت سعد بن معاذؓ ہی کے ہاں ٹھہرا کرتا۔ اب حضرت سعد بن معاذؓ مکہ میں اُن کے ہاں اترے تھے۔

جب حضرت سعد بن معاذؓ امیہ بن خلف کے ہمراہ حرم پاک میں طواف کر رہے تھے تو ابو جہل نے اُن کا راستہ روکا۔

اُس نے امیہ بن ابی خلف سے پوچھا؟

یہ کون ہے؟

امیہ بن خلف نے حضرت سعد بن معاذؓ کا تعارف کرایا۔

اور ابو جہل سیخ پا ہو گیا، اُس نے امیہ سے کہا:

تم اسے اتنے اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرا رہے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ اِن لوگوں نے محمد (ﷺ) اور ہمارے دوسرے لوگوں کو ہمارے خلاف پناہ دے رکھی ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے اُن کی مدد و نصرت سے ہاتھ نہ اٹھائے تو اہل مکہ تم پہ ٹوٹ پڑیں گے۔

اس طرح ابو جہل اور حضرت سعد بن معاذؓ میں تُو تُو میں میں شروع ہو گئی۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی بلند آواز سے ابو جہل سے کہا:

یاد رکھو! اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تمھیں اس چیز سے روک دوں گا جو تیرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کا اشارہ اُس شاہراہ تجارت کی طرف تھا جو مدینہ سے ہو کر شام کو جاتی تھی۔

امیہ بن ابی خلف نے آہستہ سے حضرت سعد بن معاذؓ کے کان میں کہا؛

آہستہ بولو! یہ وادئ کے لوگوں کا سردار ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ، امیہ بن ابی خلف کی طرف مڑے اور کہا؛

اب تم اِس کی حمایت پہ اتر آئے ہو خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ وہ تمھیں قتل کریں گے۔

کہاں کب؟ مکہ میں یا مکہ سے باہر؟

امیہ بن خلف نے فوراً ہی کئی سوال کر ڈالے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب دیا، میں اس بارے میں نہیں جانتا۔

امیہ بن ابی خلف پریشان ہو اٹھا تھا اس لیے کہ صرف وہ ہی نہیں سارا عرب جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر حرف پورا ہوتا ہے۔

وہ گھر آیا اور ساری بات اپنی بیوی کو بتائی۔

اُس کی بیوی نے کہا:

اس کا آسان حل تو یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کے خلاف نہ نکلنا اور امیہ نے اپنی بیوی کی بات مانتے ہوئے یہ عہد کیا کہ وہ کبھی آنحضرت محمد ﷺ کے خلاف جنگ کرنے نہ نکلے گا مبادا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے قتل کر دیں۔ چنانچہ اس کے بعد جب ضمضم ابن غفاری مکہ میں آیا اور اُس نے اہل قریش کو دہائی دی تو امیہ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

اُس کی حرکات دیکھتے ہوئے اُس کی بیوی نے کہا:

محمد ﷺ کے خلاف نکلنے کی تیاری کر رہے ہو؟

ہاں! امیہ نے جواب دیا۔

اپنے یثربی بھائی کی بات بھول چکے؟ اور امیہ سہم کر بیٹھ گیا۔

قریش میں سے کچھ اور لوگ بھی تھے جو اس جنگ میں جانے سے گریزاں تھے اُن میں عتبہ بن

ربیعہ تھا، شیبہ بن ربیعہ تھا، زمعہ بن اسود تھا اور حکیم ابن حزام تھا۔

کتاب امتاع میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اس لیے جنگ میں جانے سے انکاری ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنے بڑے بت ہبل کے سامنے تیر نکالے تھے اور وہ صدیوں سے اپنے ہر کام کے آغاز سے پہلے قرعہ اندازی کرنے کے عادی تھے۔ جب اِن لوگوں نے تیر ڈالے تو اُس میں اِن کو جنگ میں جانے سے منع کر دیا گیا۔

تاہم جب ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور نضر ابن حرث نے اِن لوگوں کو شرم دلائی کہ تم لوگ قریش کے جانباز لوگ ہو اگر تم ہی گھر بیٹھ رہے تو جنگ شامل ہونے والے عام لوگ منہ پھیر جائیں گے۔

اُن لوگوں نے اور بھی بہت سی باتیں کیں اور اِن لوگوں کے جذبات کو ابھارا اور وہ اِن لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کر کے ہی اٹھے۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ!

جب عتبہ اور شیبہ ہتھیار سجائے جنگ کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو اُن کے غلام عداس نے اُن سے کہا:

بخدا! تم لوگ آخر اپنی قتل گاہوں کو نکل ہی پڑے۔

خدا کی قسم! جب بھی کوئی قوم کبھی اللہ کے کسی نبی کے مقابل اتری ہے تو سوائے ذلت کے اُس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ اس لیے اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ۔

مگر عتبہ اور شیبہ کے باپ ولید نے عداس کو جھڑک دیا اور کہا:

جاؤ اور اپنا کام کرو، کیا تم نہیں جانتے اہل قریش ہمیشہ سے تمام عربوں پہ بھاری پڑے ہیں اور یہ تو چند مفرور ہیں جنھیں ہم چیونٹیوں کی طرح مسل دیں گے۔

ادھر اہل قریش ایک بار پھر امیہ بن ابی خلف کے پاس آئے اور اُن سے کہا:

ہمارے ساتھ جنگ کے لیے چلو اس لیے کہ تمھارے جیسا سردار اگر گھر بیٹھ گیا تو لوگ باتیں

کریں گے اور اگر تم محمد (ﷺ) کے مقابلے پہ نہیں نکلنا چاہتے تو بے شک نہ نکلنا۔لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے تم ایک دو منزل ہمارے ساتھ چلو اس کے بعد چپکے سے واپس لوٹ آنا۔

امیہ بن ابی خلف اہل قریش کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا اور اُن کے ساتھ جنگ پہ نکل کھڑا ہوا اور پھر اس کو واپس آنا نصیب نہ ہوا کہ آنحضرت محمد ﷺ کی زبان سے نکلے لفظ کبھی واپس نہیں لیے جاتے۔

قریش نے اپنی تیاریاں دو دنوں میں مکمل کر لی تھیں۔

وہ تقریباً ہزار آدمی تھے اُن کے ساتھ سو گھوڑ سوار تھے جو زرہ پوش تھے۔

بہت سے پیدل سپاہی بھی ایسے تھے جو زرہ پوش تھے۔مورخین نے اُن کی تعداد بھی سو لکھی ہے۔

اُن کے ساتھ شراب تھی، گانے والیاں تھیں اور بے شمار زادِ راہ تھا۔چنانچہ انھوں نے کوچ کا نقارہ بجا دیا۔

تب اُن میں سے کسی نے انھیں یاد دلایا کہ بنو کنانہ کا کیا کرنا ہے۔

یاد رہے کہ قریش اور بنو کنانہ کی برسوں سے چپقلش چلی آ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ بنو کنانہ کے راستوں سے نہیں گزر سکتے تھے۔تب اچانک ہی بنو کنانہ کا سردار سراقہ بن مالک مدلجی اُن کے سامنے ظاہر ہوا اور اُن سے کہا:

ہماری طرف سے بے فکر ہو کے جاؤ اس معاملے میں ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

قریش کی حیرانی قابل دید تھی کہ عربوں میں اس سے قبل ایسا نہ ہوا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ شیطان تھا جس نے سراقہ کی صورت اپنا لی تھی اور لشکر قریش مکہ سے پورے طمطراق کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔

قافلہ بچ نکلا

نبی اکرم ﷺ بیئر عتبہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد ابن زید کو ابو سفیان کے قافلے کی خبریں حاصل کرنے کے لیے آگے روانہ کیا۔[6*]

امام حلبی نے لکھا ہے کہ!

آنحضرت محمد ﷺ نے بیئر عتبہ سے بس بس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو آگے روانہ کیا تاکہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کو ابو سفیان کے قافلے کی اطلاعات فراہم کر سکیں۔

امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ!

جہاں تک حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعد ابن زیدؓ کا تعلق ہے تو اُن لوگوں کو آپ ﷺ نے لشکر اسلامی کے مدینہ سے نکلنے سے پہلے روانہ فرمایا تھا تاکہ وہ ابو سفیان کے قافلے کی خبریں اُن تک پہنچائیں مگر وہ راستہ بھول گئے اور ابو سفیان کو نہ پا سکے اور نہ ہی انھیں یہ معلوم تھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک لشکر لے کر اس قافلے کے پیچھے نکلے ہیں۔اسی لیے تو جب انھوں نے ابو سفیان کے قافلے کو نہ پایا تو واپس مدینہ جا پہنچے جہاں انھیں معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تو اپنے اصحاب کے ساتھ نکل چکے ہیں۔تب اِن لوگوں نے مدینہ میں ٹھہرنا گوارا نہ کیا اور اسلامی لشکر کے پیچھے نکلے مگر تب رسول اللہ ﷺ فاتح بدر کی حیثیت سے واپس ہو رہے تھے تاہم آپ ﷺ نے اِن دو اصحاب کے لیے غنیمت میں سے اُن کا حصہ نکالا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ!

رسول اللہ ﷺ کے جاسوس بس بس بن عمرو اور عدی بن الزغباء مقام بدر پہ پہنچے تو ایک چشمے پہ پڑاؤ کیا خود پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو ستانے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر انھوں نے دیکھا کہ دو لڑکیاں کنویں سے پانی نکال رہی ہیں اور آپس میں جھگڑ بھی رہی ہیں۔

ایک آدمی جو سردار لگتا تھا وہ اِن کو چھڑا رہا اور وہ سردار مجدی بن عمرو تھا۔

ایک لڑکی نے دوسری سے کہا:

بخدا! اہل قریش کا قافلہ کل یا پرسوں تک یہاں اترنے والا ہے میں اُن کی خدمت کروں گی اور تیرا قرض اتار دوں گی۔

نبی اکرم ﷺ کے جاسوسوں کے کان میں جونہی یہ الفاظ پڑے کہ کل پرسوں قریش کا قافلہ یہاں پہنچنے والا ہے تو اُن کا کام مکمل ہو گیا اور وہ تیزی سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جونہی بس بس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء وہاں سے روانہ ہوئے تو ابو سفیان جس نے اپنا قافلہ کافی پیچھے چھوڑا تھا اور اپنے کچھ سواروں کے ساتھ مسلمانوں کی سن گن لیتا پھر رہا تھا اسی چشمے یا کنویں پہ پہنچا جہاں وہ دو لڑکیاں اور مجدی بن عمرو تھا۔

ابو سفیان نے مجدی بن عمرو سے پوچھا تم نے یہاں کسی اجنبی سوار کو تو نہیں دیکھا؟

مجدی نے ابو سفیان کو بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے دو شتر سوار یہاں اترے تھے پھر پانی وغیرہ لے کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔

انھوں نے اپنے اونٹوں کو کہاں بٹھایا تھا۔

ابو سفیان نے پھر سوال کیا؟

تو مجدی ابو سفیان کو تھوڑے فاصلے پر اُس جگہ لے گیا جہاں اُن عربوں نے اپنے اونٹ بٹھائے

تھے۔ابوسفیان نے غور سے اُس جگہ کا جائزہ لیا اور پھر اُس نے اونٹوں کی لید دیکھی تو اُس کو اپنے پاؤں سے مسلا اور اُس نے پایا کہ اُن میں کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں اور ابوسفیان پکار اٹھا وہ یثربی تھے۔وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف لپکا اور اپنی سواریوں پہ سوار ہو کے ایڑ لگا دی۔وہ اپنے قافلے میں پہنچا اور اسے لے کر تیزی سے بدر سے دور ہٹنا شروع کیا۔حتیٰ کہ وہ ساحل کے ساتھ جانکلا اب وہ کم از کم نبی اکرمﷺ کے لشکر سے محفوظ ہو چکا تھا۔نبی اکرمﷺ کو خبر ملی کہ قریش کا قافلہ ایک دو روز میں مقام بدر تک پہنچنے والا ہے تو آپﷺ نے اپنے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دیا۔

نبی اکرمﷺ نے راستے کے کئی پڑاؤ موخر کیے اور تربان سے ملل وہاں سے خمیس الحام پھر صخیرات الیمام پھر السیالہ پھر فج الروحاء اور پھر شنوکہ کے مقامات سے گزرتے چلے گئے۔ یہی درمیانی راستہ ہے جو اگر چہ کچھ دشوار گزار ہے مگر مختصر اور آبادیوں سے ہٹ کر ہے اور اس کا انتخاب نبی اکرمﷺ نے اس لیے کیا تھا تا کہ وہ خاموشی سے بدر پہنچ جائیں۔پھر آپﷺ اپنے لشکر کے ساتھ عرق الظبیہ پہنچے اور وہاں ایک دیہاتی سے کفار کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کیں۔

مگر کچھ زیادہ معلوم نہ ہوسکا۔

وہاں سے چل کر آپﷺ بسجسجا پہنچے جسے بئیر الروحاء بھی کہتے تھے۔

نبی اکرمﷺ جن راستوں سے گزر کر میدان بدر تک پہنچے ان کی تفصیل ہم نے امام سہیلی کی کتاب الروض الانف سے تحریر کی ہے۔اس کے بعد نبی اکرمﷺ منصرف پہنچے۔ وہاں سے مکے کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب سے نازیہ کے راستے بدر کا قصد کیا۔پھر اسے درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزرے جو نازیہ اور مضیق الصفراء کے درمیان ہے۔اس کے بعد نبی اکرمﷺ وادیٔ صفرا کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب ایک وادیٔ ذفران میں اترے۔نبی اکرمﷺ وادیٔ ذفران پہنچے تو آپ کو دو خبریں ملیں۔ایک تو

یہ کہ ابوسفیان اپنے قافلے کو بچا کے لے گیا ہے اور اب اُن کی پہنچ سے باہر نکل چکا ہے۔ دوسری خبر یہ تھی کہ مکہ سے کفارِ قریش کا ایک لشکر جرار مدینہ کی طرف امنڈا چلا آرہا ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعے پہلے ہی آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع فرمادی تھی کہ اِن دونوں گروہوں میں اللہ تعالیٰ ایک پہ آپ کو دسترس عطا فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ تو نکل گیا تو آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اب کفارِ قریش سے جنگ ہوگی۔ جب یہ خبر کچھ صحابہ تک پہنچی تو اُن میں سے بعض نے جنگ سے گریز کا عندیہ دیا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے تمام لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا حکم دیا تاکہ آخری مشاورت کی جا سکے۔ اب ہم کچھ دیر کے لیے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو وادیٔ ذفران میں چھوڑتے ہیں اور اہل مکہ یعنی قریش کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔

ابو جہل لشکر قریش کا سالار تھا۔وہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ مکہ سے نکلے اور انھوں نے اپنا پہلا پڑاؤ مہر الظہر ان میں کیا جہاں ابو جہل نے اس لشکر کی ضیافت کے لیے اپنے اونٹوں میں سے دس اونٹ ذبح کیے۔ابو جہل کے ذبح کیے ہوئے اونٹوں میں سے تین اونٹ بھاگ نکلے اور اپنا خون ہر خیمے پہ گراتے چلے گئے اور یہ ایک خوفناک منظر تھا۔بنو عدی کے کچھ لوگوں نے اس واقعے سے بدفال لی اور وہیں سے واپس ہو گئے۔پھر کفارِ قریش کا یہ لشکر عسفان کے مقام پہ پہنچا تو وہاں سفیان بن امیہ نے اپنی طرف سے اس لشکر کی ضیافت کی اور نو اونٹ ذبح کیے ۔اُن کی اگلی منزل قدید تھی جہاں سہیل ابن عمرو نے اہل قریش کے لیے اپنے دس اونٹ ذبح کیے۔قدید سے روانہ ہونے کے بعد لشکر قریش صحرا میں اپنا راستہ کھو بیٹھا اور ساری رات سفر کرنے کے بعد اگلی صبح وہ جحفہ کے مقام پہ پہنچے اور وہاں عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کیے ۔لشکر قریش جحفہ میں ہی مقیم تھا جب ابوسفیان کا قاصد ابو جہل تک پہنچا اور اُس سے کہا:

سردار قریش کے لیے ابوسفیان کا پیغام یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے تم یہ لشکر لے کر نکلے ہو وہ پورا ہو چکا ہے میں قریش کے قافلے کو دشمن سے بچا کے نکال لایا ہوں اس لیے تم بھی واپس لوٹ آؤ۔

مگر ابو جہل نے رعونت سے جواب دیا۔

اُس سے کہنا:

بخدا! ہم اُس وقت تک واپس نہ لوٹیں گے جب کہ بدر کے میلے میں شامل نہ ہوں [7*] لیں ۔ہم بدر تک جائیں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے شراب پئیں گے اور اپنی باندیوں کے مسحور کن ناچ دیکھیں گے۔ہم وہاں شراب و کباب میں وقت گزاریں گے اور جب عرب کے لوگ ہمارے لشکر کی آمد کے بارے میں جانیں گے اور ہمارے لشکر کی شان دیکھیں گے تو اُن کے دلوں میں ہماری ہیبت ہمیشہ کے لیے بیٹھ جائے گی۔

ابوسفیان کا قاصد ابوجہل سے رخصت ہو گیا۔

پھر وہ ابوسفیان تک پہنچا اور ابوجہل کا پیغام اُس تک پہنچایا۔

ابوسفیان نے کہا:

یہ سرکشی کی بات ہے اور سرکشی نقصان اور بدقسمتی کا باعث ہوتی ہے۔

ابوسفیان کا پیغام جلد اہل قریش کے لشکر میں پھیل گیا۔تب بنوزہرہ کے سو لوگوں نے اپنے سرادر اخنس بن شریق کے حکم پہ واپسی کی راہ لی۔

جحفہ سے لشکر قریش ابواء پہنچا اور وہاں مقیس ابن عمرو جمی نے لشکر قریش کے لیے نو اونٹ ذبح کیے۔[8*] یہ لوگ ابواء میں تھے جب مطلب بن ابن عبد مناف کے ایک شخص نے لوگوں کو سراسیمہ کردیا۔

اُس کا نام جہم ابن صلت تھا۔

اُس کے ساتھیوں نے کہا کہ رات کو وہ سب اکٹھے ہی سونے کے لیے لیٹے اور وہ ابھی بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ جہم ابی صلت سو چکا ہے۔

جلد ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اُس نے ہم سے سوال کیا وہ سوار کہاں گیا جو ابھی یہاں کھڑا تھا۔

لوگوں نے کہا:

یہاں تو کوئی سوار نہیں تھا۔

اُس نے کہا:

بخدا!! ابھی میں نے یہاں ایک سوار دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا کہ ابو جہل قتل ہو گیا، عتبہ اور شیبہ بھی قتل ہو گئے، زمعہ بن اسود، ابوالبختری، اور امیہ بن خلف بھی قتل ہو گئے۔ پھر اُس نے اُن تمام عرب سرداروں کے نام لیے جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔

لوگوں نے اُسے پکڑا اور کہا:

ہوش کرو تم کن لوگوں کو قتل کرا رہے ہو۔

مگر وہ اپنی کہے جا رہا تھا۔

وہ سہیل بن عمرو، عباس بن عبدالمطلب، عقبہ بن ابی معیط کو گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔ اُس نے اُن تمام قیدیوں کے نام لیے جو غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے تھے۔

لوگوں نے اسے پکڑ رکھا تھا۔

پھر ابو جہل بھی وہاں آ گیا۔

مگر جہم ابی صلت اپنا خواب سنائے جا رہا تھا۔

اُس نے کہا:

پھر اُس سوار نے اپنی تلوار اونٹ کے حلقوم میں دے ماری اور وہ خون گراتا قریش کے تمام خیموں سے گزرتا چلا گیا اور لشکر کا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جہاں اُس اونٹ کا خون نہ گرا ہو۔

ابو جہل نے اسے ایک تھپڑ مارا اور کہا:

بنی ہاشم کے بعد بنی مطلب بھی جھوٹ بولنے لگے ہیں۔

جہم ابی صلت نے کہا:

بہت جلد پتا چل جائے گا کہ جھوٹا کون ہے۔

ابو جہل نے اپنے لشکر کی توجہ ہٹانے کے لیے تاکہ وہ کسی خوف یا وہمے کا شکار نہ ہو جائیں فوراً ہی

کوچ کا حکم دے دیا۔ابوسفیان کا قاصد پہنچ جانے کے بعد بنو ہاشم کے لوگوں نے بھی ابو جہل سے واپس جانے کی بات چیت کی مگر ابو جہل نے اسے سختی سے رد کر دیا۔جبکہ بنو ہاشم کے لوگ مکہ سے ہی اُن کے ساتھ آنے پہ رضا مند نہ تھے۔مگر قبیلے کے بے پناہ دباؤ کی وجہ سے عقیل بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث، طالب بن ابی طالب کو مجبوراً اِن کے ساتھ نکلنا پڑا۔پھر جب یہ لوگ اگلی منزل پہ پہنچے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے انھوں نے لشکر قریش کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔اس کے بعد یہ لوگ مقام بدر کے قریب پہنچ گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔یاد رہے کہ مسلمان اُن سے پہلے مقام بدر تک پہنچے تھے اس لیے میٹھے پانی کے تمام چشموں پہ اُن کا قبضہ تھا۔بدر پہنچ کر پہلے حرث ابن نوفل نے نو اونٹ ذبح کیے اور اس سے اگلے روز ابوالبختر ی نے دس اونٹ ذبح کیے۔پھر مقام بدر پہ ہی مقیس ابن عمرو نے جمی نے نو اونٹ ذبح کیے اس سے اگلے روز جنگ شروع ہو گئی۔اب ہم واپس لشکر اسلامی طرف پلٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس جنگ کی تیاری کے لیے کیا اقدامات فرما رہے ہیں۔

❐❐❐

مسلمانوں کی مشاورت

رسول اللہ ﷺ مقام ذفران میں تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا تھا جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے صورت حال ان پہ واضح کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا:

اہل قریش مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور تیزی سے مقام بدر کی طرف آ رہے ہیں تمھارا کیا مشورہ ہے۔

کچھ لوگوں نے تعامل کیا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہم سے تجارتی قافلے کا تذکرہ کیا تھا اگر آپ ہمیں جنگ کے متعلق آگاہ کرتے تو ہم اس طرح نکلتے جس طرح جنگ کی تیاری کے بعد نکلا جاتا ہے۔

کسی نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ قافلے پہ ہی بس کیجیے۔

مزاج شناس صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پہ پھیلتی ناگواری کو محسوس کیا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اٹھے اور فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ اُس امر کو اختیار کریں جس کو اختیار کرنے کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے بخدا ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو جنگ سے آشنا نہ ہو۔

انھوں نے اور بھی کئی باتیں کیں جن میں اپنی جانثاری کے عہد کو دہرایا۔

پھر حضرت عمرؓ اٹھے اور اسی طرح کی باتیں کیں جس سے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے غصہ جاتا رہا۔ یاد رہے کہ اب تک جو لوگ اٹھے تھے وہ مہاجرین مکہ سے تھے جبکہ نبی اکرم ﷺ انصارِ مدینہ کی رائے جاننا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اس بات کو معلوم کرنا چاہتے تھے کہیں انصار مدینہ کے دل میں یہ بات تو نہیں کہ انھوں نے مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور یہ کہ مدینے سے باہر ہونے والے کسی معرکے کے بارے میں اُن کے خیالات کچھ اور ہوں۔

اس لیے نبی اکرم ﷺ کہتے رہے۔

لوگو! مجھے مشورہ دو۔ لوگو! مجھے مشورہ دو۔

تب اہل مدینہ کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید نبی اکرم ﷺ اُن کی رائے جاننا چاہتے ہیں۔

اس لیے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور کہا:

رسول اللہ ﷺ کا اشارہ غالباً ہماری طرف ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اثبات میں سر ہلایا۔

تب حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ تاریخی الفاظ کہے۔

”یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی رسالت پہ ایمان لائے اور آپ کی ہر بات کی تصدیق کی، ہم نے اس بات کی شہادت دی کہ آپ ﷺ جو دین لائے ہیں وہ برحق ہے اور ہم نے آپ ﷺ سے اس بات کا عہد و پیمان کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی ہر بات کو تسلیم کریں گے اس لیے اللہ کے رسول کو جس کا بات کا حکم دیا گیا ہے آپ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق

کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم بھی دیں تو ہم میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہ ہوگا جس پہ آپ ﷺ کا یہ حکم ناگوار گزرے اور اگر آپ ﷺ ہمیں کل دشمن سے لڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے قبول کریں گے اور لڑائی میں ہم صبر و تحمل والی قوم ہیں۔ جنگ ہمارے لیے قطعاً کوئی اجنبی چیز نہیں ہے جب ہم دشمن سے ٹکراتے ہیں تو ہمارے دل صاف ہوتے ہیں ہم جی جان سے جنگ کرتے ہیں اور گھمسان کی جنگ میں بھی کبھی لوگوں نے ہماری پیٹھ نہیں دیکھی آپ ﷺ اللہ کا نام لے کر نکلیں ممکن ہے اللہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں ہمارے کردار سے ٹھنڈک پیدا کرے"۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اُن کے بعد حضرت مقداد بن اسودؓ اٹھے اور فرمایا؛

"یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اسے پورا فرمائیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ہم کبھی اس طرح نہیں کہیں گے جیسے قوم بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا خدا جائے اور جنگ کرے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اور آپ کا رب جنگ کو نکلیں بخدا ہم اُس وقت تک آپ کے ساتھ رہیں گے جب تک ہماری آنکھوں میں روشنی اور جسم میں حرکت باقی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں برک الغماد بھی لے جائیں یعنی سمندر کے کنارے اور آپ ﷺ اس میں داخل ہو جاتے ہیں تو ہم میں سے کوئی بھی نہ ہوگا جو آپ سے کوئی سوال کرے بلکہ ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے سمندر میں کود جائیں گے۔ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے دائیں سے لڑیں گے، بائیں سے لڑیں گے، آگے سے لڑیں گے پیچھے سے

لڑیں گے اور اُس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ آپ ﷺ ہم سے خوش نہ ہو جائیں یا ہم اپنی منزل پا جائیں"۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت سعد بن معاذؓ اور مقداد بن اسودؓ کی تقریر کے دوران نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ پھیلتی خوشی کو محسوس کیا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا؛

میدان جنگ کی طرف نکلو! خدا کی قسم مجھے اِن دو گروہوں میں سے کسی ایک گروہ پہ غلبے کی بشارت عطا کر دی گئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ذفران سے کوچ کیا اور اصافر نامی پگڈنڈیوں پہ چلتے ہوئے دبہ نامی گاؤں میں اترے کچھ دیر وہاں قیام کیا پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے حنان کو اپنے دائیں جانب چھوڑا جو پہاڑ نما ریت کا ایک بڑا ٹیلا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مقام بدر کے قریب نزول فرمایا۔

یہاں پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لیا اور سوار ہو کے ایک طرف کو چل نکلے۔[*9]

وہاں آپ ﷺ کی ملاقات عربوں کے بوڑھے شخص سفیان ضمری سے ہوئی۔

آپ ﷺ نے اُس بوڑھے سے سوال کیا؟[*10]

کیا تمھیں قریش اور محمد ﷺ کے اصحاب کا کچھ پتا ہے؟

بوڑھے نے کہا! ہاں

مگر میں آپ کے سوال کا جواب اُس وقت دوں گا جب آپ مجھے بتائیں گے آپ کون ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس بوڑھے شخص سے کہا:

پہلے آپ بتائیں اس کے بعد ہم بتائیں گے۔

بوڑھے شخص نے کہا! ادلے کا بدلہ۔

اس کے بعد اُس نے بتایا کہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلاں دن مدینے سے نکلے ہیں اگر تو میرا اندازہ درست ہے تو آج انھیں اس مقام پہ ہونا چاہیے اُس کا اندازہ بالکل درست تھا اس لیے کہ اُس نے اُسی جگہ کا نام لیا تھا جہاں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ موجود تھے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس سے پوچھا؟

قریش کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

بوڑھے شخص نے جواب دیا:

مجھے اطلاع ملی تھی کہ قریش فلاں روز مکے سے نکلے تھے اگر تو میرا اندازہ درست ہے تو قریش کو آج فلاں مقام پہ ہونا چاہیے۔اُس کا اندازہ سو فیصد درست تھا اس لیے کہ قریش ٹھیک اسی جگہ تھے جس کا نام اُس بوڑھے نے لیا تھا۔

اس کے بعد اُس بوڑھے شخص سفیان ضمری نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا آپ کون ہیں؟

ہم تو پانی والے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے گول مول جواب دیا اور وہاں سے ہٹ گئے۔اس لیے کہ آپ ﷺ کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور آپ ﷺ جان گئے تھے کہ قریش کا لشکر اس وقت کس مقام پہ ہے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اُس مقام کی طرف واپس ہوئے جہاں آپ ﷺ کا لشکر قیام کر رہا تھا۔

جب شام ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ کو لشکر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے آگے روانہ کیا۔اِن صحابہ کو پانی لے جانے والے کچھ جانور نظر آئے اور اُن کے ساتھ چرواہے بھی تھے۔

جن کے نام امام سہیلیؒ نے اسلم اور ابو یسار بیان کیے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے اُن کو گرفتار کرلیا اور اپنے مستقر کی طرف لے آئے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ یہ ابوسفیان کے قافلے کے لوگ ہیں۔

جبکہ وہ اہل قریش میں سے تھے جو مسلمانوں سے جنگ کرنے نکلے تھے۔

نبی اکرم ﷺ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے اس لیے صحابہ خود ہی اِن سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔

جب وہ کہتے کہ ہم قریش سے ہیں تو صحابہ انھیں مارنے لگتے اور جب وہ کہتے کہ ہم ابوسفیان کے قافلے ساتھ ہیں تو لوگ انھیں چھوڑ دیتے۔

نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہوئے اور اپنے صحابہ سے کہا:

جب وہ سچ بولتے ہیں تو تم انھیں مارتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولتے ہیں تو تم انھیں چھوڑ دیتے ہو۔

تب آنحضرت محمد ﷺ اُن سقوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

قریش کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: ریت کے اُس ٹیلے کے اُس طرف۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے اگلا سوال کیا؟

وہ کتنے ہیں؟

بہت ہیں، انھوں نے جواب دیا؟

وہ درست تعداد بتانے پہ قادر نہ تھے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن سے ایک آسان سوال پوچھا جس سے آپ ﷺ قریش کی تعداد جان سکتے تھے۔

جب تم کہیں اترتے ہو تو کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟

کبھی نو کبھی دس۔

قریش کے اُن پانی لانے والوں نے جواب دیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

وہ نوسو اور ہزار کے درمیان ہیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا؟

اُن کے اشراف میں سے کون کون اس لشکر کے ساتھ آیا ہے؟

وہ دونوں ایک ساتھ بولنے لگے۔

عتبہ بن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، ابوالبختری ابن ہشام، حکیم ابن حزام، نوفل ابن خویلد، حرث ابن عامر ابن نوفل، طعیمہ ابن عدی، نضر ابن حرث، زمعہ بن اسود، ابوجہل ابن ہشام، امیہ ابن خلف، منبہ ابن حجاج، سہیل ابن عمرو، عقبہ بن ابی معیط۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور اپنے اصحاب سے کہا:

اہل قریش نے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کے تمھارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اب میدان بدر میں تھے مورخین کا کہنا ہے کہ!

بدر ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ اور مدینے کے درمیان اس نام سے مشہور ہے یہ وادئ صفراء کے نشیب میں ساحل سمندر سے ایک رات کی مسافت پہ واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کنواں ایک عرب کے نام سے منسوب ہے جس کو بدر بن یخلد بن نضر کہا جاتا تھا۔

بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے میدان بدر کے اطراف پھیلے پہاڑوں کو لوگ مختلف ناموں سے جانتے ہیں۔

بدر کے شمالی پہاڑوں کو "**العدوۃ الدنیا**" کہا جاتا تھا۔

جنوبی ٹیلے کا نام "**العدواۃ القصویٰ**" کہا جاتا تھا۔

مغربی ٹیلوں کو "**جبل اسفل**" کہا جاتا تھا۔

مشرقی ٹیلوں کا نام کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ قریش کا لشکر ٹیلے کے پیچھے سے نکلا اور وادئ کے

دور افتادہ کنارے العدوۃ القصویٰ پر اپنے خیمے نصب کیے لیکن سارے پرانے کنویں وادیٔ کے ٹیلے کے نشیبی علاقے میں تھے۔

نبی اکرم ﷺ مخالف ہاتھ سے میدان بدر میں داخل ہوئے اور بدر کے پہلے کنویں پہ قیام کا ارادہ فرمایا۔

حضرت حباب بن منذرؓ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ!

جہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا ہے یہ وحی ہے یا جنگی چال؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہ تو محض ایک رائے ہے، جنگی چال ہے۔

تب حضرت حباب بن منذرؓ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ!

جنگ کے لیے یہ مناسب جگہ نہیں ہم وہاں تک جائیں گے جہاں سارے پرانے کنویں ہماری پشت پہ ہوں۔

رات کو ہم سارے کنویں بند کر دیں گے اور صرف ایک کنواں باقی رکھیں گے جس کے گرد حوض بنا کر ہم زیادہ سے زیادہ پانی جمع کر لیں گے اور جب گھمسان کا رن پڑے گا تو ہمارے مجاہد اس پانی کو پیئیں گے اور کفار کے پاس پانی کی کمی ہو گی۔ حباب بن منذرؓ کی اس جنگی چال کو نبی اکرم ﷺ نے پسند فرمایا اور اُس مقام تک چلے گئے جہاں سارے کنویں اب مسلمانوں کے قبضے میں تھے۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔

اور مسلمان مختلف کاموں میں مصروف تھے کفار قریش ٹیلے کے دوسری طرف تھے وہ گانے بجانے اور شراب کے نشے میں مست اپنی لونڈیوں کے ناچ دیکھنے میں مصروف تھے۔

نبی اکرمﷺ کے صحابہ نے اپنے ہتھیاروں کو تیار کیا اپنے رب سے کامیابی کی دعا کی اور دیگر امور میں مشغول میں رہے۔ نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو کفارِ قریش کی قتل گاہوں سے آگاہ کیا۔

آپﷺ نے فرمایا یہاں فلاں کی لاش پڑی ہوگی اور یہاں فلاں کی لاش پڑی ہوگی۔

انھوں نے تمام کنویں بند کردیئے اور صرف ایک کنواں باقی رہنے دیا اور اس میں پانی جمع کردیا

۔

حضرت سعد بن معاذؓ آگے بڑھے اور رسول اللہﷺ کے پاس گئے۔

انھوں نے عرض کی!

یا رسول اللہﷺ کیوں نہ ہم آپﷺ کے لیے وہاں اُس کونے میں جو قدرے بلندی پہ ہے اور جہاں سے سارا میدان نظر آتا ہے آپ کے لیے ایک عریش (چھپر)) بنا دیں تاکہ آپﷺ وہاں آرام کریں اپنے رب سے ہمارے لیے دُعا کریں۔ وہاں حضور اکرمﷺ کی سواری کے لیے اونٹ تیار رہیں گے اور آپﷺ کی محافظت کے لیے صحابہ بھی موجود رہیں گے۔ ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں گے اور آپﷺ ہمارے لیے دُعا کریں گے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا فرمائی پھر تو ہمارا مدعا پورا ہوگیا۔ تاہم اگر مشیت الٰہی سے کفار ہم پہ غلبہ پالیں تو آپﷺ مدینہ کے لیے روانہ ہوجائیں۔ آپﷺ جانتے ہیں کہ مدینہ میں آپﷺ سے محبت کرنے والے بہت سے جانثار موجود ہیں جو آئندہ پیش آنے والے معرکوں میں آپﷺ کے بازو بنیں گے وہ خلوص اور ایثار میں شاید ہم سے بھی بڑھ کے ہیں۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے اس خیال کو پسند فرمایا اور اُن کو عریش تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ مسلمانوں نے آنحضرت محمدﷺ کے لیے میدان بدر میں عریش تعمیر کردیا۔

جمعہ کی رات کو خوب بارش ہوئی اور یہ مسلمان لشکر کے لیے اللہ تعالیٰ کی پہلی غیبی امداد تھی۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ زمین جو مسلمانوں کے قدموں کے نیچے تھے ہموار اور پختہ ہوگئی اور اب

اس میں پاؤں نہیں دھنستا تھا۔جبکہ ٹیلے کی دوسری طرف جہاں کفارِ قریش کے لشکر کے خیمے تھے بے پناہ کیچڑ جمع ہو گیا تھا جو نہ سواری کے پاؤں کو ٹھہرنے دیتا تھا نہ لوگوں کے پاؤں کو۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ!

اُس بارش سے ہم نے خوب لطف اٹھایا ہم جو کئی دن سے سفر میں تھے اور ہمارے بدن مٹی اور دھول سے اٹے ہوئے تھے اس لیے ہم میں سے کوئی نہ تھا جو اس بارش میں خوب نہایا نہ ہو۔صحابہ مسرور تھے جب کہ کفارِ قریش کے لیے یہ بارش اذیت کا باعث تھی۔

قرآنِ حکیم میں اس بارے میں ارشاد ہوا کہ؛

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الانفال ؛ آیات11)

ترجمہ؛

”اور اس سے قبل تم پہ آسمان سے پانی برس رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعے تم کو حدث اصغر و اکبر سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسے کو دور کر دے اور تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمھارے پاؤں جما دے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت علیؓ ہی نے روایت کیا ہے کہ!

اس رات ہم خوب ڈٹ کر سوئے اور ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہ تھا جو جاگتا ہو۔

چنانچہ روز بدر جب مسلمان اٹھے تو وہ خوب ہشاش بشاش تھے اور جب کہ کفار ساری رات شباب و کباب اور رقص و سرور میں مصروف رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کی طرح ہشاش بشاش نہ تھے۔

حضرت علیؓ کے حوالے سے امام حلبیؒ لکھتے ہیں کہ!

ہم سارے لوگ تو خوب جی بھر کے سوئے جبکہ نبی اکرم ﷺ ساری رات ایک درخت کے نیچے عبادت میں مصروف رہے آپ ﷺ لمبے لمبے سجدے کرتے تھے اور لمبے لمبے رکوع کرتے تھے۔

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مہاجرین کو تو اس بات کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ انھوں نے اگلی صبح قریش سے جنگ کرنی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے اُن میں سے اکثر تو خود بھی اہل قریش ہی سے تھے تاہم انصارِ مدینہ ضرور قریش سے کسی حد تک مرعوب تھے۔ اس لیے کہ مدتوں سے قریش کے مقابل کوئی نہ اترا تھا۔ لوگ اُن سے جنگ تو کیا کرتے بلکہ اُن سے یک گونہ عقیدت رکھتے تھے اس لیے کہ وہ بیت اللہ کے والی تھے، اللہ کے گھر کے محافظ تھے، اللہ کے گھر آنے والوں کے میزبان تھے۔ چنانچہ قریش کے خلاف جنگ کرنا عربوں کے لیے قدرے اجنبی ضرور تھا تاہم مسلمانوں کو اب اُن سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور وہ اس بات کے لیے بیتاب تھے کہ اُن کا سامنا دشمن ہو اور وہ اُن سے اس بات کا بدلہ کہ انھوں نے ایک عرصہ تک رسول اللہ ﷺ کو اذیت میں مبتلا رکھا۔

❐❐❐

جنگ بدر نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ اب خطہ عرب کا دین اسلام ہی ہوگا اور کافر جتنا چاہے زور لگا لیں اللہ کے دین کو ہر حال میں غالب ہونا ہے۔ اسلام اور کفر کی طاقتوں کے مابین ہونے والی اس جنگ نے اشرار قریش کا خاتمہ کر دیا تھا۔

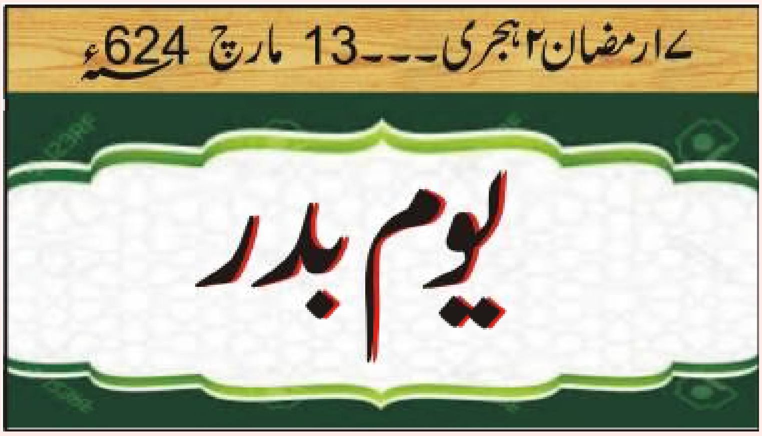

اور اِس دن کے سورج نے وہ حیرت انگیز منظر دیکھے جو اس نے اپنی کروڑوں سال کی عمر میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ وہ شاید قیامت تک حق کے جانثاروں کی اُس شجاعت کو نہ بھلا سکے گا جو اُس روز نگاہوں کو ششدر کرتے تھے۔ جس دن حق اور باطل کا فرق واضح ہو گیا تھا، اُس روز کفارِ قریش کی فرعونیت کچلی گئی تھی اور اسلام کا بول بالا ہو گیا تھا۔ عربوں نے جان لیا تھا کہ اب اسلام ہی اُن کا دین ہوگا اور اس کے بعد اسلام اتنی تیزی سے پھیلا کہ خود مسلمانوں کو بھی اس کا گمان نہ تھا کہ چند ہی سال میں وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ اسلامی لشکر وقت کی سپر طاقتوں کے دروازوں پہ دستک دینے لگے تھے اور وہ ایک ایسا دن تھا جس دن چند شاہ بختوں نے دنیا کی آئندہ تاریخ کی بنیاد رکھی تھی۔

اُس روز نبی اکرم ﷺ نے نماز فجر کے وقت مسلمانوں کو پکارا اور فرمایا:

مسلمانوں نماز کے لیے نکلو!

نماز کے بعد آپ ﷺ نے پہلے تو اللہ رب العزت سے دُعا فرمائی اور اس کے بعد صحابہ کو جنگ

پہ ابھارنے کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی زرہ زیب تن کر رکھی تھی اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ کی زرہ کا نام امام حلبی نے " **ذات الفضول** " لکھا ہے اور آپ ﷺ کی تلوار کا نام "**عضب**" تھا۔

آپ ﷺ نے دُعا میں فرمایا:

اے اللہ! یہ مسلمان پا پیادہ ہیں ان کو سواریاں عطا فرما۔

اے اللہ! یہ ننگے ہیں اِن کو لباس عطا فرما۔

اے اللہ! یہ بھوکے ہیں اِن کو شکم سیری عطا فرما۔

اے اللہ! یہ لوگ غریب اور مسکین ہیں اِن کو اپنے فضل سے مالا مال کر دے۔

صحابہ کہتے ہیں کہ!

مقام بدر سے واپسی پہ ہم نے جانا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ہر ایک دُعا کو قبول فرمایا ہے اس لیے کہ ہم میں سے کوئی نہ تھا جس کے پاس سواری کے لیے کم از کم دو اونٹ نہ ہوں۔

ہم میں سے کوئی نہ تھا جسے مال غنیمت سے مال نہ ملا ہو۔

ہمیں کفار کی رسد سے اس قدر کپڑا اور کھانے پینے کی چیزیں ملی تھیں کہ ہم حیران رہ گئے تھے اور وہ اڑھائی لاکھ درہم اس سے علاوہ تھے جو کفار قریش نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مسلمانوں کو ادا کیے تھے۔

جنگ کے بعد ہم میں سے ہر فرد آسودہ حال ہو گیا تھا۔

دُعا کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

"اما بعد! میں تمھیں ایسی بات کی طرف ابھارتا ہوں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمھارا انتخاب کیا ہے، یہاں تک کہ جب انسان تنگی اور سختی کے وقت صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام تکلیفوں سے بچا لیتا ہے"۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ صحابہ کی صفیں بنانے میں مشغول ہو گئے۔

آپ ﷺ نے دیکھا کہ ٹیلے کی اوٹ سے لشکر قریش نمودار ہوا ہے۔

اُن کے انداز میں تکبر تھا اور چال میں رعونت وہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دیکھا تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا کے لیے پھر سے ہاتھ اٹھا لیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر اور فخر سے چلا آ رہا ہے تا کہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے، اے اللہ! اپنی مدد بھیج جس کا تُو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ اِن لوگوں کو ہلاک کر دے۔ اے اللہ! تو نے مجھ پہ کتاب نازل فرمائی اور مجھے ثابت قدم رہنے کا حکم دیا۔

اے اللہ! تو نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پہ غلبے کا وعدہ فرمایا اور تو یقیناً اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اس لیے اے اللہ! آج اس امت کے فرعون ابو جہل کو کہیں پناہ وٹھکانہ نہ دینا۔

اے اللہ! زمعہ بن اسود بچ کر نہ جائے۔

اے اللہ! ابو زمعہ کو راندۂ درگاہ کر دے۔

اے اللہ! ابو زمعہ کو کور چشم کر دے۔

اے اللہ! سہیل بن عمرو آج بچ کے نہ جانے پائے۔

عتبہ بن ربیعہ سرخ اونٹ پہ سوار تھا جب وہ اترا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا مجھے ابھی تک اس شخص سے خیر کی توقع ہے اگر قریش اس کی بات مان لیں تو اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ روز بدر قوم قریش پہ اسی طرح کا عذاب تھا جس طرح کہ اس سے قبل قومیں اللہ کے عذاب کا شکار ہوتی رہیں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ انھیں حادثاتی

طور پہ دنیا سے ذلیل کر کے اٹھا لیتا تھا مگر روز بدر اللہ نے انھیں اپنے مجاہدین کے حوالے کر دیا تھا۔ چنانچہ بعض صحابہ بیان کرتے ہیں کہ روز بدر ہم کسی مشرک کو قتل کرنے کے لیے تلوار بلند کرتے تو اس سے قبل کہ ہماری تلوار اُس تک پہنچتی اُن کا سر گردن سے جدا ہو چکا ہوتا اور ہم ششدر رہ جاتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بتایا کہ جبرائیل اپنے لشکروں کے ساتھ تمھارے ہم رقاب تھے۔ قریش جب خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری کے پاس سے گزرے تو اس نے کفارِ قریش کی دلجوئی کے لیے اُن کو کچھ اونٹ پیش کیے تا ہم اہل قریش نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

اگر تو ہماری جنگ اُن لوگوں سے ہے جن کو اس سے قبل ہم نے اُن کے گھروں سے نکال دیا تھا تب تو یقیناً ہم ہی غالب رہیں گے اور ہم میں اُن کے مقابل کوئی کمزوری نہیں ہے۔ تا ہم اگر یہ لڑائی اللہ کے خلاف ہے جیسا کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں تب معاملہ یقیناً مختلف ہو جائے گا اس لیے کہ اللہ سے لڑنے کی کس میں طاقت ہے۔

پھر لشکر قریش مسلمانوں کے مقابل میدان بدر میں جمع ہونا شروع ہوا۔

اُن کے کچھ لوگ مسلمانوں کے چشموں سے پانی پینے کے لیے اترے۔ صحابہ نے اِن کو روکنا چاہا مگر نبی اکرم ﷺ کی ہدایت پہ صحابہ ایک طرف ہٹ گئے اور کہا گیا کہ اُس روز جس نے بھی مسلمانوں کے چشموں سے پانی پیا وہ مارا گیا۔ سوائے حکیم بن حزام کے کہ اللہ نے اُس کے مقدر میں ہدایت لکھی تھی بعد میں وہ مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور اس کے بعد تو یہ الفاظ اُن کا تکیہ کلام ہو گیا تھا کہ اُس ذات کی قسم جس نے مجھے روز بدر نجات عطا فرمائی تھی۔

کفار نے اپنی صفیں سیدھی کیں۔

اس کے بعد انھوں نے عمیر ابن وہب جمحی کو مسلمانوں کے لشکر کے گرد ایک چکر لگانے کے لیے بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگا سکیں۔ عمیر اپنے گھوڑے پہ سوار ہو کے نکلا اور

مسلمانوں کے لشکر کے گرد ایک چکر لگایا اور واپس چلا گیا۔ وہ قریش کے پاس اترا اور کہا:
وہ تین سو ہوں گے یا اس سے کچھ زیادہ۔
مگر ٹھہرو!

میں نے اُن کے ہاں اِک ایسا سکوت دیکھا ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ سربکف لوگ موت کو اپنے کاندھوں پہ اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے وہ اونٹنی ہوتی ہے جسے تم عرب اس کے مالک کی قبر پہ باندھ دیتے ہو اور پھر اسے بھول جاتے ہو۔ یثرب کے یہ لوگ کم بولتے ہیں جیسے کہ گونگے ہوں۔ وہ مہر بہ لب گونگے سانپوں کی طرح محسوس ہوتے ہیں جن کی پھنکار دور تک جاتی ہے اور لوگوں کا سانس سوکھ جاتا ہے بخدا! یہ وہ لوگ ہیں جس کا کوئی حمائتی نہیں اور اُن کا پورا بھروسہ اپنی تلوار پہ ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹنے کی خواہش نہیں رکھتے اور یہ بہت خوفناک امر ہے۔ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں اِن میں سے تم کسی کو اُس وقت تک قتل نہ کر سکو گے جب تک کہ وہ تمھارے کسی آدمی کا خون نہ بہالے اور غور کرو اگر انھوں نے تمھارے اتنے آدمی بھی قتل کر دیئے جتنے وہ ہیں تو اس کے بعد زندگی میں کیا مزہ رہ جائے گا۔
اس لیے اہل قریش میرا مشورہ یہ ہے کہ ایک بار پھر سوچ لو!
یہ عمیر کی نگاہِ دانش تھی کہ انھوں نے اِن امور کو بھی محسوس کر لیا جو مسلمانوں کے دلوں میں تھے وہ اُن امور سے بھی واقف ہو گیا تھا جو اس جنگ کے بعد پیش آنے والے تھے۔ اُس نے مسلمانوں کی آنکھوں میں ابلتے اُس شوق کو بھی دیکھ لیا تھا جو مجاہدین کا اثاثہ ہوتا ہے اور عمیر نے مسلمانوں کی آنکھوں کی سرخی سے اُس وحشت کو بھی جان لیا تھا جس کی نظر قوم قریش ہونے والی تھی۔ تو اتنا زیرک انسان آخر کتنی دیر تک اسلام سے دور رہ سکتا تھا۔ چنانچہ غزوہ بدر کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور اگلے سال جنگ احد میں وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑے تھے۔

حکیم ابن حزام کا شمار بھی اُن کے صاحب دانش افراد میں ہوتا تھا اُس نے جب عمیر کی یہ باتیں سنیں تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس پہنچا!

حکیم ابن حزام نے عتبہ سے کہا:

اے ابوالولید! تم قریش کے بڑے اور سردار ہو اور لوگ تمھاری بات کو مانتے ہیں کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ رہتی دنیا تک تمھارا ذکر خیر و بھلائی کے ساتھ کرتے رہیں۔

عتبہ نے کہا! بھانجے کھل کے بات کرو۔

حکم ابن حزام نے کہا:

بہتری اسی میں ہے کہ تم لشکر قریش کو واپس لے چلو۔

عتبہ نے جب ساری بات سنی تو اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی کہ یہ خونریزی نقصان دہ ہے۔

چناچہ وہ حکیم بن حزام کے ساتھ لشکر قریش کے سامنے آیا اور یہ خطبہ دیا؛

''اے گروہ قریش! خدا کی قسم تمھیں محمد ﷺ اور اُن کے اصحاب کے ساتھ جنگ کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ محمد ﷺ اور اُن کے اصحاب تمام کے تمام تمھارے رشتے دار اور عزیز ہی تو ہیں اگر تم اُن لوگوں کو قتل کرو گے تو خدا کی قسم ساری زندگی ایک دوسرے سے نظریں نہ ملا سکو گے۔ اس لیے کہ کسی نے کسی کے بھائی کو قتل کیا ہوگا تو کسی اور نے کسی کے باپ کو اور اس کے بعد تم ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگو گے اس طرح تم میں سے ہر شخص اپنے ہی خاندان کا قاتل بن جائے گا۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ تم محمد ﷺ اور اُن کے اصحاب سے الجھے بغیر واپس لوٹ چلو اور اُن کو اِن کے حال پہ چھوڑ دو۔ اگر تو عربوں نے اِن پہ غلبہ پا لیا تو تمھارا مسئلہ از خود حل ہو جائے گا اور اگر وہ عربوں پہ غالب آ گئے تو اُن کی حکومت تمھاری حکومت ہوگی اور اُن کی عزت تمھاری عزت ہوگی۔ آج اگر تمھیں اس طرح لوٹنے میں عار محسوس ہوتی ہے اور غیرت آتی ہے تو مجھے بزدل کہہ لو اگر چہ سارا عرب جانتا ہے کہ میں بزدل نہیں ہوں اور جہاں تک ابن حضرمی کے قتل کا معاملہ ہے تو اس کی دیت میں ادا کرتا ہوں۔

اہل قریش نے عتبہ کی بات کو رد نہ کیا مگر عتبہ جانتا تھا کہ جب تک ابو جہل نہیں مانے گا یہ لشکر واپس نہ جائے گا چنانچہ اُس نے حکیم ابن حزام سے کہا۔

الحکم بن ہشام کے پاس جاؤ اور اسے اس صورت حال سے آگاہ کرو۔

حکیم ابن حزام ابو جہل کے پاس پہنچا تو وہ اپنی زرہ کے اوپر ایک اور زرہ چڑھا رہا تھا اور ہتھیار لگا رہا تھا۔

حکیم ابن حزام نے ابو جہل تک عتبہ کا پیغام پہنچایا۔

یہ سن کر ابو جہل غضبناک ہو گیا اور بڑی حقارت سے بولا!

تو عتبہ بزدل ہو گیا ہے۔

حکیم ابن حزام نے عتبہ سے جا کر کہا ابا الحکم باز نہیں آتا بلکہ اُس نے تم کو بزدل بھی کہا ہے۔

عتبہ فوراً ابو جہل کے پاس پہنچا اور کہا: تم نے مجھے بزدل کہا۔

ابو جہل نے کہا! بخدا تمھارے علاوہ اگر کسی اور نے واپس جانے کا ارادہ کیا ہوتا تو میں اس کی گردن مار دیتا تمھیں تو صرف بزدل کہا ہے۔اور پھر تم ڈر کس بات سے رہے ہو مسلمان یہی نہیں جو سامنے نظر آ رہے ہیں خدا کی قسم اِن کو تو ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہی کافی ہو جائیں گے۔

ابو جہل نے دراصل تو عتبہ کے بارے میں ایک عرب محاورہ کہا تھا۔

اس شخص کو کہہ دو جو اپنی سرینوں کو خوشبوؤں سے رنگ رہا ہے کہ ہم اس وقت تک یہاں سے ہٹنے والے نہیں جب تک کہ مسلمانوں کو ختم نہ کر لیں۔

اس کے بعد ابو جہل اہل قریش کے لشکر کی طرف نکلا اور اُن سے کہا:

ابو الولید تمھیں جنگ سے اس لیے منع کر رہا ہے کہ اسے خدشہ ہے کہ محمد ﷺ کے ساتھ اُن کا جو بیٹا ہے وہ بھی قتل ہو جائے گا اور محمد ﷺ بھی تو اس کے چچا زاد بھائی ہیں اس لیے ڈٹے رہو

اہل قریش میں بہت سے تھے جو صرف ابو جہل کی بات پہ یقین رکھتے تھے۔اس کے بعد ابو جہل

نے ایک اور چال چلی اور ابن حضرمی کے بھائی عامر کو کہا کہ وہ قریش کے لشکر کے سامنے نکلے اور اپنے بھائی کے ثار کی پکار دے۔ چنانچہ اُس نے ایسے ہی کیا اور وہ اٹھا اس نے اپنی قمیض الٹی اور اپنے جسم پہ مٹی ڈال کے دہائی دینے لگا ہائے میرا بھائی، ہائے میرا بھائی۔

اس سے اہل قریش کے جوش وجذبے میں اضافہ ہوگیا اور عتبہ کی بات دب گئی۔

عتبہ نے جب سنا کہ ابوجہل نے اسے سرینوں میں خوشبو لگانے والی عورتوں سے تشبیہ دی ہے تو وہ اشتعال میں آگیا اور کہا:

جلد ہی اس کو پتا چل جائے گا کون بزدل ہے اور کون بہادر ہے۔

ادھر جب عتبہ اہل قریش کو خطاب کر رہا تھا تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے پوچھا؟

یہ کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے اس لیے پوچھا تھا کہ وہ کفارِ قریش کی صفوں سے بہت قریب تھے۔ حضرت حمزہؓ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یہ عتبہ ہے اور اہل قریش کو جنگ سے منع کر رہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

اگر قریش اس کی بات مان لیں تو وہ شخص انھیں بھلائی کی طرف ہی تو بلا رہا ہے۔

اس دوران نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ ابن خطاب کو لشکر قریش کی طرف بھیجا اور وہ اہل قریش کے لیے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے صلح کا پیغام لے کر پہنچے تھے۔ حضرت عمرؓ لشکر قریش کے سامنے کھڑے ہوئے اور ان تک نبی اکرم ﷺ کا پیغام پہنچایا: انھوں نے کہا!

رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں سے کہا ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ یہ معاملہ اگر میں تمھارے سوا دوسرے لوگوں سے کروں تو یہ میرے لیے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ معاملہ تمھارے ساتھ پیش آئے۔

حکیم ابن حزام نے یہ پیغام سن کے کہا:

خدا کی قسم! انھوں نے انصاف کی بات کی ہے اور انصاف کی اس بات کے بعد اب تم شاید ہی اُن پہ غلبہ پاسکو۔

مگر ابوجہل جس پہ شیطان کا مکمل سایہ تھا فوراً بولا!

اب جبکہ یہ مٹھی بھر لوگ ہمارے قابو میں آ چکے ہیں تو خدا کی قسم ہم اس وقت تک ہر گز نہیں لوٹنے والے جب تک کہ اپنی تلواریں اُن کے خون میں نہ بھگولیں۔

حضرت عمرؓ واپس چلے گئے۔

اور اب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے اور جنگ کی چکی بس کچھ ہی دیر میں چلنے والی تھی۔

نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کی صفیں درست کر رہے تھے مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اُن کے پاس ستر کے قریب اونٹ تھے، پانچ گھوڑے تھے، بوسیدہ تلواریں اور ٹوٹی ہوئی یا کہن سال کچھ کمانیں تھیں اور تیر تھے اور جذبہ جانثاری تھا۔ اپنے دین سے محبت اور اُس کے غلبے کی چاہت تھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت تھی اور یہی کُل اثاثہ تھا جس کے بل وہ پہ کائنات کا سب سے معتبر معرکہ لڑنے کو تیار کھڑے تھے۔ دوسری طرف اہل قریش کے پاس سوزرہ پوش سوار تھے، سوزرہ پوش پیدل تھے، اُن کے پاس ہتھیاروں اور رسد و کمک کی کوئی کمی نہ تھی۔ کُل ملا کے وہ نوسو اور ہزار کے درمیان لوگ تھے اور اُن کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ابولہب کے سوا اہل قریش کے تقریباً تمام ہی سردار موجود تھے۔ اُن کے پاس اگر کسی چیز کی کمی تھی تو وہ یقین کی کمی تھی مگر اس کمی کو اُن کے جذبہ انتقام نے ڈھانپ لیا تھا۔ جس کی وجہ سے اُن کے ہاں جوش و خروش بہت زیادہ تھا وہ صدیوں سے اہل عرب کے سردار رہے تھے۔ وہ بہادر اور شجاع تھے میدان جنگ نے کبھی اُن کی پیٹھ نہ دیکھی تھی۔ وہ تمام عربوں پہ بھاری پڑتے تھے وہ اہل قریش تھے لڑائی اور جنگ اُن کے لیے معمول کی بات تھی۔ خون بہانا اور خون کا بہنا اُن کے لیے قطعاً کوئی اجنبی چیز نہ تھی اور قریش کے نام سے ہی باقی عرب سہم جایا کرتے تھے۔

چنانچہ آج اُن کا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے تھا جس کو وہ اچھی طرح جانتے تھے اور وہ تھوڑے تھے اور انھی میں سے تھے۔ اس لیے انھیں یقین تھا کہ وہ جلد ہی اِن کا صفایا کر دیں گے اور قرآن حکیم میں اس بات کا تذکرہ آیا ہے کہ ہم نے اہل قریش کی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا اور مسلمان اُن کو بہت ہی کم نظر آ رہے تھے اور اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار بھاگ نہ جائیں اور مسلمانوں کے دلوں میں اللہ نے سکنیت انڈیل تھی جس کی وجہ سے اُن کو اونگھ آتی تھی اور وہ دشمن کے رعب اور دبدبے سے خود کو آزاد محسوس کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واپس پہنچنے کے بعد نبی اکرم ﷺ صحابہ کے پاس گئے اور اُن کی صفیں درست کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر سے تھا جس کے اشارے سے آپ ﷺ اپنی قوم کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ جب بنی عدی بن نجار کے ایک صحابی حضرت سوادؓ بن غزیہ کے پاس سے گزرے تو وہ صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اپنے نیزے سے اُس کے پیٹ کو دبایا تاکہ وہ پیچھے ہٹ جائیں اور صف سیدھی ہو۔

مگر وہ صحابی تو درد سے دوہرے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ!

آپ ﷺ نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

مجھے بدلہ دیں۔

نبی اکرم ﷺ واپس پلٹے اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تاکہ وہ بدلہ لیں سکیں۔

حضرت سوادؓ بن غزیہ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ کے پیٹ مبارک کو چوم لیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟

انھوں نے کہا! جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے اس کے بارے میں آپ جانتے ہیں میری خواہش تھی کہ اس سے قبل میرا جسم آپ ﷺ کے جسم سے چھو جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس صحابی کے لیے دُعائے خیر کی۔

صحابہ کی صفیں سیدھی کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اُن کو آخری خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ

ہیں۔

”میں تمھیں اس بات پہ برانگیختہ کرتا ہوں جس میں اللہ عزوجل کی مرضی ہے اور اُن کاموں سے تم کو منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں منع فرمایا ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے وہ حق کا حکم دیتا ہے اور سچائی کو پسند کرتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں بلند منزلوں پہ فائز کرتا ہے اسی کے ساتھ اُن کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی سے انھیں فضیلت حاصل ہوتی ہے اور آج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پہ کھڑے ہو اس مقام پہ اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہ کرے گا سوائے اس کے جو محض اس کی رضا کے لیے کیا گیا ہو اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ حزن واندوہ کو دور کرتا ہے اور صبر کی برکت سے انسان کو غم سے نجات دیتا ہے اور اسی صبر سے انسان اپنی آخرت سے حصہ پائے گا تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تم کو بعض باتوں سے منع کرتا ہے اور بعض باتوں کا حکم دیتا ہے آج تمھیں حیا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کسی ایسے عمل پہ آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پہ ناراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تم سے بے زاری بہت سخت ہے اس بے زاری سے جو تمھیں اپنے آپ سے ہے اس نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کا حکم دیا ہے اِن کو غور سے دیکھو اور جو اپنی نشانیاں تمھیں دکھائی ہیں اور ذلت کے بعد تمھیں جو عزت بخشی ہے تو اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اس سے تمھارا رب تم سے راضی ہو جائے گا اور اِن مقامات پر اپنے رب کو آزماؤ تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے بیشک میں اور تم اس اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں جو حی و قیوم ہے وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور اسی کا دامن کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے اور سارے مسلمانوں کی“۔

صحابہ کی صفیں سیدھی کرنے کے بعد نبی اکرمﷺ نے اپنے اصحاب کو ملائکہ کی مدد کی خوشخبری سنائی۔ پھر آپﷺ اپنے عریش پہ تشریف لے گئے اور اللہ رب العزت سے دُعا کرنے لگے۔

اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کردے گا تو پھر اس زمین میں تجھے سجدہ کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

اے اللہ! جو وعدہ آپ نے مجھ سے فرمایا ہے اسے پورا فرمائیں۔

اے اللہ! میں تیری نصرت کا طلبگار ہوں۔

نبی اکرمﷺ اپنے اللہ کے حضور پورے خضوع وخشوع کے ساتھ آہ وزاری کرتے رہے آپﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور لب پہ صحابہ کی کامیابی کے لیے دُعائیں تھیں اسی محویت میں آپﷺ ے کندھے سے چادر لڑھک کے گر چکی تھی مگر آپﷺ کو اس کا احساس بھی نہ تھا تب حضرت صدیق اکبر آگے بڑھے اور فرمایا: بس کیجئے یا رسول اللہﷺ!

بہت ہو گیا! اللہ نے جو وعدہ آپ سے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔

اسی اثناء میں رسول اللہﷺ کو تھوڑی دیر کے لیے اونگھ آ گئی۔

اور یہ دراصل وحی تھی جس میں نبی اکرمﷺ کو کامیابی کی خبر پہنچائی گئی تھی۔

اور نبی اکرمﷺ خوش ہو گئے۔

آپﷺ فوراً حضرت ابوبکرؓ کی طرف مڑے اور اُن سے کہا:

ابوبکر دیکھو یہ جبرائیل ہیں! جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں اور اُن کے گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔

گھمسان کا رن پڑا

دوسری طرف کفر کے علم بردار تھے جو اپنی صفیں سیدھی کر رہے تھے مسلمانوں کی قلیل تعداد نے کفارِ مکہ کی رعونت اور تکبر کو بڑھا دیا تھا۔

ابو جہل نے اپنے ساتھیوں کو للکارا اور کہا:

لات و عزی کی قسم! ہم ہرگز واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ اِن مٹھی بھر مسلمانوں کو محمد (ﷺ) کے سمیت اِن پہاڑوں میں تتر بتر نہ کر دیں۔

اس کے بعد با قاعدہ جنگ کا آغاز ہوا۔

جنگ کی آگ کو پہلی چنگاری اسود بن عبدالاسد مخزومی نے سلگائی کہ جنگ شروع ہونے سے قبل اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ مسلمانوں کے چشمے سے پانی ضرور پیئے گا۔ چنانچہ وہ چشمے کی طرف بڑھا تو حضرت حمزہؓ نے اُس پہ حملہ کر دیا حضرت حمزہؓ کے وار سے زخمی ہونے کے باوجود وہ اپنی کٹی ہوئی ٹانگ سے چشمے کی طرف سرکتا رہا۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ وہ چشمے میں گرے اور اس کا پانی مسلمانوں کے استعمال کے قابل نہ رہے۔ مگر اس سے قبل کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کے اُس کا سر قلم کر دیا۔

اور معرکہ بدر کا یہ پہلا مقتول تھا جو قریش کی طرف سے قتل ہوا تھا۔

اب اہل قریش کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ

کے ساتھ میدان میں نکلا اور مسلمانوں کو عرب کے روایتی انداز میں دعوت مبازرت دی۔

مسلمانوں کے لشکر سے تین انصاری جوان نکلے اور آگے بڑھے۔

وہ وہ معوذ بن غفرا، معاذ بن غفرا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تھے۔[22*]

جب یہ انصاری میدان کے وسط میں پہنچے تو اُن کی زرہوں کی وجہ سے اہل قریش انھیں پہچان نہ سکے۔

چنانچہ انھوں نے پوچھا، تم کون ہو؟

انھوں نے اپنا تعارف کرایا۔

قریش نے اُن کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور اُن سے کہا:

ہم تمھارے ساتھ نہیں لڑنا چاہتے ہمارے مقابلے کے لیے ہمارے خاندان سے لوگ بھیجو۔

قریش کے اس مطالبے پہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؓ اٹھو، حمزہؓ اٹھو، ابو عبیدہؓ اٹھو!

چنانچہ اہل قریش کے مقابل قریش ہی سے اللہ کے یہ شیر میدان جنگ میں نکلے اور اہل قریش کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔

قریش نے دوبارہ پوچھا تم لوگ کون ہو؟

حضرت حمزہ ؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنا تعارف کرایا۔

اور قریش نے کہا، ہاں تم ہمارے ہم سر ہو۔

اس کے بعد مقابلہ شروع ہوا اور حضرت حمزہؓ کی تلوار بجلی کی طرح لپکی اور شیبہ ابن ربیعہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت علیؓ نے بھی اپنے مقابل کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور عتبہ کے بیٹے ولید پہ اس زور سے وار کیا کہ اُس کو درمیان سے چیر کے رکھ دیا۔

البتہ ابو عبیدہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے پہ وار کرنے لگے۔

انھوں نے ایک دوسرے کوزخمی کر دیا تھا۔

عتبہ کی تلوار نے حضرت ابوعبیدہؓ کی پنڈلی کاٹ دی تھی جس سے بے انتہا خون بہہ رہا تھا۔اور اس سے قبل کہ عتبہ اُن پہ وار کرتا حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اپنے مقابل سے فارغ ہو چکے تھے۔

وہ دونوں عتبہ کی طرف لپکے اوراس کا کام تمام کر دیا۔

پھر وہ حضرت ابوعبیدہؓ کو اٹھا کر پیچھے لے آئے۔

چند دن بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے اسی زخم کی وجہ سے وفات پائی۔

کفارِقریش کے لیے یہ نا قابل تلافی نقصان تھا اور انھیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ ان کے اس قدر اہم اور اعلیٰ درجے کے لوگ ایک پل میں ہی ہلاک ہو چکے ہیں

اس کے بعد عام جنگ چھڑ گئی۔

دونوں لشکر آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔

نبی اکرمﷺ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا تھا کہ تھا کہ نیزوں اور تلواروں سے مسلح افراد کو آگے رکھا تھا اور تیر اندازوں کو روک رکھا تھا۔

جب دشمن نزدیک ہونے لگتا تو تیر انداز اُن پہ تیر چلاتے۔

چنانچہ عام جھڑپ کے دوران مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ کے غلام مھجعؓ شہید ہوئے اُن کو ابن عامر حضرمی نے تیر مار کر شہید کیا تھا انصاری مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عمیرؓ شہید ہوئے۔

اس دوران انصار مدینہ میں سے بنو عدی بن نجار کے ایک صحابی حضرت حارثہؓ بن سراقہ اپنے تالاب پہ پانی پینے کے لیے آئے تو نا معلوم تیر اُن کی گردن میں پیوست ہو گیا اور وہ منزل شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔اس دوران نبی اکرمﷺ ایک بار پھر اپنے عریش سے نیچے اتر آئے تھے اور اپنے صحابہ کو جنگ پہ ابھار رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

سن لو! جو شخص آج صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہے گا اور اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا اور اس حالت میں قتل ہوگا کہ اُس کا منہ دشمن کی طرف ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں ہی حضرت عمیر بن حمامؓ کھڑے تھے اور اُن کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جنھیں وہ کھا رہے تھے۔

یارسول اللہ ﷺ! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میرے اور جنت کے درمیان صرف یہ کھجوریں حائل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے۔

حضرت عمیرؓ نے کھجوریں پھینکیں اور دشمن کو للکارتے ہوئے اُن کے درمیان جا اترے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے اپنی جان راہ خدا میں قربان کردی اور خود کو اللہ کی جنت کا حق دار ثابت کر دیا۔

ایک اور صحابی عوف بن حارثؓ جنگ کرتے کرتے نبی اکرم ﷺ کے پاس رُکے اور سوال کیا۔ ایسے وقت میں پروردگار کو بندے کی کون سی بات خوش کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

کہ بے زرہ ہوکر سر سے خود اتار کر بندے کا اپنا ہاتھ دشمن میں ڈبو دینا۔

حضرت عوف بن حارثؓ بھی نبی اکرم ﷺ کا جواب سن کے مسکرا دیئے اور اپنی زرہ اتار کے ایک طرف پھینک دی اور تلوار لیے ننگے بدن دشمن میں گھس گئے اور خوب جنگ کی یہاں تک کہ شہادت کا منصب حاصل کیا۔

امام بخاریؒ نے حضرت زبیر بن عوامؓ جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد تھے سے روایت کرتے ہوئے روز بدر کے بارے میں لکھا ہے کہ میں بدر کے روز جنگ میں مصروف تھا کہ قریش کے کسی سوار نے مجھے مقابلے کے لیے پکارا۔

چنانچہ میں اُس کی طرف مڑا!

وہ سرتا پا فولاد میں غرق ایک سوار تھا جس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پہ وار کیا جا سکے سوائے اُس کی آنکھوں کے۔

اور وہ عبیدہ بن سعید العاص تھا جس کی کنیت ابوذات الکرش تھی۔

اُس نے مجھ پہ حملہ کیا اور کہا:

"اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْکَرْشِ۔"

اگر ہمت ہے تو مجھ لڑو!

میں اُس کے وار کو بچا گیا اور اُس پہ جوابی حملہ کیا۔

میں نے اپنا نیزہ پوری قوت سے اُس کی آنکھ کے بیچ مارا اور میرا نیزہ دور تک اترتا چلا گیا۔ اور اُس کا قتل قریش کے لیے حیرت اور فکر کی بات تھی اس لیے کہ وہ اِن کا مسلّمہ شجاع تھا۔

وہ گھوڑے سے گر گیا اور خوفناک آواز میں چیخنے لگا۔

مگر مجھے اُس کے چیخنے کی کوئی پرواہ نہ تھی مجھے اگر فکر تھی تو اس بات کی تھی کہ میرے پاس اُس نیزے کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ تھا جس سے میں کفار سے لڑتا اور وہ نیزہ اُس کی آنکھوں سے ہوتا ہوا اُس کی کھوپڑی کی کسی ہڈی سے اٹک گیا تھا اور میرے زور لگانے کے باوجود باہر نہ نکلتا تھا۔ آخر میں نے اُس کے سر پہ اپنا پاؤں جمایا اور اپنا نیزہ نکالنے کے لیے پورا زور لگا دیا۔ میرا نیزہ اگرچہ نکل آیا مگر وہ ٹیڑھا ہو چکا تھا اس دوران ذات الکرش شاید ٹھنڈا ہو چکا تھا اس لیے کہ اب اُس کے چیخنے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ میں ایک طرف چلا گیا مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ اس وقت پورے عروج پہ تھی۔ جبکہ میں ایک طرف بیٹھا دو پتھروں کی مدد سے اپنے نیزے کے ٹیڑھے پھل کو سیدھا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میرا نیزہ جب کسی حد تک قابل استعمال ہو گیا تو میں نے زور سے تکبیر کہی اور میدان جنگ میں اتر گیا۔

تب میرا نیزہ میرا خوب ساتھ دے رہا تھا اور میں اُس وقت تک اسے دشمن کے جسم میں

گھسانے میں مصروف رہا جب میں نے دیکھا کہ کفار قریش اب بھاگ نکلے ہیں۔اور جب جنگ ختم ہوئی تو میں نے جانا کہ مسلمانوں میں میرے نیزے کی دھوم پڑی ہوئی ہے۔

حضرت زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ جنگ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے وہ نیزہ مجھ سے مانگ لیا۔جب نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو میں نے وہ نیزہ حضرت عائشہؓ سے واپس لے لیا۔مگر چند ہی روز بعد مسلمانوں کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ نیزہ مجھ سے مانگ لیا اور میں نے بہ خوشی وہ نیزہ انھیں پیش کر دیا۔پھر وہ نیزہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات تک انھی کے پاس رہا حتیٰ کہ اُن کی وفات کے بعد نیزہ پھر میرے پاس آ گیا۔مگر چند روز بعد ہی مسلمانوں کے خلفیہ حضرت عمرؓ نے ایک بار پھر وہ نیزہ مجھ سے مانگ لیا پھر یہ نیزہ انھیں کے پاس رہا۔حتیٰ کہ انھوں نے مسلمانوں پہ ایک طویل عرصہ تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔اُن کی وفات کے بعد بطور تبرک میں نے یہ نیزہ اُن کے وارثوں سے دوبارہ واپس حاصل کر لیا۔مگر چند روز بعد ہی مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مجھے طلب کیا اور وہ نیزہ مجھ سے مانگ لیا۔میں نے وہ نیزہ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں پیش کر دیا پھر وہ نیزہ حضرت عثمانؓ ہی پاس رہا حتیٰ کہ انھیں خارجیوں نے بے ایمانہ طور پہ شہید کر دیا اس کے بعد پتا نہیں چلا کہ وہ نیزہ کہاں گیا۔

ابوقتادہ کی آنکھ

حضرت عاصم بن عمرو بن قتادہ جو حضرت قتادہؓ کے پوتے تھے ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۃ المسلمین کے پاس حاضر ہوئے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اُن کو پہچانتے نہ تھے چنانچہ انھوں نے لوگوں سے پوچھا یہ آدمی کون ہے۔

حضرت عاصم نے کہا:

میں اپنا تعارف خود کراؤں گا۔

پھر وہ اٹھے اور کہا؛

اَنَا اِبْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ وَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَیْمَّارَدٖ

میں تو اُس مجاہد کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ جب اُس کے رخساروں پہ بہنے لگی تو مصطفیٰ کریمﷺ کی ہتھیلی نے لوٹایا اور یہ لوٹانا کتنا ہی اعلیٰ تھا۔

تب حضرت عمر بن عبدالعزیز اٹھے اور حضرت عاصم کو سینے سے لگایا۔

بلاشبہ تم شرف میں ہم سب سے بڑھے ہوئے ہو۔

اور یہ واقعہ بھی روز بدر کا ہے جب حضرت قتادہ کی آنکھ دشمن کے حملے کی وجہ سے اُن رخسار پہ بہنے لگی تو لوگوں نے چاہا کہ اُسے جسم سے الگ کر دیں مگر حضرت قتادہؓ نے انھیں روک دیا اور

کہا:

پہلے جا کر رسول اللہ ﷺ سے مشاورت کرو۔

چنانچہ صحابہ نے رسول ﷺ کو اس کی بابت آگاہ کیا اور اُس وقت رسول اللہ ﷺ عریش میں اپنے رب کے حضور دعاؤں میں مصروف تھے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ سے پوچھا؟

قتادہؓ کہاں ہے تم اسے میرے پاس کیوں نہیں لائے۔

اور صحابہ حضرت قتادہؓ کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئے۔آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت قتادہؓ کی آنکھ دوبارہ اُس جگہ رکھ دی جو اس کی اصل جگہ تھی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا کچھ لعاب حضرت قتادہؓ کی آنکھ والی جگہ پہ ملا اور حضرت قتادہؓ سے پوچھا؟

اب بتاؤ تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟

تو حضرت قتادہؓ کہتے ہیں خدا کی قسم میں اس سانحے کو فراموش کر چکا تھا جو چند لمحے قبل مجھے پیش آیا تھا۔مجھے نہ کوئی درد تھا اور نہ ہی مجھے دیکھنے میں کوئی دقت پیش آ رہی تھی۔تب رسول اللہ ﷺ نے میری تلوار مجھے پکڑائی اور کہا:

اسے لو اور کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف ہو جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد ہی میں پھر سے کافروں سے نبز د آزما تھا مجھے اُس آنکھ سے کچھ زیادہ ہی نظر آ رہا تھا جس کو نبی اکرم ﷺ نے درست فرمایا تھا۔

اور جنگ کے بعد جب میں لوگوں سے پوچھا کرتا کہ بتاؤ تو سہی کہ میری وہ کون سی آنکھ تھی جو روز بدر ضائع ہو گئی تھی۔مگر انھیں معلوم نہ پڑتا تھا کہ وہ کون سی آنکھ ہے مگر مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کون سی آنکھ ہے اس لیے کہ اُس کی چمک اور دیکھنے کی صلاحیت بڑھ چکی تھی۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

جب گھمسان کا رن پڑا تو ابو جہل نے اپنے رب سے درخواست کی ہم میں سے جو زیادہ قطع رحمی

کرنے والا ہے اور باطل پہ ہے اسے آج ہلاک کردے۔اس طرح ابوجہل خود ہی اس فیصلے کا طالب ہوا جو اللہ رب العزت نے اُس دن کے لیے مقدر فرما دیا تھا۔اور تب حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اپنے لشکروں کے ساتھ مسلمانوں کے ہمرقاب ہو گئے۔

ملائکہ اترتے ہیں

امام ابوالقاسم عبداللہ سہیلی نے علامہ ابن اسحٰق کی معرفت لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحب زادے عبداللہ بن ابی سے حضرت عباسؓ نے اور حضرت عباسؓ سے بنی غفار کے کسی آدمی نے بیان کیا کہ روز بدر جب مسلمانوں اور اہل قریش کے درمیان میدان سجنے والا تھا تب میں اور میرا ایک چچازاد بدر کی پہاڑیوں میں سے ایسے پہاڑ پہ چڑھ گئے جہاں سے پورا میدان صاف نظر آتا تھا اور ہمیں اس بات میں دلچسپی تھی کہ جب دونوں میں سے ایک فریق بھاگ نکلے تو ہم بھی لوٹ مار میں شامل ہو جائیں۔ ہم مشرک تھے اور ہماری خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے تاہم میرے چچازاد نے کہا: ہمارا مقصد تو تب پورا ہوگا جب قریش کو شکست ہو۔ اور وہ درست ہی کہہ رہا تھا اس لیے کہ مسلمانوں کے پاس سامانِ زیست بہت کم تھا۔ بلکہ اُن کے پاس تو ہتھیار بھی پرانے اور ناکارہ سے تھے۔ جبکہ اگر قریش کو شکست ہوتی تو بہت سا مال غنیمت تھا جو ہماری راہ دیکھ رہا تھا۔ اس لیے جلد ہی میں اپنے چچازاد کا حامی ہو گیا کہ قریش کو شکست ہونی چاہیے۔ اور پھر جنگ شروع ہو گئی اور ہم نے دیکھا کہ جنگ کے کسی بھی مرحلے پہ قریش مسلمانوں پہ غلبہ حاصل نہ کر سکے۔

اور پھر وہ ہوا جس کی ہمیں خواب میں بھی توقع نہ تھی۔

اور وہ واقعہ یوں تھا کہ ہماری نظریں میدان جنگ پہ مرکوز تھیں مگر ہم نے اپنے سروں کے اوپر کچھ سرسراہٹ محسوس کی تو ہم نے گھبرا کے اوپر دیکھا:

اور وہاں ایک بدلی سی تھی۔

اور بدلی میں ایک آواز تھی۔

اور کوئی کہنے والا کسی کو کہہ رہا تھا؛

اُقْدُمْ حَیْزُوْمُ!

حیزم قدم آگے بڑھاؤ!

اور ہم نے دیکھا کہ اُس بدلی سے کچھ سوار نمودار ہوئے جن کے عمامے سفید اور گھوڑے ابلق تھے۔

اور وہ میدانِ بدر کو اترتے تھے۔

میرا چچازاد بھائی تو اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور اُس کا دل پھٹ گیا۔

میں نے گھبرا کر اُس کو آوازیں دیں مگر وہ اب شاید آوزوں سے دور جا چکا تھا۔

اور خود میں بھی اس حیرت انگیز منظر کو دیکھنے کے بعد مرنے ہی والا تھا اور میرے دل پہ بھی جیسے کسی نے بھاری پتھر رکھ دیا ہو۔ مگر آخر میں بچ گیا۔

بہت مدت کے بعد جب اس پہاڑی والے نوجوان نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اُس کی بینائی جاتی رہی تھی تو ایک روز میدانِ بدر سے گزرتے ہوئے اُس نے ابوسید مالک بن ربیعہ سے کہا:

کاش تم تب میرے ساتھ یہاں آتے جب میری آنکھیں سلامت تھیں تو میں تمھیں بتاتا کہ کس گھاٹی کے پیچھے وہ بدلی تھی جس سے وہ سوار نمودار ہوئے تھے جنھوں نے کفارِ قریش کو قتل کیا تھا۔

خدا کی قسم! مجھے اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

علامہ ابن اسحٰق نے نبی مازن بن نجار کے بعض لوگوں سے روایت کی جن میں سے ابوداؤد مازی

خودغزوہ بدر میں حاضر تھےاوراہل قریش سے نبرد آزما تھے۔

انھوں نے کہا:

بخدا! روز بدر جب میں ایک قریشی کے پیچھے بھاگا تا کہ اُس پہ وار کرسکوں تو میں نے دیکھا کہ میرے اُس تک پہنچنے سے پہلے ہی اُس کا سراُس کے جسم سے جدا ہو چکا ہے۔تو میں حیرت سے ششدررہ گیا میں نے ادھراُدھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا جس پہ میں شک کرسکتا کہ اس کوفلاں شخص نے قتل کیا ہوگا:

اور مجھے یقین تھا کہ اُسے کسی ایسی مخلوق نے قتل کیا ہے جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا۔

بعد میں ہمیں نبی اکرمﷺ سے معلوم ہوگیا کہ حضرت جبرائیل اپنے لشکروں کے ساتھ ہمارے ہم رکاب تھے۔تب مجھے اُس قریشی کے قتل کا جواز مل گیا تھا جس سے میں مطمئن ہو گیا۔علامہ ابن اسحٰق نے لکھا کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے اس بات کو بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا ۔اس نے حضرت عبداللہ بن حارثؓ کے آزادکردہ غلام مقسم سے ان سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ روزِ بدر فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جن کے شملے انھوں نے اپنی پیٹھوں پہ لٹکائے ہوئے تھے۔اورروزِ حنین ملائکہ کی علامت سرخ عمامے تھے جن کو ہم میں سے بعض نے دیکھا تھا۔

علامہ ابن ہشامؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ ابن طالب فرمایا کرتے کہ عمامے عربوں کے سر کی تاج کی طرح ہیں اورروزِ بدر فرشتوں کی علامت سفید تعویذات تھے جوانھوں نے اپنی پیٹھوں پہ لٹکائے ہوئے تھے ۔البتہ اُن کے سردار حضرت جبرائیل دوسروں سے منفرد نظر آتے تھے کہ انھوں نے زرد رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا اوروہ ایک بلند قامت ابلق گھوڑے پہ سوار تھے۔

سراقہ بن مالک مدلجی جودراصل شیطان تھا اوراُس نے سراقہ کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اُس نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اُن کے لشکروں کو دیکھا تو کہہ اٹھا: اِن سے کون لڑ

سکتا ہے؟

سراقہ اور ابو جہل کا بھائی حرث ابن ہشام ساتھ ساتھ کھڑے تھے جب سراقہ الٹے پاؤں بھاگنے لگا تو حارث نے اُس کا بازو تھام لیا اور کہا:

کہاں جاتے ہو؟

سراقہ نے کہا! جہنم میں جاؤ تم لوگ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔

مگر حارث نے سراقہ کو پکڑ لیا۔

سراقہ نے حارث کے سینے پہ ہاتھ مارا اور حارث دور جا گرا۔

اسی دوران ابو جہل وہاں آ پہنچا اور اہل قریش بھی اِن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ سراقہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا ہے اور یہ امر عربوں کے لیے اجنبی تھا۔ کیونکہ شاذ و نادر ہی عربوں میں میدان جنگ چھوڑ کر کوئی اس طرح بھاگا ہو گا۔

مورخین کا یہ خیال کہ شیطان نے سراقہ کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا درست ہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ جب اہل قریش واپس مکہ پہنچے اور انہوں نے سراقہ کو طعن کیا کہ تم میدان جنگ سے بھاگ اٹھے تھے۔

تو سراقہ نے کہا:

خدا تم کو غارت کرے ہم میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہیں اور تم کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں بھلا تمھاری مدد کو میدان بدر میں کیوں جانے لگا۔

اور وہ درست کہہ رہا تھا۔

اب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور دونوں طرف سے خوب خون بہہ رہا تھا۔

اگرچہ زیادہ خون اہل قریش ہی کا بہہ رہا تھا۔

علامہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ جب جنگ کی چکی پورے زور سے چل پڑی تب حضرت عکاشہ بن محصنؓ بھاگے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کیا کروں؟

نبی اکرم ﷺ نے قریب پڑی ایک لکڑی اٹھائی اور عکاشہ بن محصنؓ کے حوالے کردی۔

لے اور اس سے کفار کے ساتھ جنگ کر۔

حضرت عکاشہ بن محصنؓ فرماتے ہیں میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا پھر اسی لکڑی کو لہراتا ہوا دشمن کی صفوں میں اتر گیا۔اور جب میں نے پہلے کافر پہ اُس سے حملہ کرنے کے لیے اسے لہرایا تو وہ لکڑی کے بجائے ایک عمدہ تلوار کی صورت اختیار کرگئی جس کا رنگ سفید تھا اور اس کا لوہا مضبوط تھا۔پھر میں اس تلوار کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

اور ایک مدت تک یہ تلوار حضرت عکاشہ بن محصنؓ کے پاس ہی رہی اس تلوار کا نام العون تھا۔

روزِ بدر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

عربوں کا بہترین شہسوار تمھارے ساتھ ہے۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندر اشتیاق جاگا کہ دیکھیں اللہ کے رسول نے کس کو عربوں کا بہترین شہسوار قرار دیا ہے۔

چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا!

عکاشہ بن محصنؓ۔

حضرت عکاشہ بن محصنؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اہل کفر سے ہونے والے تمام معرکوں میں شامل رہا اور اسی تلوار سے دادِ شجاعت دیتا رہا۔جنگ بدر کے بعد ایک دن جب نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تب آپ

ﷺ نے اپنے صحابہ کو بشارت دی کہ!

روزِ محشر میری امت کے ستر ہزار آدمی اس طرح جنت میں داخل ہوں گے جیسے کہ چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

تب حضرت عکاشہ بن محصنؓ فوراً اٹھے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ!

اللہ سے دُعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں شامل کر دے۔

نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اے میرے اللہ عکاشہ بن محصنؓ کو اُن میں شامل کر دے اور جب آپ ﷺ نے ہاتھ نیچے کیے تو فرمایا:

دُعا قبول کی گئی اور بے شک تو انھی میں سے ہے۔

اس کے بعد ایک انصاری اٹھے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے دُعا فرمائیں مجھے بھی اُن میں شامل کر دے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عکاشہ تم پہ سبقت لے جا چکا ہے اور دُعا ٹھنڈی ہو گئی۔

حضرت عکاشہ بن محصنؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد تک زندہ تھے اور فتنہ ارتداد میں آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ شامل تھے۔ اُسی جنگ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ طلیحہ بن خویلد الاسدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ابن سعدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جنگ شروع ہونے سے قبل نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ بنو ہاشم کو قتل مت کرنا۔ اس لیے کہ وہ اپنی مرضی سے قریش کے ساتھ نہیں آئے بلکہ ابو جہل نے اُن کے ساتھ زبردستی کی ہے۔ ابوالبختری کو بھی قتل مت کرنا اس لیے کہ وہ مکہ میں میری حمایت کیا کرتا تھا۔

جب یہ بات حضرت حذیفہؓ نے سنی تو وہ کہہ اٹھے!

بخدا! ہم تو اپنے بھائیوں کو قتل کریں، اپنے باپ کو قتل کریں اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کریں اور عباس بن عبدالمطلب کو چھوڑ دیں۔

خدا کی قسم! اگر وہ میرے ہاتھ لگے تو میں اُن کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا۔

صحابہ نے حضرت حذیفہؓ کی یہ بات آنحضرت محمد ﷺ تک پہنچادی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا:

اے ابوالحفص!

کیا اللہ کے رسول کے چچا کے چہرے پہ تلوار سے وار کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم وہ پہلی بار تھی جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابوالحفص کہہ کر پکارا تھا۔

میں نے جواب دیا:

یارسول اللہ ﷺ! ابوحذیفہ منافق ہوگیا ہے مجھے اجازت دیں میں اُن کا سر قلم کردوں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے انکار کردیا؛

ادھر حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب میرا غصہ اترا تب میں نے جانا کہ مجھے یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ مجھے اس بات کا انتہائی دکھ تھا اور مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں شہید ہوجاؤں اور رسول اللہ ﷺ کا سامنا نہ کروں۔اس لیے کہ جتنے برے الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے اُن کا مداوا شہادت کی صورت ہی ممکن تھا۔جنگ بدر میں تو اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تاہم بہت بعد میں وہ جنگ یمامہ کے موقع پہ شہید ہوئے۔

چنانچہ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق بنو ہاشم کے لوگوں کے قتل سے گریز کرتے رہے۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

جنگ کے دوران ایک انصاری صحابی مجذر بن زیادؓ نے اپنے ساتھیوں سمیت ابوالبختری اور اسکے دوست جنادہ بن ملیح کو گھیر لیا۔

صحابہ بڑھ بڑھ کے ابوالبختر ی کے دوست پہ حملہ کرنے لگے۔

ابوالبختر ی حیران ہوئے کہ وہ اِن پہ حملہ کیوں نہیں کرتے۔

انھوں نے اپنے مخالفین کو للکارا اور کہا:

میری طرف آؤ مجھ پہ حملہ کرو مجھ سے کیوں ڈرتے ہو۔

صحابہ نے ابوالبختر ی سے کہا؛

تم ایک طرف ہٹ جاؤ،ہمیں تم کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور میرے دوست کا کیا ہوگا؟

ابوالبختر ی نے پوچھا؟

اسے تو ہم نہیں چھوڑیں گے،صحابہ نے کہا:

ابوالبختر ی نے کہا! بخدا ایسا نہ ہوگا۔

یا تو ہم دونوں اکٹھے مریں یا دونوں اکھٹے جئیں گے تا کہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں میں نے اپنی زندگی بچانے کی خاطر اپنے دوست کو مروا دیا۔اس کے بعد وہ صحابہ پہ ٹوٹ پڑے مجبوراُ صحابہ کو بھی جواباً کاروائی کرنی پڑی اس طرح ابوالبختر ی اور اُس کا دوست دونوں قتل ہو گئے۔

❐❐❐

ابو جہل قتل ہوا

حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ نو جوان اور کم عمر صحابہ تھے[11*]۔انھوں نے اس سے پہلے ابو جہل کو نہ دیکھا تھا۔چنانچہ انھوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے پوچھا؟ چچا جان ابو جہل کہاں ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے پوچھا؟

تمھیں اس سے کیا کام ہے۔

میں نے کہا، میں نے سنا ہے کہ وہ بد بخت رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا اس لیے اگر وہ مجھے مل جائے تو بخدا میرا بدن اس کے بدن سے اُس وقت تک جدا نہ ہوگا جب تک ہم دونوں میں سے وہ ہلاک نہ ہو جائے جسے ہلاک ہونے کی جلدی ہو۔

مگر بیٹا اُس تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔

پھر انھوں نے لوگوں میں گھرے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

وہ رہا ابو جہل!

میں نے اُس پہ اپنی آنکھیں جما دیں اور موقع پا کر اُس کے قریب ہوتا رہا۔

ہر طرف احد احد کی آوازیں آ رہی تھیں کہ احد احد اُس جنگ میں مسلمانوں کا شعار تھا۔

پھر اچانک میں نے جانا کہ اب ابو جہل پہ حملہ کرنا ممکن ہے۔

میں نے اپنی تلوار لہراتا ہوا اس پہ حملہ آور ہوا اور اس کی پنڈلی کو کاٹ دیا۔

دوسری طرف سے میرا بھائی معوذ اُس پہ حملہ آور ہوا۔

وہ زمین بوس ہو گیا۔

اُس کے بیٹے عتبہ نے مجھے ابو جہل پہ حملہ آور ہوتے دیکھ لیا تھا۔اس لیے اچانک ہی وہ میری طرف پلٹا اور میرے بازو پہ زور سے وار کیا،اور اُس نے میرا بازو کاٹ دیا تھا۔

مگر اس کے باوجود میں جہاد میں مصروف رہا اور میرا بازو ایک طرف لٹکتا تھا۔

میرے جسم اور میرے بازو کے مابین رسی جیسا کچھ ماس تھا جس نے بازو کو الگ ہونے سے روک رکھا تھا۔مگر چونکہ میرا یہ بازو اللہ کی راہ میں مجھے جہاد کرنے سے روک رہا تھا اسلیے میں نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور زور لگا کے اُس کو اپنے جسم سے الگ کر دیا۔

معاذ بن غفراؓ حضرت عثمان غنیؓ کے دور تک زندہ رہے تھے۔

مشرکین مکہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے عبدالرحمان ابی بکر بھی شامل تھے۔عبدالرحمان ابی بکر بہت اچھے شمشیر زن اور بہادر جوان تھے۔جنگ کے بعد جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا:

ابا جی روزِ بدر آپ دو دفعہ میری تلوار کے نیچے آئے تھے مگر میں پہلو بچا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا: بخدا! اگر تم ایک دفعہ بھی میری تلوار کے نیچے آتے تو میں تمھارا لحاظ نہ کرتا تمھیں قتل دیتا۔

اور روزِ بدر ایسا ہوا بھی تھا۔

کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا جو مشرکین مکہ کے ساتھ آئے تھے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ بیان کرتے ہیں کہ میری تلوار کے نیچے میرا والد آیا مگر میں طرح دے

گیا۔مگر میرا والد تھا کہ میرا پیچھا چھوڑنے کو تیار ہی نہ تھا اور میرا تعاقب کررہا تھا۔

آخر میں پلٹا اور اپنے باپ پہ زور سے وار کیا اور انھیں قتل کردیا۔

تب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔

لوگوں کی پوری توجہ جنگ کی طرف تھی۔

تب اللہ کے فرشتے قطار اندر قطار اترے اور مسلمانوں کی مدد کی۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی مشرک کو قتل کرنے کے لیے تلوار لہراتے مگر اس سے پہلے کہ اسے ہماری تلوار لگتی اُس کا سر جسم سے الگ ہو کر دور جا گرتا۔

تب حضرت جبرائیل آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ کھڑے تھے انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے فرمایا ایک مٹھی خاک اِن کی طرف اچھال دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا مجھے کچھ کنکریاں اکٹھی کردو۔

انھوں نے مٹھی بھر کنکریاں رسول اللہ ﷺ کو دیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اِن کو کفار قریش کی طرف اچھال دیا۔

کوئی کافر نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ پر یہ خاک نہ پڑی ہو۔

اس کے ساتھ ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا۔کفار قریش کو شکست ہو گئی تھی اور وہ اپنی ناچنے گانے والیوں کو لاوارث چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔تیز بھاگنے کے لیے وہ اپنی زرہیں اور ہتھیار میدانِ جنگ ہی میں چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔اب مسلمان اُن کا تعاقب کررہے تھے اور کفارِ قریش اُن کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔

مسلمانوں نے اُن میں سے بہت سوں کو گرفتار کرلیا تھا۔

اسی دوران جب قریش میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تب حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ اپنے ہاتھ میں دو زرہیں لیے جارہے تھے کہ امیہ بن خلف نے مجھے آواز دی اور زمانہ جاہلیت میں وہ میرا گہرا دوست تھا۔

اُس نے مجھے میرے جاہلیت کے نام سے پکارا مگر میں نے توجہ نہ کی۔

پھر مجبوراً اُس نے مجھے میرے اُس نام سے پکارا جو رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا اور مکہ میں اس نے مجھے کبھی بھی اس نام سے نہ پکارا تھا۔

مگر اب اُس کا برا وقت شروع ہو چکا تھا۔

وہ بدترین کافر تھا یہ وہی امیہ ہے جو عرب کی بھری دوپہروں میں حضرت بلالؓ کو سلگتی گرم ریت پہ لٹا کر اُن کے سینے پہ جلتا پتھر رکھ دیا کرتا تھا۔

مگر آج قریش کی اس بدترین ذلت کے بعد اُس کی بے بسی دیدنی تھی۔

چنانچہ جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے مجھ سے کہا:

اگر میرا تم پہ کچھ حق ہے تو میں تمھارے لیے اِن زرہوں سے زیادہ اہم ہوں جو تم نے اٹھا رکھی ہیں۔ میں نے زرہیں پھینک دیں اور اُس کا بازو پکڑ کر تیزی سے ایک طرف لے چلا۔ اس لیے کہ اُس وقت ہر کافر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا اور میں چاہتا تھا کہ اسے محفوظ کرلوں۔ یعنی اب وہ میرا قیدی تھا اور میرے دل میں صرف یہی لالچ تھا کہ شاید وہ اب ہی اسلام قبول کر لے۔

تبھی دور سے حضرت بلالؓ نے ہمیں دیکھ لیا۔

پہلے تو انھوں نے کچھ غور کیا کہ میرے ساتھ کون ہے پھر جب وہ جان گئے کہ میں امیہ بن ابی خلف اور اُس کے بیٹے علی کو لے جا رہا ہوں تو وہ پکار اٹھے۔

وہ رہا اللہ کا دشمن!

اگر آج یہ بچ گیا تو پھر میں نہیں بچوں گا۔

میں نے حضرت بلالؓ کی منت کی اور اُن سے کہا:

میرے قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک نہ کرو۔

مگر انھوں نے میری بات سنی ان سنی کردی اور پکارے۔

اے آلِ ثعلبہ میری مدد کو پہنچو!

اے اہل قریش میری مدد کو آؤ!

پل بھر میں مسلمانوں کے کئی سوار حضرت بلالؓ کی مدد کو پہنچ گئے۔

اُن میں حضرت عمار بن یاسرؓ تھے ، حضرت حبیب ابن اسافؓ تھے ، حضرت معاذ بن غفراءؓ تھے، حضرت خارجہ ابن زیدؓ تھے۔اوراب وہ عربوں سے چھینے گئے تیز رفتار گھوڑوں پہ سوار تھے اور کسی آفت کی طرح دکھائی دیتے تھے۔

امیہ بن ابی خلف ایک بدصورت موٹے بدن اور چھوٹے قد اور سیاہ رنگ کا آدمی تھا اور اُس سے فرار ہونے کے لیے تیز چلا نہیں جا تا تھا۔

حضرت بلالؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

یہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے اور مجھے دین حق سے ہٹانے کے لیے یہ مجھ پہ بے پناہ اور ہیبت ناک تشدد کیا کرتا تھا۔

اور حضرت بلالؓ سچ ہی کہہ رہے تھے۔

امیہ کے ساتھ اُس کا نوجوان بیٹا علی بھی تھا جس کا ایک بازو میں نے تھام رکھا تھا اور دوسرا امیہ نے۔

علی نے مجھ سے پوچھا؟

وہ شخص کون ہے جس نے اپنی زرہ میں پروں کا نمدہ لگا رکھا ہے اُس شخص نے ہمارے بہت سے آدمیوں کا خون کیا ہے۔

وہ حضرت حمزہؓ ہیں میں نے کہا:

اور پھر اسے کھینچتا ہوا ایک طرف کو لے چلا اور اُن سے کہا:

اگر بچنا چاہتے تو ذرا تیز چلو!

اور علی کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد اپنے

خاندان والوں کے رعب میں آ کے دین اسلام سے پھر گئے تھے اگر چہ اس سے قبل اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔جب مسلمان سواروں نے ہم کو گھیر لیا تو میں نے ایک کمزور سی کوشش ضرور کی اور اُن سے کہا:

یہ میرے قیدی ہیں مگر میری بات کی بجائے مسلم سواروں کی زیادہ توجہ حضرت بلال کی پکار پہ تھی۔جب میں نے دیکھا کہ وہ امیہ کو بخشنے والے نہیں ہیں تو میں نے علی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اُس سے کہا:

اِن سے لڑو اور اپنے باپ کو بچاؤ۔مگر وہ شاید اس قابل ہی نہ تھا دہشت سے اُس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔مسلمانوں کی تلواروں نے پل بھر میں امیہ کی آنکھوں کے سامنے اُس کے بیٹے کے کئی ٹکڑے کردئے۔

امیہ نے اس منظر کو دیکھا اور اتنی خوفناک چیخ ماری کہ اس سے قبل میں نے اتنی خوفناک چیخ کبھی نہ سنی تھی۔اس کے بعد انھوں نے امیہ کو بھی میرے ہاتھوں سے چھین لیا اور اس کے جسم میں کئی تلواریں ایک ساتھ اتر گئیں۔

بے شک اللہ کے دشمنوں کا انجام بدترین اور حسرت ناک ہوتا ہے۔

میدان بدر میں اب اہل قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے والا کوئی نہ تھا صرف وہ لوگ تھے جو کسی پناہ کی تلاش میں تھے مگر مسلمانوں کے ہاتھوں سے گرفتار ہو رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ عریش میں تھے اور صحابہ اُن کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تو ہر وقت انھی کے ساتھ رہے تھے۔اگر آپ ﷺ عریش میں چلے جاتے اور اللہ کے حضور سر بہ سجود ہو جاتے تو آپ اُن کی حفاظت کی خاطر مستعد کھڑے ہو جاتے۔اور اب بھی وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی کھڑے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی تھی اور آپ ﷺ کو عظیم الشان فتح سے سرفراز فرمایا تھا۔

آنحضرت محمدﷺ نے صحابہ سے پوچھا؟

کسی کو نوفل ابن خویلد کا بھی پتا ہے۔

حضرت علیؓ آگے بڑھے اور فرمایا:

یارسول اللہﷺ! میں نے اسے جہنم کی طرف روانہ کردیا ہے۔

اس پر رسول اللہﷺ نے زور سے تکبیر کہی۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی جائے اور ابو جہل کو شناخت کرے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اٹھے اور قریش کے مقتولین کی طرف چل دیئے۔

نبی اکرمﷺ نے انھیں روکا اور کہا:

دیکھو! اگر تم اُس کو نہ پہچان سکو تو اس کی ایک شناخت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے پہ زخم کا ایک نشان ہے کیونکہ یہ زخم میں نے اسے لگایا تھا۔ تب ہم ابھی بچے ہی تھے کہ ہم عبداللہ بن جدعان کی دعوت میں گئے اور وہاں بہت بھیڑ تھی جس میں ہم دونوں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابو جہل عمر میں مجھ سے کچھ بڑا ہی تھا پہلے اُس نے مجھے دھکا دیا مگر میں بچ گیا مگر جب میں نے اُسے دھکا دیا تو وہ دور جا گرا اور اس کے گھٹنے پہ یہ زخم آ گیا جس کا نشان آج تک اُس کے گھٹنے پہ موجود ہے۔

پھر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روانہ ہوئے، انھیں زخمیوں میں ابو جہل کو تلاش کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی۔ وہ زخموں سے چور بے بسی کی حالت میں پڑا تھا۔ وہ ابھی زندہ تھا اور اپنی دوہری زرہ کی وجہ سے ہلنے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔

میں نے اُس کی گردن پہ پاؤں رکھ دیا۔

اور ایک ہاتھ سے اُس کی داڑھی کھینچتے ہوئے اُس سے کہا:

اے دشمن خدا! کیا اللہ نے تجھے رسوا نہیں کیا۔

تب ابوجہل نے اپنے ٹوٹتے لفظوں میں مجھ سے پوچھا؟

فتح کس کو ہوئی ہے۔

میں نے جواب دیا:

اب بھی تجھے کوئی شک ہے بخدا! فتح اور عزت اللہ اور اُس کے رسول ہی کے لیے ہے۔

اور وہ بہت ہی متکبر انسان تھا۔

حتیٰ کہ موت کے دروازے پہ بھی اس کے تکبر میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی۔

اُس نے کہا:

مجھے اپنے قتل کا کوئی دکھ نہیں، دکھ ہے تو صرف اس بات کا مجھے مدینہ کے کاشتکاروں کے لڑکوں نے قتل کیا کسی عمدہ آدمی نے مجھ کو نہیں مارا۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنی تلوار سے اُس کی گردن کاٹنی چاہی مگر میری کند تلوار سے اُس کی گردن نہ کٹتی تھی۔

ابوجہل نے مجھ پہ طعن کیا اور کہا: ارے او جاہل چرواہے تجھے کیا معلوم کہ جنگ کیا ہوتی ہے اور سرداروں کے سر کہاں سے اتارے جاتے ہیں۔

یہ میری تلوار پڑی ہے اس کو لے اور میری گردن شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ اہل قریش کے سر جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے سجائے جائیں تو میرا سر ممتاز اور اونچا نظر آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔

میں نے اس کی متکبرانہ باتوں پہ دھیان نہ دیا اور اُس کی تلوار سے ہی اُس کی گردن کاٹ لی۔

اُس کی زرہیں اپنے قبضے میں لے لیں اور امت کے اس فرعون کا سر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ مقتولین قریش میں سے یہ پہلا سر تھا جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

اللہ اکبر! تعریف وحمد اُسی ذات کے لیے ہے جس کا وعدہ سچا ہوا جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔

❐❐❐

کنویں والے

جب حضرت سعد بن معاذؓ نے دیکھا کہ مسلمان کافروں کو قتل کرنے کی بجائے گرفتار کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں تو انھوں نے ناگواری کا اظہار کیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی کھڑے تھے۔انھوں نے کہا: بخدا! یہ پہلی دفعہ ہے کہ اللہ نے ہم کو کفار پہ غلبہ عطا فرمایا ہے اس لیے بہتر تھا کہ اُن کو خوب اچھی طرح کچلا جاتا۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اِن سب کو اس پرانے کنویں یا گڑھے میں ڈال دو۔چنانچہ اُن سب کو اکٹھا ہی ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ بن ابی خلف کے کہ اُس کی لاش اُس کی زرہ میں پھنس کر پھول چکی تھی چنانچہ صحابہ نے اُس پہ مٹی اور پتھر ڈال دیئے۔امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ مشرکین مکہ کی لاشوں کو گھسیٹ کر لاتے اور انھیں کنویں میں ڈال دیتے۔جب صحابہ حضرت ابو حذیفہؓ کے باپ عتبہ کی لاش لائے تو حضرت ابو حذیفہؓ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

نبی اکرم ﷺ اُن کے پاس ہی کھڑے تھے۔

آپ ﷺ نے اُن کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور کہا:

شاید تمھیں اپنے باپ کا خیال ستا رہا ہے۔

حضرت ابو حذیفہؓ فوراً نبی اکرم ﷺ کی طرف پلٹے اور فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ یہ بات نہیں ہے، بلکہ میں اپنے باپ کو ایک ذی رائے بلند مرتبہ اور رواداد آدمی سمجھتا تھا اس لیے میرا خیال تھا کہ جلد یا بدیر وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں گے۔

مگر جب میں نے اُن کا یہ انجام دیکھا تو مجھے اچھا نہ لگا۔

نبی اکرم ﷺ تین دن تک میدان بدر میں ہی رکے رہے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اُس کنویں کے پاس آئے جس میں کفارِ قریش کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں۔

ابن اسحٰق نے یہ روایت عروہ بن زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے حوالے سے تحریر کی ہے کہ جب اُس کنویں کو پتھروں سے ڈھانک دیا گیا جس میں کفارِ قریش کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ اُس کنویں کے کنارے پہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا ہے۔

میں نے تو اپنے رب کو سچا پایا ہے۔

تم لوگ نبی کا خاندان ہوتے ہوئے بھی بہت برے ثابت ہوئے۔تم مجھے جھٹلاتے رہے۔جبکہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔تم نے مجھے وطن سے نکالا اور جبکہ دوسروں نے مجھے پناہ دی۔تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور غیروں نے میری مدد کی۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ:

کیا آپ ﷺ مُردوں سے خطاب کر رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو کچھ میں نے اُن سے کہا ہے انھوں نے سن لیا،فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اصحابِ قلیبِ بدر کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ انصاری نے جو اشعار کہے وہ بہت ہی عمدہ ہیں انتخاب پیشِ خدمت ہے۔

عَرَفْتُ دِيَارِ زِيْنَبَ بِا لْكَثِيْبِ
كَخَطِّ الْوَحْيِ فِىْ الْوَرَقِ الْقَشِيْبِ

میں نے ٹیلے سے زینب کے گھر کو اس طرح پہچان لیا جس طرح بوسیدہ کاغذ پہ تحریر کے خط کو پہچان لیا جاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

تَدَاوِلُهَا الرِّيَاحُ وَكُلُّ جَوْنٍ
مِّنَ الْوَسْيِّ مُنْهَمِرٍ سَكُوْبِ

اِن گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور موسم بہار کا ہر سیاہ بادل لگا تار اور موسلا دھار برستا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَمْسٰى رَسْمُهَا خَلَقًا وَاَمْسَتْ
يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيْبِ

پس اِن کے نشان بوسیدہ ہو گئے اور وہ اجڑے پڑے ہیں جب کہ پہلے کبھی وہاں کوئی محبوب رہتا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

فَدَعْ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ
وَ رُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَئِيْبِ

پس تو ہر روز اِن کو یاد کرنا چھوڑ دے اور اپنے غم زدہ سینے کی حرارت کو ختم کر دے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَخَبِّرُ بِالَّذِیْ لَا عَیْبَ فِیهِ
بِصِدَقٍ غَیْرِ اِخْبَارِ الْکَذُوْبِ

اور اُن جھوٹے قصوں کی اخبار کو چھوڑ کر اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بِمَا صَنَعَ الْمَلِیْکُ غَدَاۃَ بَدْرٍ
لَنَا فِیْ الْمُشْرِکِیْنَ مِنَ النَّصِیْبِ

ہم نے سنا کہ خداوند مقتدر نے ہمیں بدر کے دن مشرکین پہ کامیابی عطا فرمائی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

غَدَاۃَ کَاَنَّ جَمْعَهُمْ حِرَاءٌ
بَدَتْ اَرْکَانُهٗ جُنْحَ الْغُرُوْبِ

وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حرا کی طرح معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَا قَيْنَا هُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ
كَأُسْدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَّشِيْبِ

ہم نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ اُن سے مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر کی طرح تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوْهُ
عَلَى الْاَعْدَاءِ فِيْ لَفْحِ الْحُرُوْبِ

وہ جماعت سیّدنا محمد ﷺ کے سامنے تھی جس نے جنگ کی لپیٹ میں آپ ﷺ کی مخالفت کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

بِاَ يْدِيْهِمْ صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٌ
وَكُلٌّ مُجَرَّبٍ خَاطِىَ الْكُعُوْبِ

ان کے ہاتھوں میں پتلی اور تیز دھار والی تلواریں اور موٹی موٹی گرہوں والے آزمودہ نیزے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

بَنُوْ الْاَوْسِ الْغَطَارِفُ وَازَرَتْهَا
بَنُوْ النَّجَّارِ فِى الدِّيْنِ الصَّلِيْبِ

وہ سردارانِ بنواوس تھے جنھوں نے دین محکم میں بنونجار کی مدد کی تھی۔

فَغَا دَرْنَا اَبَا جَهْلٍ صَرِيْعًا
وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوْبِ

پس اُس روز ہم نے ابوجہل کو پچھاڑا اور عتبہ کو سخت زمین پہ پڑا ہوا چھوڑا تھا۔

وَشَيْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا فِىْ رِجَالٍ
ذَوِىْ حَسَبٍ اِذَا نُسِبُوْا حَسِيْبُ

اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب جب بیان کیے جائیں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں گے۔

يُنَا دِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمَّا
قَذَ فْنَا هُمْ كَبَابَ فِىْ الْقَلِيْبِ

جب ہم نے انھیں جتھوں کی صورت کنویں میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ انھیں ندا دے رہے تھے۔

اَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِىْ كَانَ حَقًّا

وَ امْرُ اللّٰهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوْبِ

کیا تم نے نہیں پایا کہ میری بات سچ تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو بھی پکڑ لیتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَمَا نَطَقُوْا وَ لَوْ نَطَقُوْا لَقَالُوْا

صَدَقْتَ وَكُنْتَ ذَارَأیٍ مُّصِيْبُ

اور وہ کچھ نہ بولے اگر وہ بولتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ہی صحیح رائے والے ہیں۔[*12]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اہل مدینہ کو خوشخبری

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو فتح کی خبر سنانے کے لیے مدینہ روانہ کر دیا تھا۔حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میدان بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر ہمیں اس وقت ملی جب ہم بنت رسول حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ!

میں نے اپنے باپ زید بن حارثہؓ کو دیکھا کہ لوگ اُن کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ نبی اکرم ﷺ کی عظیم الشان فتح کی تفصیلات بیان کر رہے ہیں۔انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ،ابو جہل، زمعہ بن اسود،ابوالبختری وغیرہ سب کو قتل کر دیا گیا۔

کچھ لوگوں نے کہا:

شاید حضرت زیدؓ کا دماغ چل گیا ہے۔خود میں نے بھی دوبارہ اپنے باپ سے پوچھا کیا واقعتاً ایسے ہی ہوا ہے؟

تب میرے باپ نے میری توجہ اس امر کی طرف دلائی جو نہایت مستحکم تھا۔

انھوں نے کہا:اس اونٹنی کو دیکھو جس سے میں اترا ہوں۔

کیا تم اس کو پہنچانتے ہو؟

اور میں اس اونٹنی کو بخوبی پہچانتا تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی عصباء تھی۔

اس کے بعد مجھے اپنے باپ کی بات پہ مکمل یقین ہو گیا کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

جب میرے باپ نے مقتولین مکہ کے نام گنوائے تو پاس سے گزرنے والے ایک یہودی کعب بن اشرف نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا:

اگر یہ آدمی سچ کہہ رہا ہے تب اس زمین کی پشت سے اس کی گود عمدہ ہے۔ تب بہت سے صحابہ مدینہ میں ہی تھے اور اُن کی خوشی دیدنی تھی۔ شہر مدینہ میں ہر طرف امن و آسودگی تھی مگر شہر مکہ میں کیا تھا؟؟؟

شہر مکہ میں کہرام

قریش کا قاصد جب شہر مکہ پہنچا تو وہاں ہر طرف کہرام بپا ہو گیا۔قریش مکہ میں سے جو شخص سب سے پہلے پہنچا وہ ابن عبد عمرو تھا۔[12*]

اُس نے پکار کے کہا:

ابو جہل قتل ہو گیا، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ بھی قتل ہو گئے۔

انھوں نے امیہ ابن خلف کو بھی قتل کر دیا۔

نبیہ اور منبہ پسران حجاج بھی قتل ہو گئے۔

انھوں نے ہمارے تمام سرداروں قتل کر دیا ہے اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔صفوان بن امیہ جس کو وادی بطحاء کا سردار کہا جاتا تھا وہ بھی اس وقت حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

اُس نے لوگوں سے کہا:

فکر نہ کرو، میرا خیال ہے اس شخص کا دماغ چل گیا ہے اگر اس کا دماغ صحیح ہے تو وہ مجھے ضرور پہچانے گا اس لیے اس سے میرے بارے میں پوچھو؟

لوگوں نے ابن عبد عمرو سے پوچھا؟

صفوان بن امیہ کا کیا ہوا!

اُس کا کیا ہونا تھا وہ تو میدان بدر کی طرف نکلا ہی نہ تھا اور وہ سامنے حجر اسود کے پاس بیٹھا ہے۔مگر خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

اور صفوان بن امیہ لرز کے رہ گیا۔

تب لوگ یہ جان گئے کہ اُس نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔

پھر سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔

کفار مکہ کی عورتوں نے مہینہ بھر اپنے مقتولوں کا نوحہ کیا۔انھوں نے اپنے بال بکھیر لیے تھے۔اپنے سروں میں خاک ڈال لی تھی۔وہ اپنے آدمیوں کے بچے کھچے گھوڑوں اور اونٹوں کو اپنے درمیان لے کر نوحہ کرتی رہتیں۔جب اُن کا دکھ حد سے بڑھ جاتا تو وہ مکہ کی گلیوں میں دیوانوں کی طرح پھرتیں۔اگرچہ بعد میں اہل قریش نے اپنے لوگوں کو نوحہ کرنے سے روک دیا تھا کہ اس سے مسلمان خوش ہوتے تھے اور دوسرے قبیلے اِن سے عبرت حاصل کرنے لگے تھے۔اس لیے اہل قریش نے اپنا وقار بچانے کے لیے لوگوں خاص طور پہ اپنی عورتوں پہ پابندی عائد کر دی تھی کہ اب وہ سرعام نوحہ نہ کریں گی۔وہ جانتے تھے کہ لوگ اُن کے نوحہ کی خبریں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیں گے اس لیے وہ اس سے گریزاں تھے۔

راوی کہتا ہے کہ!

اور اُن میں سے بعض ایسے تھے جو ابھی اپنے مقتولوں پہ دل کھول کے رونا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے ہی قریش نے اُن کو نوحہ کرنے سے منع کر دیا تھا۔انھیں میں سے ایک اسود بن مطلب تھا۔اسود بن مطلب کے تین جوان بیٹے روز بدر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے تھے جس کا اسود کو بہت رنج تھا۔[13*]

مگر قریش تھے کہ اُسے کھل کے رونے بھی نہ دیتے تھے۔

اور وہ نابینا تھا:

اُس کو نبی اکرم ﷺ نے بدُعا دی۔اس کا ذکر اس سے قبل بھی گزر چکا ہے کہ اسود بن مطلب بھی انھی لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کو تنگ کیا کرتے تھے۔اسود مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا اور کہتا اچھا تو یہ وہ لوگ ہیں جو کل روم و ایران کے ملکوں پہ حکومت کرنے والے ہیں۔ایک دن جب نبی اکرم ﷺ بیت اللہ میں طواف کر رہے تھے تب مکہ میں مسلمانوں کے حالات بہت تنگ تھے۔حضرت جبرائیل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے اکثر دشمنوں کو اس طرح ہلاک کیا کہ وہ حادثہ لگتا تھا۔انھیں میں زمعہ بن اسود تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے اندھا ہو جانے کی بدُعا دی تھی۔جس دن نبی اکرم ﷺ نے اُس کے لیے بدعا کی تھی اُس کے بیٹے تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے اور وہ اُن کے انتظار میں شہر سے باہر جنگل میں جا کر اُن کا انتظار کرتا تھا۔

اُس دن بھی وہ اپنے بیٹوں کا انتظار کرنے شہر باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور اُس کی درخت کی ایک شاخ لے کر اُس سے کھیل رہا تھا کہ اُس کا کانٹا اُس کی آنکھ میں لگ گیا۔وہ درد سے دوہرا ہو گیا اور زور زور سے اپنا سر اُس درخت سے ٹکرانے لگا جس کے نیچے وہ بیٹھا ہوا تھا۔اس طرح اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

اس کے بعد اُس کے بیٹے اگر چہ شام سے واپس آ گئے تھے مگر وہ انھیں کبھی نہ دیکھ سکا کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے نکلا کوئی لفظ بارگاہ خداوندی سے کبھی لوٹا یا نہیں گیا۔پھر اُس کے بیٹے قریش کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف میدانِ بدر میں نکلے اور تمام کے تمام مارے گئے۔ایک رات جب اُس نے کسی کے زور زور سے رونے کی آواز سنی تو فوراً اپنے غلام کو پکارا اور کہا:

باہر جاؤ اور دیکھو کہ قریش نے لوگوں کو نوحہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

مگر اُس کے غلام نے واپس کر اُس کو بتایا کہ وہ تو کسی کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اپنے اونٹ کو رو رہا ہے۔

تب اسود بن مطلب نے کہا:

تف ہے قریش پہ اس اونٹ والے کوتو رونے کی اجازت دے دی ہے مگر مجھے رونے کی اجازت نہیں جس کے تین شیروں جیسے بیٹے منوں مٹی کے نیچے کہیں گم ہوگئے ہیں۔جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ عرب اپنے دکھ اور سکھ کو شعر کی زبان میں بیان کیا کرتے تھے جب تک وہ شعر نہ کہہ لیں انھیں سکون نہ آتا تھا اور بدر کا سانحہ تو اس قدر مہیب تھا کہ اُس پہ شعر کہنے سے روک دینا ظلم تھا جس کو سانحہ بدر کے بعد اہل مکہ نے اپنے لوگوں پہ تھوپ دیا تھا مگر وہ باز آنے والے کب تھے۔جب اسود بن مطلب نے سنا کہ شہر مکہ کی ایک عورت کو اونٹ گم ہونے پر تو نوحہ کرنے کی اجازت ہے مگر اُس کو نوحہ کرنے سے روک دیا گیا ہے جس کے تین جوان بیٹے روزِ بدر خاک وخون میں لتھڑ گئے تو بے ساختہ اُس کی زبان سے یہ اشعار نکلے جو زبان و بیان کے حوالے سے نہایت عمدہ ہیں۔یہاں اسود بن مطلب کے اُن اشعار سے انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

اَتَبْکِیْ اَنْ یَّضِلَّ لَهَا بَعِیْرٌ
وَ یَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ

کیا وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اُس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَا تَبْکِیْ عَلٰی بَکْرٍ وَّلٰکِنْ
عَلٰی بَدْرٍ تَقَا صَرَتِ الْجُدُوْدُ

وہ اونٹ کے گم ہونے پہ نہ روئے بلکہ سانحہ بدر پہ روئے جب ہماری قسمت نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلٰى بَدْرٍ سَرَاةِ بَنِىْ هُصَيْصٍ
وَمَخْزُوْمٍ وَّ رَهْطِ اَبِىْ الْوَلِيْدِ

سانحہ بدر پہ روئے ، بنی ھُصیص اور بنو مخزوم کے بہترین فرزندوں پر اور ابولولید کی جماعت پہ روئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

وَبَكِّىْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰى عَقِيْلٍ
وَبَكِّىْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ

اور اگر تم رونا ہی چاہتی ہو تو عقیل کے قتل پہ رو، حارث کے قتل پہ رو جو شیروں کا شیر تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

وَبَكِّيْهِمْ وَلَا تَسَمِّىْ جَمِيْعًا
وَمَا لِاَبِىْ حَكِيْمَةَ مِنْ نَّدِيْدِ

اِن سب پہ رو مگر اِن پہ فخر نہ کر اور ابو حکیم کے بیٹے زمعہ کا تو کوئی ہمسر ہے ہی نہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

اِلَا قَدْ سَادَ بَعْدَهُمْ رِجَالٌ
وَلَوْ لَا يَوْمُ بَدْرٍ لَّمْ يَسُوْدُوْا

اِن سب کے بعد اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا سانحہ پیش نہ آتا تو وہ کبھی ہمارے سردار نہ بن سکتے تھے۔[15*]

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

قریش شکست کے بعد

ابورافعؓ سے امام حلبیؒ نے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کو ذلت آمیز شکست ہوچکی تو بچے ہوئے کفارِ قریش اپنے اپنے گھروں میں گھسے رہتے تھے اور ایک دوسرے سے نظریں نہ ملاتے تھے۔

تب ایک دن ابولہب گھسٹتا ہوا آیا اور ہمارے پاس ہی بیٹھ گیا۔

اسی دوران ابوسفیان ابن حرث وہاں سے گزرا اور وہ میدان بدر میں ذلت آمیز شکست کا شکار ہونے والے لشکر کا حصہ تھا۔

تو ابولہب نے اُس کو آواز دے کر اپنے پاس بلا لیا۔

ابولہب نے اس سے کہا:

مجھے روز بدر کے بارے میں کچھ بتاؤ۔

ابوسفیان ابن حرث نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا:

چچا اُس روز کے بارے میں تمھیں کیا بتاؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ جب دشمن سے ہمارا ٹکراؤ ہوا تو گویا ہم نے اپنی گردنیں اُن کے سامنے ڈال دیں۔ اس کے بعد انھوں نے جس طرح چاہا

ہمیں قتل کیا اور جس طرح چاہا ہماری مشکیں باندھیں اور میں قریش کو اس کا الزام نہیں دیتا۔ کیونکہ ہمارا سامنا جن لوگوں سے تھا انھوں نے زرد عمامے باندھ رکھے تھے۔ اُن کے گھوڑے سرخ وسفید اور سیاہ تھے اُن میں سے کچھ تو ابلق تھے اور کچھ کا رنگ ایسا تھا کہ اس سے قبل ہم نے اس رنگ کے گھوڑے کبھی دیکھے ہی نہ تھے۔ رہے اُن کے سوار تو خدا کی قسم نہ تو وہ اہل مدینہ سے تھے اور نہ قریش سے کہ وہ تو ہمارے بھائی تھے یا باپ تھے یا ماموں تھے یا چچا تھے اور لوگ اپنے قرابتداروں کو بھلا کب بھولتے ہیں۔ وہ سوار تو جیسے بجلی تھے وہ ہمارے لوگوں پہ وار کرتے اور اُن کے جسم پہ ایسے نشان پڑ جاتے جیسے آسمانی بجلی گرنے سے کسی پہ پڑتے ہیں۔ خدا کی قسم اُن کے گھوڑے اڑتے تھے اور زمین وآسمان کے بیچ چکر لگاتے تھے اور جب چاہتے تھے ہمارے لوگوں کے سروں کو اُن کے جسموں سے الگ کرتے تھے۔

ابورافع کہتے ہیں کہ میں چونکہ اُن کے قریب ہی بیٹھا تھا اور ابوسفیان بن حرث کی باتیں سن رہا تھا اس لیے میں فوراً ہی بول اٹھا:

خدا کی قسم! تب تو وہ فرشتے ہوں گے۔

اور ابولہب میری اس بات سے جل کر رہ گیا۔

چنانچہ ابولہب نے مجھے مارنا شروع کر دیا اُس نے مجھے زمین پہ گرا لیا اور مجھے بے تحاشا مارنے لگا۔

اس دوران میری مالکن یعنی ام الفضل جو حضرت عباسؓ کی بیوی تھی پہنچ گئیں اور انھوں نے ایک لکڑی اٹھائی اور اسے ابولہب کے سر پہ دے مارا اور کہا! تم کیا سمجھتے ہو کہ اس کے مالک کی غیر موجودگی میں اس پہ دست درازی کر سکو گے۔

ابولہب وہاں سے اٹھ گیا۔ مگر دو دن بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اُسے اذیت ناک موت سے دوچار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پہ جہاں بہت سے دیگر
احسانات کیے ہیں وہاں یہ احسان بھی کیا ہے کہ جہاں
پہلی امتوں پہ جنگ کے نتیجے میں حاصل ہونے والا
مال استعمال کرنا جائز نہ تھا مسلمانوں کے لیے یہ مال
حلال کردیا گیا۔

۲ ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

مال غنیمت کی تقسیم

جنگ عربوں میں معمول کی بات تھی اس لیے عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں مال غنیمت کی تقسیم کا ایک نظم ضرور ملتا ہے۔ اگرچہ وہ عدل سے عاری تھا اور اُس میں قبیلہ کے سردار کو بے پناہ اختیارات حاصل تھے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ تب قبیلہ کا سردار خود لشکر میں شامل ہوتا تھا اور سالارِ اعلیٰ کا منصب بھی اسے ہی حاصل ہوتا تھا۔ سردار کو مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ ملتا تھا۔ اسے "**مرباع**" کہا جاتا تھا۔ جس مال کو مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل سردار اپنے لیے الگ کر لیتا تھا۔ اسے عرب "**صفایا یا صفی**" کہتے تھے۔ جب لشکر لڑائی کے لیے نکلتا تو راستے سے حاصل ہونے والی ہر چیز کو عرب "**نشیطہ**" کہتے تھے اور اس پہ صرف سردار کا حق ہی ہوتا تھا۔ اسی طرح سردار قوم کے لیے ایک اور چیز ہوتی تھی جسے صرف اسی کا حق تصور کیا جاتا تھا اور عرب سے اسے "**نقیعہ**" کہتے تھے اور نقیعہ اُس اونٹ کو کہا جاتا ہے جسے فتح کے بعد سردار اس لیے الگ کر لیتا تھا کہ اُسے ذبح کر کے اپنی قوم کی ضیافت کر سکے۔ [16 *] جب اسلام آیا تو اس نے جاہلیت کی اِن تمام رسموں کو

موقوف کردیا اور عدل کے اُس نظام کو وضع فرمایا جو سب لوگوں کے لیے قابل قبول تھا۔غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح سے سرفراز فرمایا تو ساتھ ہی بہت سے اموال بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جنھیں اصطلاح میں مال غنیمت کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحٰق نے ابوامامہ باہلی سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

صحابہ نے ہم سے فرمایا کہ جب جنگ بدر ختم ہوگئی اور اللہ نے ہمیں سرخرو کیا تو مال غنیمت کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف رونما ہوا اور ہمارے اخلاق بگڑ گئے ۔تب اللہ نے یہ معاملہ ہم سے اٹھالیا یعنی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سورۃ الانفال کی وہ آیات اتاریں جن سے ہمارے بیچ فیصلہ کردیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ تین دن تک میدان بدر میں ہی رکے رہے۔اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ روانہ ہوئے اور جب آپ ﷺ صفراء کی گھاٹی تک پہنچے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔مگر تب مسلمانوں کے درمیان اختلاف درآیا اور مختلف گروہ یہ مطالبہ کرنے لگے کہ اُن کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا جائے۔اُن میں ایک گروہ کا خیال تھا کہ چونکہ وہ میدان جنگ میں دادِ شجاعت دیتے رہے تھے اس لیے اُن کو زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔دوسری طرف کچھ لوگ وہ تھے جو نبی اکرم ﷺ کے عریش کی حفاظت کررہے تھے جیسا کہ حضرت سعد بن معاذؓ عریش کے دروازے پہ مستعد کھڑے رہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے چند انصاریوں کے ساتھ عریش کے اندر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔کچھ صحابہ وہ تھے جو جنگ کے بعد کفارِ قریش کا تعاقب کررہے تھے اس لیے وہ مال غنیمت سمیٹنے والوں میں شامل نہ تھے۔اس لیے صحابہ کے کئی گروہ ہوگئے جن کا موقف مختلف تھا تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تمام مال غنیمت کے ایک جگہ اکٹھا کردو۔

پھر رسول اللہ ﷺ پہ وحی نازل ہوئی اور اُس کے مطابق مالِ غنیمت کی تقسیم عمل میں لائی گئی۔
قرآن حکیم میں ارشاد ہوا کہ!

”یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(سورۃ الانفال آیات1/8)

ترجمہ؛

”یہ لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور اللہ کے رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو“۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

مزید ارشاد ہوا کہ!

” وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ○

(سورۃ الانفال آیات41/8)

ترجمہ؛

”اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے کفار سے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے

کہ سارے مال کا پانچواں حصہ اللہ اور اُس کے رسول کا ہے (اس میں سے) ایک حصہ قرابتداروں کا ہے ایک حصہ یتیموں کا ہے ایک حصہ غریبوں کا ہے اور ایک حصہ مسافروں کا ہے"۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اموالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت مال آیا تھا اس لیے کہ اہل قریش پوری تیاری کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔چنانچہ مال غنیمت میں بہت سے کپڑے، بے شمار ہتھیار بہت سی کھانے پینے کی چیزیں ایک سو پچاس اونٹ دس قیمتی گھوڑے اور ستر قیدی شامل تھے۔چنانچہ اس فیصلے کے بعد نبی اکرمﷺ نے سارے مال سے خمس نکالنے کے بعد باقی اموال اللہ کے فیصلے کے مطابق صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور پھر یہی قوانین غنیمت مسلمانوں پہ ہمیشہ کے لیے لاگو ہو گئے۔

صحابہ اللہ اور اُس کے رسول کی مرضی پہ راضی ہو گئے۔

تب نبی اکرمﷺ نے مالِ غنیمت میں سے حضرت عثمان بن عفانؓ کا حصہ بھی نکالا اور جو آپ ﷺ کے حکم کے باعث غزوہ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے اور اپنی بیوی کی تیمارداری میں مصروف تھے۔

آپﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کا حصہ بھی نکالا جو آپ ﷺ کے حکم کے باعث مدینہ میں رک گئے تھے۔آپﷺ نے انھیں مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا اسی طرح حضرت عاصم بن عدی تھے جن کو آپﷺ نے قباوالوں پہ حاکم مقرر فرمایا تھا اور نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔آپﷺ نے اپنے اُن جاسوسوں کا حصہ بھی نکالا جو آپﷺ کے حکم کے باعث دشمن کی نقل و حرکت پہ نظر رکھے ہوئے تھے اور اِن میں طلحہ بن عبید اللہؓ تھے اور سعد ابن زیدؓ تھے۔

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے مال غنیمت میں سے چودہ ایسے زخمیوں کا حصہ بھی نکالا

تھا جو بعد میں شہید ہو گئے تھے۔آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے لیے اس مال غنیمت میں سے ایک تلوار لی تھی جس کا نام ذوالفقار تھا۔صحابہ نے بیان کیا ہے کہ وہ تلوار منبہ ابن حجاج کی تھی [*16]۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ اونٹ بھی خود رکھ لیا ہے جس پہ ابو جہل سوار ہو کے آیا تھا کہ تیز رفتاری میں اس اونٹ کا کوئی ثانی نہ تھا۔مورخین نے لکھا ہے کہ اس بعد کے ہونے والے اکثر غزوات میں نبی اکرم ﷺ اسی اونٹ پہ سوار ہو کے نکلے یہاں تک صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اسے قربانی کے لیے حرم پاک میں بھیج دیا۔

غزوہ بدر سے مدینہ واپسی کے دوران نبی اکرم ﷺ جب صفراء کے مقام پہ پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا نضر ابن الحرث کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے نضر ابن الحرث کی گردن اڑا دی۔ اس سے قبل جب نضر گرفتار ہوا اور اسے حضرت مقداد بن اسودؓ نے گرفتار کیا تھا تو نضر نے بنو نجار کے ایک شخص یسر سے کہا بخدا جس طرح آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے دیکھا ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ مجھے قتل کرا دیں گے۔ اس کے بعد نضر نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اپنی قرابت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تم میرے قرابت دار ہو بخدا اپنے صاحب سے کہو کہ وہ مجھے بھی دوسرے قیدیوں ہی طرح سمجھیں، یعنی یہ کہ مجھے قتل نہ کرائیں۔

تو حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اُن کو جواب دیا:

نضر یاد کرو تم نے اللہ کی بابرکت کتاب کے بارے میں کیا کیا بدزبانی نہ کی تھی۔ نضر بن الحرث کو قتل کے لیے لایا گیا تو حضرت مقداد بن اسودؓ نے اُس کی سفارش کی جسے نبی اکرم ﷺ نے اس بنیاد پہ رد کر دیا کہ نضر قرآن حکیم کے بارے میں بدزبانی کیا کرتا تھا۔ یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ جب اہل مکہ کے سامنے قرآن پڑھا کرتے تو نضر وہاں پہنچ جایا کرتا اور لوگوں سے کہتا میری طرف آ ؤ میرے پاس اِن سے بہتر کلام ہے اور وہ لوگوں کو ہانک کر اپنی مجلس کی طرف لے جایا کرتا جہاں وہ لوگوں کو رستم اور اسفندیار کی کہانیاں سنایا کرتا تھا اور اہل مکہ میں سے وہ

نبی اکرمﷺ کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔

جب نبی اکرمﷺ نضر بن الحرث کو قتل کرا چکے تو مکہ سے ایک قاصد نبی اکرمﷺ تک پہنچا اور اُس قاصد نے نبی اکرمﷺ کی خدمت میں وہ اشعار پیش کیے جو نضر کی بہن نے کہے تھے اور وہ اشعار اتنے عمدہ اور اثر انگیز تھے کہ نبی اکرمﷺ رونے لگے اور اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

تب نبی اکرمﷺ نے اُس قاصد سے کہا:

بخدا! تُو نے دیر کی ورنہ اِن اشعار کے بدلے میں اس کو معاف کر دیتا۔

میں اپنی بہن کی سفارش قبول کرت لیتا! بخدا! تُو نے دیر کر دی۔

نضر بن حرث کی بہن قتیلہ بنت حارث کے کچھ اشعار یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

یَا رَاکِبًا اِنَّ الْاُثَیْلَ مِظَنَّۃٌ
مِنْ صُبْحِ خَامِسَۃٍ وَّاَنْتَ مُوَفَّقُ

اے سوار! مقام اثیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک وقت پر آیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَبْلِغْ بِھَا مَیْتًا بِاَنَّ تَحِیَّۃً
مَا اِنْ تَزَالُ بِھَا النَّجَائِبُ تَخْفِقُ

وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اُسے سلام ہو جب تک شریف اونٹنیاں وہاں تیزی سے آتی جاتی رہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

هَلْ يَسْمَعَنِّي النَّضْرُ اَنْ نَادِيْتُهُ
اَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَّا يَنْطِقُ

اگر میں پکاروں تو کیا نضر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَ مُحَمَّدٌ يَا خَيْرَ ضِنْءِ كَرِيْمَةٍ
فِيْ قَوْمِهَا وَالْفَحلُ فَحْلٌ مُّعْرِقُ

اے محمد! ﷺ اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد، دیکھو کہ شریف وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا
مَنَّ الْفَتٰى وَهُوَ الْمُغِظُ الْمُحْنَقُ

اگر آپ احسان کرتے اور اسے چھوڑ دیتے تو آپ کا کیا نقصان تھا بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کوئی غصہ اور کینہ کی حالت میں احسان کرے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَوْ كُنْتَ قَابِلَ فِدْيَةٍ فَلْيُنْفَقَنْ
بِاَعَزِّ مَا يَغْلُوْبِهٖ مَا يُنْفِقُ

یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوار ترین ہوتے وہ ضرور خرچ کیے جاتے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَالنَّصرُ اَقْرَبُ مَنْ اَسَرْتَ قَرَابَةً
وَاحَقّهُمُ اِنْ كَانَ عِتْقٌ يُّعْتَقُ

کیونکہ نضر اِن تمام لوگوں میں زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے قید کیا ہے وہ اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اسے آزاد کیا جائے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ظَلَّتْ سُيُوْفُ بَنِىْ اَبِيْهِ تَنُوْشَهٗ
لِلّٰهِ اَرْحَامٌ هُنَاكَ تُشَقَّقُ

اس کے بھائیوں کی تلواریں اُس کے ٹکڑے کرتی رہیں، ہائے خدایا قرابت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

صَبْرًا يُّقَادُ اِلَى الْمَنِيَّةِ مُتْعَبًا
رَسْفَ الْمُقَيَّدِ وَهُوَ عَانٍ مُّوْثَقُ

اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور وہ زنجیروں کے بوجھ سے تھکا ہوا ہے۔[*17]

۞۞۞۞۞۞۞۞

عقبہ بن ابی معیط کا قتل

الغرض نبی اکرم ﷺ مقام صفراء سے روانہ ہوئے اور مقام عرق ظبیہ پہنچے۔ عرق ظبیہ دراصل ایک گھنے درخت کا نام تھا کہ گزرنے والے جس کے گھنے سائے میں ٹھہرا کرتے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ بھی وہاں اترے اور آپ ﷺ کے صحابہ بھی۔

یہاں پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔

عقبہ بن ابی معیط ایک نہایت ہی بد بخت شخص تھا۔ اگر کہا جائے کہ ابو جہل کے بعد وہ نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا تو غلط نہ ہوگا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کے منہ پہ تھوکا تھا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کی گردن پہ حرم پاک میں پاؤں رکھا تھا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اُس کو اتنے بل دیئے کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں باہر کو ابل آئیں۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کلمہ پڑھا اور دوسرے دن مکر گیا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کو تھپڑ مارے تھے۔

اُس نے متعدد مرتبہ اہل قریش کے ساتھ مل کر نبی اکرم ﷺ پہ تشدد کیا تھا۔

اُس نے دورانِ نماز نبی اکرم ﷺ پہ اوجھ ڈال دی تھی۔

وہ اُن لوگوں میں شامل تھا جو شب ہجرت نبی اکرمﷺ کو قتل کرنے آئے تھے۔

نبی اکرمﷺ کی مکی زندگی کے دوران عقبہ بن ابی معیط نبی اکرمﷺ کا سرگرم دشمن تھا۔ وہ قریش کے اکثر اکابرین کی پشت پہ ہوا کرتا۔ وہ مکہ کا کوئی اہم شخص نہ تھا مگر اس کے باوجود نبی اکرمﷺ کی دشمنی میں اکابرین قریش کے ساتھ بہت متحرک تھا اور ہر اس سازش کا حصہ تھا جو اسلام یا رسول اللہﷺ کے خلاف اہل قریش نے کی تھی۔

عقبہ بن ابی معیط کو حضرت عبداللہ بن سلمہؓ نے گرفتار کیا تھا جن کا تعلق بنی عجلان سے ہے۔ جب عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تو اُس نے بہت واویلا کیا کہ مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟

رسول اللہﷺ نے جواب دیا میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ جب بھی تو مجھے مکہ سے باہر ملے گا میں تجھے قتل کر دوں گا۔ نبی اکرمﷺ نے عقبہ سے یہ بات تب کہی تھی جب اُس نے رسول اللہ ﷺ کے منہ کی طرف تھوکنے کی جسارت کی تھی اگرچہ وہی تھوک انگارہ بن کے اُس کے چہرے کی طرف لوٹ گیا تھا اور موت تک اُس کے چہرے پہ بدبختی کا یہ نشان موجود تھا۔

مقام عرق الظبیہ پر عقبہ موت کو سامنے دیکھ کر ششدر رتھا اور خوفزدہ تھا اُس نے پھر سوال کیا دوسرے قیدیوں کی طرح مجھے محض قید کیوں نہیں رکھا جاتا مجھے قتل کیوں کیا جا رہا ہے۔

نبی اکرمﷺ نے اُسے جواب دیا:

تیری بیہودگیوں، تیرے کفر اور تیری اس سرکشی کی وجہ سے جو تُو نے اللہ اور اُس کے رسولﷺ کے مقابل اختیار کر رکھی تھی۔

اب وہ منت سماجت پہ اتر آیا تھا۔

یا رسول اللہ! میری چھوٹی بچی کا وارث کون ہوگا۔

آگ!

اللہ کے نبی نے جواب دیا۔

عقبہ پھر چیخنے لگا!

اے اہل قریش! مجھے تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل کیا جارہا ہے اگرچہ میں بھی تم میں سے ہوں۔

تم ہم میں سے نہیں ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

تم تو صفورہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی ہو۔

اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اُس کی رگوں میں آدھا خون یہودی تھا اور وہ ایک یہودی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُسے صفورہ کے یہودیوں کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ عقبہ کا دادا امیہ اپنے چچا ہاشم کے ساتھ تجارت کے سلسلے میں ملک شام کی طرف گیا اور مقام صفورہ پہ اترا۔ وہاں اُس نے ایک شادی شدی یہودن سے زنا کیا اور اس یہودن کو حمل رہ گیا۔

اگلی دفعہ جب امیہ شام گیا تو اُس یہودن نے اُس کے بیٹے عمرو کو امیہ کے حوالے کر دیا۔

امیہ اسے مکہ لے آیا اور یہی ابو عمرو عقبہ کا باپ معیط تھا۔

بعض نے کہا کہ امیہ نے مکہ آ کر اس کا نام ذکوان رکھ دیا تھا۔

بعض مورخین نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

چنانچہ امام حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا کہ!

وہ امیر معاویہؓ کا دور حکومت تھا ایک دفعہ اُن کے دربار میں ایک کہن سالہ شخص آیا اور اُس کا نام دغفل بن حنظلہ تھا اور وہ علوم انساب کا ماہر تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس شخص سے پوچھا؟

تمھاری عمر کتنی ہے!

دو صدیاں اور اُس کے بعد نصف صدی سے کچھ ہی کم سال۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اُس شخص سے پوچھا؟

اِن زمانوں میں تم نے کیا کچھ دیکھا:

بوڑھے شخص نے جواب دیا!

مصیبتوں اور بلاؤں کے دور بھی، فراغت اور آسودگی کے دور بھی!

باپ مرگئے اور بیٹے جانشین ہوگئے اگر مرنے والے نہ مرتے تو یہ دنیا انسانوں سے بھر جاتی اور اگر اولادیں پیدا نہ ہوتیں تو یہ دنیا ویران ہوجاتی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس شخص سے پھر پوچھا؟

کیا تم نے عبدالمطلب کو دیکھا ہے۔

بہت اچھی طرح! جب وہ بوڑھے ہوگئے تو وہ بھاری بھرکم باوقار اور شاندار شخصیت کے آدمی تھے اُن کے دس بیٹے اس طرح اُن کے اردگرد رہتے جس طرح ستارے چاند کے گرد ہوتے ہیں۔

اُس بوڑھے شخص نے جواب دیا:

پھر حضرت امیر معاویہؓ نے اُس شخص سے پوچھا؟

تم نے میرے دادا امیہ ابن عبدشمس کو دیکھا ہے؟

اُس نے کہا! ہاں

تمھارا دادا امیہ کمزور نظر گہرے سیاہ رنگ اور نظروں کو اکتا دینے والے نقوش کا ایک بدصورت شخص تھا جو اپنے غلام ذکوان کو راہبر کے طور پہ لے کر نکلتا تھا۔

اور امیر معاویہ ششدر رتھے کہ اُس شخص نے ان کے منہ پہ ہی اُن کی توہین کردی تھی۔

چنانچہ یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

تیرا برا ہو تو ذکوان کا اُن کا غلام کہتا ہے اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امیہ کا بیٹا تھا۔

اُس بوڑھے شخص نے پھر کوئی اور بات کی:

تب حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے کہا:

اس شخص کو یہاں سے لے جاؤ اسے موت سے ڈر نہیں لگتا۔

چنانچہ عقبہ کا باپ معیط دراصل صفوریہ کی اُس یہودن کا بیٹا تھا جس سے امیہ نے زنا کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے عقبہ بن ابی معیط نے اپنے اہل قریش ہونے کی دہائی دی اور قرابت کا واسطہ دیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُسے رد کر دیا اور کہا تُو تو محض صفوریہ کا ایک یہودی ہے۔

چنانچہ عرق الظبیہ کے مقام پر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ نے اسے قتل کیا

اگرچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسے ایک درخت سے لٹکا کر پھانسی دی گئی۔

واللہ اعلم۔

لشکر اسلام کی مدینہ آمد

پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے اور مدینہ پہنچے۔اور مدینہ کی گلیوں میں خوشیاں تھیں، رونقیں تھیں،لوگوں کے چہرے روشن تھے، وہ اسلام کی اس عظیم الشان فتح پہ مسرور تھے۔لوگوں کا ایک ہجوم رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے استقبال کے لیے موجود تھا۔

اُس سے اگلے روز باقی صحابہ قیدیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن عبداللہ سہیلی نے حضرت سودہؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب قیدیوں کے لائے جانے کی خبر مجھ تک پہنچی تو میں اس وقت غفراء کے ہاں اُس کے بیٹوں عوفؓ اور معوذؓ کی تعزیت کرنے گئی ہوئی تھی۔

جب مجھے پتا چلا کہ قریش کے قیدی لائے گئے ہیں تو میں فوراً گھر کی طرف چلی آئی اور رسول اللہ ﷺ اُس وقت گھر میں ہی موجود تھے۔

میں نے دیکھا کہ عربوں میں بلند رتبہ کا حامل سردار سہیل بن عمرو میرے گھر کے ایک کونے میں اس طرح بیٹھا تھا جس طرح ذلیل لوگ بیٹھتے ہیں۔اُس کے ہاتھ اُس کی پشت پہ بندھے ہوئے تھے اور اُس کی گردن میں رسی ڈال دی گئی تھی۔

تب قبیلے سے میری عصبیت عود کر آئی اور میں نے اسے طعن کیا:

اے ابو یزید! اس وقت سے پہلے ہی تم عزت کی موت کیوں نہ مر گئے۔

خدا کی قسم! میرے دماغ میں اُس کو اِس حالت میں دیکھ کر آندھیاں سی چل رہی تھیں حتیٰ کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ الفاظ مجھے ہوش وحواس کی دنیا میں واپس لائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے فرمارہے تھے۔

اے سودہ! اللہ کے دشمنوں کو اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف بھڑکا رہی ہو۔

تو میں مسکرادی اور کہا!

اب یہ اس قابل رہے کہاں ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

روز بدر قریش نے جس ذلت کا سامنا کیا تھا انھوں نے اس کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ اس جنگ میں قریش کے تقریباً سارے قابل ذکر لوگ قتل کر دیئے گئے تھے۔
شہر مکہ اب قریش کے سرداروں سے خالی تھا۔ ابوسفیان کے سوا کوئی قابل ذکر سردار موجود نہ تھا۔

۲ ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

تذکرہ اسیران بدر

روزِ بدر جب حق اور باطل کا میدان سجا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا۔ اہل قریش میں سے بہت سوں کے لاشے میدان بدر میں تڑپے، وہ جو تکبر کی راہ کے راہی تھے اُن میں سے بہت تھے جو اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاؤں میں پڑے تھے اور اُن کے اونچے شملے خاک آلود تھے۔ اُن کی نظروں میں شرم کم اور حیرت زیادہ تھی۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی اس پست حالت کا تصور کبھی خواب میں بھی نہ کیا تھا۔ اُن کے ہاتھ اُن کی پشت کی طرف باندھے گئے تھے اور اُن کی گردنوں میں غلامی کا وہ طوق تھا جس نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔ وہ تعداد میں ستر تھے

علامہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

روزِ بدر جب مسلمان اہل قریش کو گرفتار کر رہے تھے تو کعب انصاری قریش کے ایک اہم آدمی ابوعزیر کو باندھ رہے تھے۔ ابوعزیر وہ شخص تھا کہ جس نے نضر بن حارث کے قتل کے بعد اہل قریش کا پرچم سنبھالا تھا۔

وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی تھے۔ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ اُن کے قریب سے گزرے تو حضرت مصعبؓ نے اُس انصاری صحابی سے کہا:

اپنے قیدی کو ذرا کس کے باندھنا اس لیے کہ اس کی ماں بہت مالدار ہے اور تمھیں اس کا بہت فدیہ ملنے والا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے اس فقرے سے اُن کا بھائی حیران رہ گیا اور اُس نے کہا: بھائی تم میرے بارے میں اسے کس قدر غلط نصیحت کر رہے ہو۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ فوراً پلٹے اور اپنے بھائی سے کہا:

میرے بھائی تم نہیں ہو، میرا بھائی تو وہ ہے جو تم کو باندھ رہا ہے۔

ابوعزیر کہتے کہ اُسی وقت میرے دل کے اندر سے آواز آئی کہ اسلام نے اِن لوگوں کے اخلاق اور کردار کو اس قدر پختہ کر دیا ہے کہ میرے بھائی نے اپنے ماں جائے کے بجائے اپنے ہم عقیدہ کے بھائی کو ترجیح دی تو یقیناً اس میں کوئی بات ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اہل قریش کو گرفتار کر لیا تو اُن کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اب اِن سے کیا سلوک کیا جائے۔ اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ اِن قیدیوں کے بارے میں جو فوری حکم صحابہ کو دیا وہ یہ تھا کہ تم نے اِن سے عمدہ سلوک کرنا ہے اِن کے ساتھ باہم مروت اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

چنانچہ یہی ابوعزیر بیان کرتے ہیں جن کے دل میں اللہ نے روشنی کر دی تھی کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو مجھے ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا جس نے میرے ساتھ اتنا عمدہ سلوک کیا کہ میں اُس کے اخلاق کے سامنے شرمندہ ہو جاتا۔ وہ خود تو سوکھی کھجوریں کھاتے اور مجھے عمدہ روٹی کھلاتے۔ صبح ناشتے کے وقت خود اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا مگر میرے لیے وہ کوئی نہ کوئی اہتمام کر ہی لیتے۔ وہ خود زمین پہ سو رہتے اور اپنا بستر میرے لیے خالی چھوڑ دیتے۔ آخر میں اُن سے یہ کہنے پہ مجبور ہو گیا کہ آپ میرے قیدی ہیں یا میں آپ کا قیدی ہوں۔

وہ صحابی مسکرائے اور کہا:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تمھارے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میری ذات سے آپ کو کوئی ضرر پہنچے۔اس کے بعد ابوعزیر کی ماں نے انھیں سب سے زیادہ زرفدیہ یعنی چار ہزار درہم دے کر آزاد کرالیا۔مگر مسلمانوں کے حسن سلوک اور اُس کے عمدہ طرز زیست کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے بعد ابوعزیر کے لیے اب اسلام سے دور رہنا مشکل تھا اس لیے جلد ہی وہ اسلام لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ جب اہل قریش کے قیدیوں کو لے کر مدینہ پہنچے تو اگلے روز صحابہ کی مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے ان قیدیوں کے بارے میں مشاورت کی۔

آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

لوگو! مجھے اِن قیدیوں کے بارے میں مشورہ دو۔

سب سے پہلے حضرت عمرؓ اٹھے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میرا مشورہ یہ ہے کہ اہل قریش کے قیدیوں کو اُن کے مسلمان رشتے داروں کے حوالے کردینا چاہیے تاکہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اِن لوگوں کو قتل کریں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! میرا مشورہ یہ ہے کہ آگ کا ایک آلاؤ روشن کیا جائے اور اِن تمام قیدیوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ! میرا مشورہ یہ ہے کہ اِن سے فدیہ لیا جائے اور اِن کو آزاد کردیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ میں نے ابوبکرؓ کی رائے کو اختیار کرلیا ہے۔

اگلے روز جب قرآن نازل ہوا تو اس میں حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند کیا گیا تھا اگر چہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

اس سے اگلے روز جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد میں بیٹھے زاروقطار رو رہے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ اُن کے پاس پہنچے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ اگر مجھے آپ ﷺ کے رونے کی وجہ کا پتا چل جائے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔تب نبی اکرم ﷺ نے اُن پہ قرآن کی وہ آیات پیش کیں جو نازل ہوئی تھیں ۔اُن آیات کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

"مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O

القرآن الحکیم(سورۃ الانفال 8/70-67)

ترجمہ؛

"نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اِن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ انھیں قتل کیا جائے) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح کفار کی خون ریزی نہ کرلیں۔تم تو دنیا کا مال و

اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی مصلحت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے اگر خدائے تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال سمجھ کے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔اے پیغمبر! آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ اِن سے فرمادیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمھارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم نے فدیہ میں لیا ہے وہ دنیا میں تم کو اس سے بہتر دے گا اور آخرت میں تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحم فرمانے والے ہیں‘‘۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

امام حلبی نے اس سلسلے میں جو روایت تحریر کی ہے اُس میں بیان کیا گیا ہے کہ اِن آیات کے اترنے کے بعد حضرت جبرائیلؑ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

اگر آپ لوگ چاہیں تو اِن لوگوں سے فدیہ لے لیں مگر یاد رکھیں اگلے سال تم میں سے اتنے ہی لوگ قتل کیے جائیں گے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا اور اُن تک اللہ کا یہ پیغام پہنچایا جو جبرائیلؑ لے کر آپ ﷺ کے پاس اترے تھے۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

یہ جبرائیل ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے تم کو اختیار دیا ہے کہ اگر تم چاہو تو آگے بڑھو اور اپنے قیدیوں کو قتل کردو، اگر چاہو تو اِن سے فدیہ لے لو مگر فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال تم میں

سے ستر آدمی قتل کیے جائیں گے۔

صحابہ نے عرض کی ! یا رسول اللہ ﷺ!

ہم اِن سے فدیہ ہی لیں گے کہ اس طرح اِن کے مال سے دین اسلام کو تقویت پہنچے گی اور آئندہ سال ہم میں سے ستر آدمی اِن کے ہاتھوں قتل ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

[*18]

اور صحابہ نے فدیہ کے معاملے کو اختیار کیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

ادھر مکہ میں اہل قریش کے ہاں ایک اجلاس جاری تھا جس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ لوگ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کریں اور اس معاملے میں صبر سے کام لیں ہوسکتا ہے کہ مسلمان اُن سے اکتا جائیں اور انھیں بغیر فدیے کے رہا کر دیں۔اس اجلاس میں مطلب ابن ابی وداعہ سہمی بھی شامل تھا جس کا باپ مسلمانوں کے ہاں قید تھا۔وہ قریش کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا مگر جونہی یہ اجلاس ختم ہوا تو وہ اپنے اونٹ پہ سوار ہو کے مدینے کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ اپنے باپ کو رہائی دلا سکے۔چنانچہ وہ مدینہ پہنچا اور منہ بولی رقم ادا کر کے اپنے باپ ابو وداعہ کو رہا کرا کے مکہ لے آیا کیونکہ وہ قریش کا مالدار تاجر تھا اس لیے اُسے مال کی کوئی خاص پرواہ نہ تھی۔

انھی قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا اور امیر معاویہ کا بھائی عمرو بھی شامل تھا۔

لوگوں نے ابوسفیان سے کہا کہ وہ فدیہ ادا کر کے اپنے بیٹے کو چھڑا لائے۔

ابوسفیان نے لوگوں کو جواب دیا:

یعنی مسلمانوں کے ذمے میرا ایک خون بہا بھی باقی رہے اور میں اُن کو اپنی دولت بھی دوں اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے بیٹے حنظلہ کو انھوں نے قتل کیا اب عمرو کے بدلے مال مانگتے ہیں

خدا کی قسم ابھی ہم اتنے ذلیل نہیں ہوئے۔

چنانچہ اُس نے اپنے بیٹے کو چھڑانے سے انکار کر دیا اور کہا!

انھیں عمرو کو اپنے پاس رکھنے دو۔

پھر ابوسفیان کا ہاتھ پڑ گیا اور اُس نے مسلمانوں سے اپنے بیٹے کو بغیر کسی فدیے کے رہا کرا لیا ہوا یوں کہ مدینہ کے ایک صحابی سعد ابن نعمانؓ اپنی بیوی کے ساتھ عمرہ کرنے مکہ میں داخل ہوئے اور جب وہ حرم پاک کا طواف کر رہے تھے تو ابوسفیان نے اِن کو پہچان لیا اور گرفتار کر کے اپنے گھر لے گیا۔ اگرچہ اُس نے صدیوں پرانی رسم توڑ دی تھی کہ حج وعمرہ پہ آنے والے مسافروں سے تعرض نہ کیا جاتا تھا چاہے انھوں نے کسی کا قتل بھی کیا ہوتا۔ ابوسفیان نے سعد ابن نعمان کے قبیلے بنو اوف کو اطلاع کی کہ تمھارے قیدی میرے پاس ہیں میرے بیٹے عمرو کو لے آؤ اور اپنے قیدی لے جاؤ۔ چنانچہ بنو عمرو عوف کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوسفیان کی رذیل حرکت اور اُس کے مطالبے سے اللہ کے رسول ﷺ کو آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا ابوسفیان کے بیٹے عمرو کو بنو عوف کے حوالے کر دو تا کہ وہ اپنے قیدی چھڑا سکیں۔ اس طرح ابوسفیان کا بیٹا اپنے گھر پہنچ گیا اور بنو عوف کے قیدی اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔[*19]

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

انھی قیدیوں میں نبی اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص ابن ربیع بھی شامل تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ اپنے داماد ابولعاص کی بہت عزت کرتے تھے اس لیے کہ جب آپ ﷺ مکہ میں تھے اور ابولہب نے آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو اپنے بیٹوں سے طلاق دلوا دی تھی تب اہل قریش نے پوری کوشش کی کہ ابوالعاص بھی آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب کو طلاق دے دیں انھوں نے

حضرت ابولعاص کو مال کا لالچ دیا اور یہ بھی کہا کہ تم اہل قریش کی جس لڑکی پہ ہاتھ رکھو ہم اسے تمھارے نکاح میں دینے کو تیار ہیں مگر ابولعاص نے کہا میں اپنی بیوی کے ساتھ خوش ہوں اور مجھے قریش کی کسی عورت کی تمنا نہیں اور میں اپنے معاملات میں خودمختار ہوں اس لیے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ اور ابوالعاص حضرت زینب کے خالہ زاد تھے۔آنخضرت محمد ﷺ تک جب قریش اور ابوالعاص کا یہ معاملہ پہنچا تو آپ ﷺ نے ابولعاص کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

آنخضرت محمد ﷺ ابوالعاص اور حضرت زینب کے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔اُن کی بیٹی امامہ ہروقت مسجد نبوی میں آنخضرت محمد ﷺ کے ساتھ کھیلا کرتی اور اُن کا بیٹا اُس وقت نبی اکرم ﷺ کے اونٹ پہ آپ ﷺ کی گود میں بیٹھا تھا جب آپ ﷺ فتح مکہ کے وقت مکہ میں اترے تھے۔[*20]

چنانچہ ہم کہہ رہے تھے کہ ابولعاص بھی اسیرانِ قریش میں شامل تھے۔حضرت زینب نے اپنے دیور عمرو ابن ربیع کے ہاتھ اپنا ایک قیمتی ہار اُن کے فدیے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینے روانہ کیا۔[*21]

نبی اکرم ﷺ اس ہار کو بہت اچھی طرح پہچانتے تھے۔

وہ ہار نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں تھا اور آپ ﷺ کو وہ ایام یاد آ گئے جب اُن کی محبوب بیوی حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے وقت یہ ہار حضرت زینبؓ کے گلے میں پہنایا تھا۔تب آپ ﷺ رو رہے تھے اور صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ رو رہے تھے اگرچہ وہ نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ کیا ہے۔

تب آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا:

اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ بنت رسول اللہ کو یہ ہار بھی لوٹا دو اور اُن کا قیدی بھی۔

صحابہ نے فوراً حکم پہ عمل کیا اور آپ ﷺ کے داماد ابوالعاص کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔چونکہ ابوالعاص ابھی تک اسلام نہ لائے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ اب

مناسب نہیں کہ تم میری بیٹی کے ساتھ رہو اس لیے اُس کو مدینہ روانہ کر دینا۔

ابوالعاص نے وعدہ کر لیا اور مکہ پہنچ کر اپنے بھائی سے کہا:

زینب کو مدینے پہنچا آؤ۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ ابولعاص کے جانے کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے زید ابن حارثہؓ کو ایک تیز رفتار اونٹ دیا اور کہا زینبؓ کو مکے سے لے آؤ۔

ادھر جب حضرت زینبؓ کا دیور کنانہ بن ربیع حضرت زینبؓ کو لے کر مدینہ روانہ ہوا تو قریش کو اپنا دکھ یاد آ گیا اور لوگوں نے کنانہ کا راستہ روک لیا۔ ذی طوی کے مقام پہ اُن کا ٹکراؤ قریش کے کچھ لوگوں سے ہوا۔ حبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کے اونٹ کو تیر مارا جس کی وجہ سے حضرت زینبؓ اونٹ سے نیچے گر گئیں اور چونکہ وہ حاملہ تھیں اس لیے اُن کا حمل ضائع ہو گیا۔

تب حضرت زینبؓ کے دیور کنانہ نے ہتھیار سنبھالے اور قریش کو للکارا:

اسی دوران ابوسفیان وہاں پہنچ گیا اور اُس کے ساتھ کچھ آدمی بھی تھے۔

اُس نے کنانہ سے کہا:

ہتھیار ہٹا لو ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

اور ابوسفیان کنانہ کو ایک طرف لے گیا اور کہا:

بخدا ! قریش پہ جو آفت محمد (ﷺ) کی وجہ سے آئی ہے تم اس سے واقف ہو ہمارے زخموں سے ابھی تک خون رس رہا ہے اس لیے یوں دن دیہاڑے اگر تم اُن کی بیٹی کو یہاں سے لے جاؤ گے تو ہماری ذلت میں مزید اضافہ ہو گا۔ بخدا! اس لڑکی کو اس کے باپ سے جدا کرنے میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تم چند دن رُک جاؤ لوگ اس بات کو بھول جائیں گے تب رات کی تاریکی تم میں اِن کو لے جانا کوئی تمھارے راستے میں نہیں آئے گا۔

اور کنانہ بن ربیع ابوسفیان کی بات مان گیا۔

چند راتوں بعد وہ حضرت زینبؓ کو رات کی تاریکی میں لے کر نکلا اور انھیں حضرت زید بن حارثہؓ

تک پہنچایا جو مکے سے باہر اُن کے منتظر تھے۔

حضرت زینبؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ پہنچ گئیں۔

آنحضرت محمد ﷺ کو جب اہل قریش کے بارے میں معلوم ہوا کہ انھوں نے حضرت زینبؓ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی اور انھیں زخمی بھی کیا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا اگر کہیں حبار بن اسود تمھارے ہاتھ لگ جائے تو اس کا سر کاٹ لانا۔اس واقعہ کے بعد ابوالعاص مکہ ہی میں مقیم رہا کیونکہ وہ ایک متمول اور ایماندار تاجر تھے اس لیے لوگ اِن کا احترام کرتے تھے۔

جب ان کا قافلہ تیار ہوتا تو قریش خوب سرمایہ کاری کرتے تھے۔ابولعاص نے ایک تجارتی قافلہ تیار کیا اور اسے ملک شام لے گئے واپسی پہ مسلمانوں کے ایک دستے سے اُن کا ٹکراؤ ہوا تو مسلمانوں نے اُن کا سارا مال چھین لیا۔

مگر ابوالعاص جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔

وہ رات کی تاریکی میں اپنی بیوی زینبؓ بنت رسول اللہ کے ہاں اترے اور اُن سے سارا ماجرا بیان کیا!

جب فجر کی نماز ہوئی تو حجروں کی طرف سے آواز آئی۔

اور وہ آواز حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی تھی۔

اور انھوں نے کہا تھا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد صحابہ سے پوچھا؟

تم نے بھی وہ آواز سنی ہے جو میں نے سنی ہے۔

صحابہ نے کہا! ہاں یا رسول اللہ ﷺ!

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بخدا اس ضمن میں میں کچھ نہیں جانتا!

یعنی میں نہیں جانتا کہ میری بیٹی نے ابوالعاص کو کس وجہ سے پناہ دی ہے اگرچہ مسلمانوں کا کوئی

ادنیٰ سا فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اُن سے معاملہ دریافت کیا۔

ابولعاص نے شکوہ کیا کہ میں تو لٹ گیا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن صحابہ کو بلایا جو اس مہم میں شامل تھے اور اُن سے کہا:

یہ مال غنیمت ہے جو اللہ نے تم کو عطا کیا ہے اور یہ تمھارے لیے حلال وطیب ہے اگر تم اس کو رکھ لو تو،مگر ابوالعاص سے ہمارا جو رشتہ ہے اس سے بھی تم آگاہ ہو اس لیے میری مرضی یہ ہے کہ تم اُن کا مال لوٹا دو اور میں تمھارے لیے اللہ سے اس سے عمدہ مال کی دُعا کروں۔صحابہ نے فوراً ہی اللہ کے رسول ﷺ کا حکم مانا اور اجازت چاہی کہ ہم مال کو ایک جگہ اکٹھا کرتے ہیں۔

اور انھوں نے مسجد نبوی کے صحن میں ابوالعاص کے مال کو اکٹھا کرنا شروع کیا اور ابوالعاص کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بعد اُن کی کوئی بھی چیز رکھنا پسند نہ کی تھی۔

چنانچہ جس کے پاس پرانا ڈول تھا وہ اس کو بھی لے آیا۔

جس کے پاس ڈول سے باندھنے والی بوسیدہ رسی تھی وہ اس کو بھی لے آیا۔

جس کے پاس مشکیزہ کا منہ بند کرنے والا ڈاٹ تھا وہ اسے بھی لے آیا تھا اور اُن کا عمدہ مال تجارت تو پہلے ہی اُن کے سامنے پڑا تھا۔اس کے بعد ابولعاص تمام مال لے کر مکہ روانہ ہوئے اور اسے اہل قریش کے حوالے کیا جو اس کے اصل مالک تھے۔

اس کے بعد اعلان کیا کہ اگر کسی کا مجھ پہ کچھ قرض ہو تو وہ بتائے۔

لوگوں نے کہا:نہیں!بخدا تم بہت عمدگی سے حق ادا کرنے والے شخص ہو۔

اس کے بعد انھوں نے اہل قریش کے سامنے اعلان کیا تو سن لو آج کے بعد میں محمد رسول اللہ ﷺ پہ ایمان لے آیا ہوں۔اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے اور آنحضرت محمد ﷺ نے اسی پرانے نکاح پہ اپنی بیٹی کو اُس کے شوہر کے گھر بھیج دیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

انھی جنگی قیدیوں میں سہیل بن عمرو تھا۔

جو عربوں کا بہترین اور جادو بیاں خطیب تھا وہ لوگوں کو اللہ کے رسول محمد ﷺ اور اسلام کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا۔ جب وہ اہل مدینہ کے ہاتھوں قید تھا تو ایک دن جب رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کے ساتھ اُس کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں میں اس کے سامنے کے دانت توڑ دوں تا کہ اس کے بعد یہ کبھی کھڑا ہو کے اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف لوگوں میں زہر نہ اُگل سکے۔

اس لیے کہ جب کسی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے جائیں تب وہ اس قابل نہیں رہتا کہ لوگوں کو خطاب کر سکے کیونکہ اس کے منہ میں الفاظ بننے سے پہلے ہی ہوا داخل ہو جاتی ہے اور وہ جو بولتا ہے لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں آتی۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو منع کر دیا اور فرمایا:

میں اس کو عیب دار نہیں کروں گا کہ کل کو اللہ میرے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی معاملہ فرمائے اور پھر کیا خبر کہ کسی وقت وہ کسی بلند مقام پہ کھڑے ہو کے میری مدح کرے۔ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کے لبوں سے نکلے یہ الفاظ سو فیصد درست ثابت ہوئے کیونکہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

امام حلبی نے بیان کیا ہے کہ!

سہیل بن عمرو کو اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے رہائی کے بعد اسلام کی دولت سے نوازا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اہل مکہ میں سے بہت سے نومسلم شامل تھے دین اسلام جن کے دلوں کی گہرائی میں ابھی تک نہ اترا تھا

چنانچہ امیر شہر مکہ حضرت عتاب بن اسیدؓ سے امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو مکے کے اکثر لوگوں کے دل بجھ گئے اور انھوں نے سوچا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں اور یہ باتیں کرنے والے اس قدر زیادہ تھے کہ میں اپنے گھر میں چھپ گیا کہ

مسلمانوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

تب یہی سہیل بن عمرو تھے جو ایک بلند مقام پہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اتنا عمدہ خطبہ دیا کہ اُن کے دلوں سے وہ خیال دور ہو گیا جسے وہ اپنانا چاہتے تھے اور وہ اپنے دین پہ مستحکم ہو گئے۔

حضرت سہیل بن عمرو نے کہا:

''لوگو! جان لو کہ تم میں سے جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ تو وفات پا گئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہے کہ اللہ تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ '' آپ کو بھی مرنا ہے اور اُن کو بھی مرنا ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ ''اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں اور آپ ﷺ سے پہلے بھی تو بہت سے رسول گزر چکے ہیں''۔ پھر کئی دیگر آیات تلاوت کیں اور کہا! لوگو خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ یہ دین سورج کی طرح مشرق سے مغرب تک پھیلنے والا ہے اس لیے تم اِس شخص (ابوسفیان) کی وجہ سے اپنی جانوں کو مصیبت میں ہر گز نہ ڈالو کہ یہ شخص اگر چہ دین اسلام کے بارے میں وہ سب کچھ جانتا ہے جو میں جانتا ہوں مگر اس کے دل میں بنو ہاشم کے خلاف حسد کی مہر لگ چکی ہے اس لیے تم لوگ اللہ ہی پہ بھروسہ کرو اور توکل کرو کہ اللہ کا دین قائم رہنے والا ہے اور اس کا کلمہ پورا ہونے والا ہے اللہ اِن لوگوں کی مدد فرمائے گا جنھوں نے اس کے دین کی مدد کی اور وہ خود ہی اپنے دین کو قوت و طاقت عطا فرمانے والا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک ایسے شخص (ابوبکرؓ) پہ متفق کر دیا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے۔

وہ رکا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا:

یاد رکھو اگر تم اپنی حرکتوں کی وجہ سے یہ سمجھتے ہو کہ اس سے اسلام کمزور ہو جائے گا تو بھول جاؤ ہمارا دین اب کمزور ہونے والا نہیں ہے اور سن لو خدا کی قسم ہم نے جس شخص میں بھی اسلام کے بعد کفر کی نشانیاں پائیں تو ارتداد کے جرم میں اُس کا سر کاٹ ڈالیں گے''۔

حضرت عتاب بن اسیدؓ کہتے ہیں کہ!

حضرت سہیل بن عمروؓ کے اس ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب کے بعد میں بھی اپنے گھر سے نکل آیا اور وہ لوگ بھی اپنے بدارادوں سے باز آ گئے جن کے دلوں میں کجی بھری تھی۔

اہل مکہ سہیل بن عمرو کی رہائی کے سلسلے میں مدینہ پہنچے۔

مکرز ابن حفص سہیل بن عمرو کا دوست تھا وہ مدینہ پہنچا تھا اُس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے سہیل بن عمرو کا فدیہ طے کیا اور کہا: چونکہ مال سہیل کے وارثوں کے پاس ہے اس لیے آپ سہیل کو جانے دیں اور اس کے بدلے مجھے روک لیں۔

جب سہیل کا مال آپ تک پہنچ جائے تب آپ لوگ مجھے رہا کر دینا۔

صحابہ اس بات پہ راضی ہو گئے اور سہیل بن عمرو مکہ چلا گیا۔

اُس نے تین ہزار درہم کسی شخص کے ہاتھ اہل مدینہ کو بھیجے اور اپنے دوست کو رہا کرایا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

انھی قیدیوں میں خالد بن ولید اور ہشام بن ولید کا بھائی ولید ابن ولید بھی تھا۔ چنانچہ اُن لوگوں نے بھاری فدیہ ادا کر کے ولید بن ولید کو رہائی دلائی۔ مگر ولید نے جب مکہ پہنچتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تو اس کے بھائی حیران رہ گئے اور ولید سے کہنے لگے اگر تم نے یہی کرنا تھا تو وہیں مدینے میں کیوں نہ کر دیا۔

تب لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا مال بچانے کے لیے یہ سب کیا ہے۔

ولید نے جواب دیا۔

مگر بھائیوں کو اس بات کا دکھ تھا اس لیے انھوں نے ولید پہ نظر رکھی۔

جب ولید نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی کوشش کی تو انھوں نے ولید کو قید کر دیا۔ اور نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز کے دوران دعائے قنوت میں اِن کی رہائی کے لیے دُعا فرمایا کرتے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اورانھی قیدیوں میں سائب بھی تھا جوامام شافعی کا پانچواں دادا تھا۔
غزوہ بدر میں سائب بنوہاشم کا علم بردار تھا۔
اس پرچم کا نام عقاب تھا جو عام طور پہ ابوسفیان کے پاس ہوا کرتا تھا مگر غزوہ بدر میں ابوسفیان شامل نہیں تھا بلکہ ابوسفیان کی وجہ سے جنگ بدر ہوئی تھی۔سائب کے ایک بیٹے شافع تھے وہ صحابی تھے ابھی بچے ہی تھے جب نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی۔سائب کے اسی بیٹے شافع کی نسبت سے امام شافعی کو شافعی کہا جاتا ہے۔سائب عربوں کا بلند پایہ سردار تھا اسی لیے تو ابو سفیان کی غیرموجودگی میں لشکر کا اہم علم عقاب اس کے حوالے کیا گیا تھا۔انھوں نے اپنا فدیہ خودادا کیا اوررہائی حاصل کی۔
غالباً فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اورانھی قیدیوں میں وہب ابن عمیر بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اِن کو رفاعہ ابن رافع ؓ نے گرفتار کیا تھا۔اُن کا باپ عمیر اہل قریش کا شیطان تھا مگر اللہ نے اُسے بھی ہدایت سے نواز دیا۔
مورخین نے لکھا ہے کہ!
جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں تھے تو عمیر انھیں تکلیفیں پہنچایا کرتا۔
غزوہ بدر کے بعد ایک دن صفوان بن امیہ اور عمیر صحن کعبہ میں بیٹھے تھے اور اُن لوگوں کا تذکرہ کررہے جو میدانِ بدر میں مارے گئے تھے۔
اوراُن کے دل میں دکھ تھا۔

چنانچہ عمیر نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا:

اگر مجھ پہ قرض نہ ہوتا اور بال بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو بخدا میں مدینے جاتا اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیتا تا کہ یہ سارا فساد ہی ختم ہو جائے۔

صفوان نے اُس نے کہا:

عمیر اگر تم عربوں کو اس مصیبت سے نجات دلا دو تو میں تمھارا قرض بھی ادا کر دیتا ہوں اور تجھے یہ عہد بھی دیتا ہوں کہ تیرے اہل وعیال کا ہمیشہ اُس طرح خیال رکھوں گا جس طرح کہ میں اپنے بچوں کا رکھتا ہوں۔

اس پہ عمیر راضی ہو گیا۔ وہ اپنے گھر گیا اور اپنی تلوار کو ساری رات زہر میں بھگویا اور اگلے دن مدینہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ مسجد نبوی کے دروازے پہ پہنچا تو وہاں اسے حضرت عمرؓ کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمرؓ نے اسے سواری سے نیچے گھسیٹ لیا اور اُس کی تلوار کا پٹہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے دھکے مارتے ہوئے اللہ کے رسول محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ یہ قریش کا شیطان ہے اور یقیناً کسی بری نیت سے مدینہ پہنچا ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

عمرؓ اس کو چھوڑ دو!

حضرت عمرؓ نے عمیر کو چھوڑا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہو! عمیر کیسے آنا ہوا؟

میں اپنے بیٹے وہب کے سلسلے میں آپ ﷺ سے ملنے آیا ہوں۔

عمیر نے کہا: مگر اس صورت میں تمھیں اس تلوار کی کیا ضرورت تھی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ! ان تلواروں نے ہمیں اس سے قبل کیا دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمیر مجھ سے سچ بولو!

عمیر نے کہا بخدا! میں صرف اسی سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے اپنے بیٹے کی رہائی کے متعلق بات کرسکوں۔

اور حجر اسود کے پاس بیٹھ کر تو نے اور صفوان بن امیہ نے جو مشورہ کیا تھا اُس کا کیا بنا۔

اور عمیر کی آنکھیں جیسے پھٹنے کو ہوں۔

کیونکہ انھوں نے راز داری کا بھرپور اہتمام کیا تھا اور صفوان بن امیہ اور عمیر کے سوا کوئی تیسرا شخص اس بات سے آگاہ نہ تھا۔ عمیر کے دل میں روشنی ہوتی چلی گئی اور وہ حیرت سے اتنا ششدر تھا کہ کتنی دیر تو اس کے منہ سے آواز ہی نہ نکلی اور اس کے بعد جب وہ بولا تو حق ہی بولا:

یارسول اللہ ﷺ! اور اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو بہت جھٹلایا اور ہمیشہ اس بات سے انکار کیا کہ آسمان سے آپ کے پاس خبریں آتی ہیں مگر آج میرے دل میں شک کا کوئی شائبہ نہیں اس لیے مجھے اپنی غلامی میں لے لیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

اپنے بھائی کو لے جاؤ اس کو دین کی تعلیم دو قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو بھی رہا کردو۔ اگلے دن عمیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میں ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہا کہ اس چراغ کو بجھا دو جسے آپ ﷺ نے روشن کیا ہے میں نے اُن لوگوں کو تکلیفیں دیں جنھوں ں نے آپ کے دین کو قبول کیا یارسول اللہ ﷺ!

میں نے مسلمانوں کو تکلیفیں دیں مجھے اجازت دیجیے کہ مکہ چلا جاؤں اور کافروں کو تکلیف

پہنچاؤں تا کہ میرا یہ عمل میرے پہلے عمل کا مداوا ہو جائے۔دوسری طرف جب عمیر مدینے کی طرف نکلا تو صفوان بن امیہ نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ جلد ہی انھیں ایک ایسی خوشخبری سنائے گا جسے سن کر تم خوش ہو جاؤ گے۔

مگر اُسے وہ خوشخبری کبھی نہ پہنچی جس کا وہ منتظر تھا۔

بلکہ اُس کے بدلے اُسے یہ بری خبر ملی کی عمیر نے اسلام قبول کر لیا ہے اور صفوان اپنا سر پیٹ کر رہ گیا کیونکہ اُس نے عمیر کا قرضہ اپنے مال سے ادا کر دیا تھا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اور انھی قیدیوں میں نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔

میدان جنگ سے فارغ ہونے کے بعد جب رات کو صحابہ لیٹے تو اُن کے قیدی قریب ہی بندھے پڑے تھے۔بعض صحابہ نے محسوس کیا کہ کسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو نیند نہیں آ رہی، آپ ﷺ کسی بے قراری کا شکار ہیں اور کروٹیں بدل رہے ہیں۔

آخر صحابہ نے نبی اکرم ﷺ پوچھا ہی لیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے آپ سکون سے سو نہیں رہے بلکہ کروٹیں ہی بدل رہے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھے میرے چچا کی کراہوں نے نہیں سونے دیا جن کو تم نے کس کے باندھ رکھا ہے۔

صحابہ نبی اکرم ﷺ کے اس دکھ پہ شرمندہ سے ہو گئے۔

چنانچہ ایک صحابی اٹھے اور انھوں نے حضرت عباس کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا:

اسلام مساوات کا دین ہے اور آپ ﷺ کی اس بات کو سمجھنے کے بعد صحابہ اٹھے اور انھوں نے تمام قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔

اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینے کو روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے حضرت عباس سے مذاق کرتے ہوئے کہا: چچا جس شخص نے تمہیں گرفتار کیا ہے اگر تم اسے پھونک مارتے تو وہ اُڑ کے دور جا گرتا۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس نہایت لمبے قد کے گرانڈیل اور گھبرو جوان تھے اور اُن کو انصار مدینہ میں سے ایک شخص ابوالیسرؓ کعب بن عمرو نے گرفتار کیا تھا جو چھوٹے سے قد کے ایک منحنی سے شخص تھے۔

حضرت عباس نے جواب یا:

بخدا جب وہ شخص میرے سامنے آیا تو مجھے وہ خدمہ کی طرح لگا۔[22*]

اور ابوالیسر اگرچہ چھوٹے قد کے کمزور سے انسان تھے مگر وہ بہت بہادر تھے کہ ابوالیسر نے ہی ابوعزیر ابن عمیر سے قریش کا پرچم چھین کر اسے سرنگوں کیا تھا۔

ایک اور روایت میں حضرت عباس کی گرفتاری کے متعلق کہا گیا ہے کہ ابوالیسر جب حضرت عباس کے سامنے آئے تو قریش کے صحابہ نے حضرت عباس کو طعنہ دیا کہ آپ کو اس شخص نے گرفتار کیا ہے۔

تو حضرت عباس نے کہا:

نہیں بخدا! یہ تو وہ نہیں جس نے مجھے گرفتار کیا تھا:

وہ تو ایک لمبا تڑنگا شخص تھا جو بہت خوبصورت تھا اور اُس کے عارض تو جیسے روشن سے ہوں اور وہ بہت طاقتور تھا اگرچہ اس کے بعد میں نے اُسے تمھارے درمیان نہیں دیکھا۔

اس پہ ابولیسر ناراض ہوئے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! ان کو میں نے گرفتار کیا ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ مسکرانے لگے اس کے بعد کہا:

میرا چچا تمھارے بس سے باہر تھا اس لیے اُنھوں نے اُس فرشتے کا تذکرہ کیا ہے جس نے اِن

کی گرفتاری میں تمھاری مدد کی تھی۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ!

صحابہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس کو گرفتار کیا تو اُن کی قمیض پھٹ گئی تھی اور کسی بھی صحابی کی قمیض انھیں پوری نہ آتی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے لیے اپنا کرتہ بھیجا اس لیے کہ وہ بھی بہت لمبا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ!

عبداللہ بن ابی کے مرنے پہ رسول اللہ ﷺ نے اُس پہ ڈالنے کے لیے اپنا کرتہ بھیج کر اُس منافق کا یہ احسان اتار دیا تھا۔

حضرت عمرؓ اور بعض صحابہ نے مشاورت کی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ آپ اپنے چچا عباس کو بغیر فدیے کے رہا کر دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا! ہرگز نہیں بلکہ اُن سے ایک ایک پائی وصول کی جائے گی۔

اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عباس سے کہا:

چچا آپ اپنا فدیہ سو اوقیہ سونا ادا کریں اپنے بھتیجوں نوفل ابن حرث اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ بھی آپ ہی ادا کریں گے۔ اور حضرت عباس سر پکڑ کے بیٹھ گئے کہ وہ کسی حد تک کنجوس تھے اگرچہ انھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اس ڈر سے کہ سود پہ اُن کی جو لمبی لمبی رقمیں لگی ہوئی ہیں وہ ڈوب جائیں گی وہ اپنے اسلام کا اعلان نہ کرتے تھے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو اُن کے ایمان کا حال معلوم تھا۔ اس لیے جب حضرت عباس سے فدیہ طلب کیا گیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے گلہ بھی کیا کہ اُن سے فدیہ وصول نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تو پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا:

وہ تمھارے اور میرے بیچ ایک خفیہ بات ہے اور جو ظاہر بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو قریش کی

طرف سے لڑتے ہوئے میدان بدر سے گرفتار کیا گیا ہے اس لیے فدیہ تو آپ کو دینا ہی ہوگا۔

تب حضرت عباس نے کہا:

اچھا میں آپ کو فدیہ دیتا ہوں میرا وہ سونا مجھے لوٹا دیں جو آپ ﷺ کے صحابہ نے مجھ سے چھین لیا ہے۔اور وہ سونا اور دیگر اموال وہ تھے جو حضرت عباس مکہ سے لے کر نکلے تھے تاکہ راستے میں لشکر کفار کی ضیافت کر سکیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انکار کیا اور فرمایا:

میدان جنگ میں چھینا گیا مال چونکہ طاقت کی بنا پہ حاصل کیا جاتا ہے اس لیے اُس مال کو غنیمت کہا جاتا ہے۔

جب آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا سے فدیہ وصول کر لیا تو حضرت عباس کہنے لگے۔بھتیجے تم نے تو مجھے اس حال کو پہنچا دیا ہے کہ میں فقیر ہو گیا ہوں اب شاید مجھے قریش کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے یعنی آپ ﷺ نے مجھے کنگال کر دیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چچا رہنے دو! ابھی سونے کی وہ بہت سی تھیلیاں باقی ہیں جو آپ نے میری چچی کے ساتھ مل کے فلاں جگہ زمین میں دبائی تھیں اور آپ نے اپنی بیوی اُم الفضل [23*] سے کہا تھا کہ یہ سونا فضل کے لیے، یہ سونا عبداللہ کے لیے ہے اور سونے کی یہ تھیلی قثم کے لیے ہے۔تب لوگوں نے حضرت عباس کے چہرے پہ چھائی حیرت کو دیکھا اور اس کے بعد انھوں نے اسلام قبول کر لیا: انھوں نے کہا خدا کی قسم! اُس مال کے بارے میں تو میرے سوا صرف میری بیوی آگاہ تھی اور ہم سمجھتے تھے کہ دنیا میں اور کسی کو اس بارے میں علم نہیں۔اور میں گواہی دیتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو دین آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اور انھی قیدیوں میں ایک احسان فراموش قیدی ابوعزہ عمرو جمحی بھی تھا جو عربوں کا شاعر تھا اور

اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا وہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔

اُس نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ!

میں عیالدار اور غریب آدمی ہوں مجھ پہ احسان فرمائیں اور مجھے رہا کر دیں میں فدیہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا: میں تجھے ایک شرط پہ رہا کر سکتا ہوں کہ آئندہ تو مجھے اپنی زبان سے اذیت نہیں پہنچائے گا۔

اُس نے وعدہ کر لیا۔

اور نبی اکرم ﷺ نے اسے رہا کر دیا مگر مکہ پہنچنے کے بعد وہ اپنے عہد سے پھر گیا اور پھر سے مسلمانوں کے خلاف شعر کہنے لگا۔

لوگوں نے اس سے پوچھا تم بغیر فدیہ ادا کیے رہا کیسے ہوئے؟

تو اُس نے بڑے تکبر سے کہا:

میں نے محمد رسول اللہ ﷺ پہ جادو کر دیا تھا۔

اور اگلے برس جنگ احد میں وہ پھر کفار قریش کے ساتھ نکلا اور اپنے پر جوش کلام سے لوگوں کے جذبات کو بھڑکاتا تھا۔

وہ پھر گرفتار ہوا۔

اور نبی اکرم ﷺ سے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میں غریب ہوں مجھ پہ احسان کیا جائے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن ایک سوراخ سے صرف ایک بار ڈسا جاتا ہے۔

اور پھر اپنے صحابہ کو حکم دیا اس کا سر کاٹ کر مجھے دکھایا جائے اور آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔

صحابہ نے اُس کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش فرما دیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اور انھی میں کچھ قیدی ایسے بھی تھے جو بہت نادار تھے نہ وہ خود اپنا فدیہ ادا کر سکتے تھے اور نہ کوئی دوسرا اُن کی طرف سے فدیہ ادا کرنے پہ راضی ہوتا تھا۔ چنانچہ اُن کی آزادی کے لیے مسلمانوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ اہل مدینہ کے دس دس پڑھ بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو اُن کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اور جبیر ابن معطم بھی اپنے کچھ قیدیوں کی سفارش لے کر مدینہ پہنچا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کاش تمھارا باپ معطم بن عدی زندہ ہوتا تو میں اُس کے ایک اشارے پر تمام اہل قریش کو اُس کے حوالے کر دیتا۔[24*]

اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں کفار قریش کے خلاف کئی بار معطم نے نبی اکرم ﷺ کی مدد فرمائی تھی۔ جب کفار قریش نے مسلمانوں سے مقاطع کیا تو اُس تحریری معاہدے کے خلاف آواز اٹھانے والے اہل قریش میں سے معطم بن عدی سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ اور یہ بھی کہ جب نبی اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے تو معطم بن عدی نے ہی آپ کو اپنی پناہ میں دوبارہ مکہ میں داخل کیا تھا اگر چہ قریش عہد کر چکے تھے کہ اب وہ کبھی نبی اکرم ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

روز بدر مسلمانوں نے ستر کفارِ قریش کو گرفتار کیا تھا اُن کے نام امام ابوالقاسم عبدالرحمان عبداللہ سہیلی کی کتاب الروض الانف سے یہاں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

خاندانِ بنو ہاشم۔

عقیل بن ابی طالب،نوفل بن حارث گرفتار ہوئے۔

****

خاندانِ بنی مطلب ۔

سائب بن عبید،نعمان بن وعمرو گرفتار ہوئے۔

****

خاندانِ بنی عبد شمس ۔

عمرو بن ابی سفیان ، حارث بن ابی وجزہ ، ابولعاص بن الربیع ، ابوالعاص بن نوفل ، ابوریشہ بن ابی عمرو،عمرو بن ارزق اور عقبہ بن عبدالحارث۔

****

خاندانِ بنی نوفل۔

عدی بن خیار،عثمان بن عبد شمس۔

****

خاندانِ بنو عبدالدار ۔

ابوعزیز بن عمیر اور اسود بن عامر۔

****

خاندانِ بنی اسد ۔

سائب بن حبیش ، سالم بن شماس اور حویرث بن عباد۔

****

خاندانِ بنی مخزوم ۔

خالد بن ہشام،امیہ بن ابی حذیفہ،ولید بن ولید،عثمان بن عبداللہ،صیفی بن رفاعہ،ابوالمنذ ر بن

ابی رفاعہ،ابوعطاء عبداللہ بن ابی سائب،مطلب بن حنطب ،خالد بن اعلم[25*]

****

خاندانِ بنو سہم ۔

ابووداعہ بن ضبیرہ،فروہ بن قیس،حنظلہ بن قبیصہ اور حجاج بن قیس۔

****

خاندانِ بنو جمح ۔

عبداللہ بن ابی حلف،ابوعزہ بن عبد، فاکہ بن حرول[26*], وہب بن عمیر،ربیعہ بن دراح۔

****

خاندانِ بنی عامر ۔

سہیل بن عمرو،عبد بن زمعہ،عبدالرحمٰن بن منشوء۔

****

خاندانِ بنی حارث بن فہر۔

طفیل بن ابی قنیع ،عتبہ بن عمرو۔[27*]

****

دیگر اسیران بدر جن کے نام ابن اسحٰق نے نہیں لکھے۔[28*]

ان میں عقیل بن عمرو،تمیم بن عمرو، خالد بن اسید، ابوعریض یسار مولیٰ عاص بن امیہ نبہان، عبداللہ بن حمید،مسافع بن عیاض، جابر بن زبیر،قیس بن سائب،عمرو بن ابی خلف،ابورہم بن

عبداللہ، ۔سطاس، ابورافع، نبہان[29*]اورحبیب بن جابر، سائب بن مالک شامل ہیں

[30*]۔

۲ ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

تذکرہ شہدائے بدر

یہ لوگ کائنات کا فخر تھے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر چہ وہ ایک شان کے ساتھ تمھاری نظروں کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر اس کے باوجود اُن کو مردہ نہ کہو کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔یاد رہے کہ یہاں اُن کا زندہ ہونے سے مراد معنوی طور پہ اِن کا زندہ ہونا نہیں بلکہ وہ حقیقی طور پہ جسمانی لحاظ سے زندہ ہیں۔اسی لیے تو ساتھ اس بات کا تذکرہ بھی کر دیا گیا کہ وہ اپنے رب کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔جب میدان بدر سجا تو مسلمانوں اور کفار قریش کے مابین طاقت کا کوئی توازن نہ تھا۔اس کے باوجود چونکہ مسلمانوں کے دل اپنے دین پہ اپنے رب پہ اپنے رسول پہ اپنی کتاب پہ اپنے ایمان پہ اپنے یقین پہ مطمئن تھے اس لیے انھیں ایک لمحے کے لیے بھی دشمن کی عددی یا عسکری برتری نے مرعوب نہ کیا تھا۔وہ لوگ جو میدان بدر میں اترے بلاشبہ فخر انسانیت تھے۔اس لیے کہ یہی وہ مقام تھا جس نے فیصلہ کیا کہ عربوں کا دین اب

اسلام ہوگا اور انھیں بت پرستی سے آخر واپس آنا ہے۔

دنیا میں اگرچہ انسانوں کے مابین بہت سے معرکے ہوئے جن سے تاریخ کے صفحات مزین کیے گئے مگر معرکہ بدر اپنی نوعیت اور مقاصد کے حوالے سے بہت سے پہلوؤں سے منفرد تھا آئیے اِن کا جائزہ لیں۔

اس میدان میں حق و باطل کا فیصلہ ہوا۔

اسی میدان میں قریش کی فرعونیت خاک آلود ہوئی۔

اسی میدان میں اشرار قریش قتل کیے گئے۔

اسی میدان میں ملائکہ کے لشکر اترے۔

اسی میدان میں مسلمان تقریباً بغیر ہتھیاروں کے لڑے۔

اسی میدان میں اس امت کا فرعون ابو جہل قتل ہوا۔

اسی میدان میں غلاموں کے ہاتھوں کا آقا قتل ہوئے۔

اسی میدان میں باپ کے ہاتھوں بیٹے قتل ہوئے۔

اسی میدان میں بیٹے کے ہاتھوں باپ قتل ہوئے۔

اسی میدان میں نبی اکرم ﷺ نے مقتولین قریش کو خطاب فرمایا۔

اسی میدان میں سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہوا۔

اسی میدان میں اشرافِ قریش کی گردنوں میں غلامی کے طوق ڈالے گئے۔

اسی میدان میں وہ کنواں ہے جسے کفار قریش کا مرقد بنایا گیا۔

اسی میدان میں جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔

اسی میدان میں معوذ اور معاذ نے دادِ شجاعت دی۔

اسی میدان میں ابو جہل کا سر خاک آلود ہوا۔

اسی میدان میں آنے والے زمانوں کو امن کی نوید سنائی گئی۔

اسی میدان کی بدولت اسلام دنیا میں دور دور تک پھیلا۔

اسی میدان میں کفار قریش اپنی کنیزوں کو چھوڑ کر بھاگے۔

اسی میدان میں شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش کے ساتھ اترا۔

اسی میدان میں آسمان سے زرد و سفید عماموں والے اترے۔

اسی میدان نے قریش کو بھاگتے دیکھا جو عربوں پہ بھاری پڑتے تھے۔

اسی میدان کی خاک نے کفار قریش کو اندھا کیا۔

اسی میدان میں اللہ نے ابر رحمت برسایا۔

اسی میدان میں اللہ نے مسلمانوں کو سرخرو اور کافروں کو ذلیل کیا۔

اور اسی میدان میں کچھ شاہ بختوں کے سر پہ شہادت کے تاج سجائے گئے۔ ابن اسحٰق نے شہدائے بدر کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ جب کہ موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق اُن کی تعداد چودہ تھی۔

جمہور علمائے مغازی اہل سیر اور محدثین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

ان شاہ بختوں کے نام بطور تبرک یہاں تحریر کیے جاتے ہیں کہ اُن کا تذکرہ بھی یقیناً باعث اجر ہے۔

۞۔ حضرت عبیدہ بن حارثؓ۔۔۔،[*31]

۞۔ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ۔۔۔،[*32]

۞۔ حضرت سعد بن خثیمہؓ

۞۔ ذوالشمالین بن عبدؓ

۞۔ مبشر بن عبدالمنذرؓ

۞۔ عاقل بن بکیر اللیثیؓ

- ۔ مجمعؓ ۔۔۔،[*33]
- ۔ صفوان بن بیضاءؓ الفہری
- ۔یزید بن حارث خزرجیؓ
- ۔رافع بن معلیؓ
- ۔حارث بن سراقہؓ
- ۔عوف بن غفراؓ
- ۔معوذ بن غفراؓ [*34]

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجزاھمُ اللّٰہُ عَنَّا وعَنِ الْاِسْلَامِ خَیْرَ الْجَزَآء

❁❁❁

۲ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

شرکائے بدر

وہ لوگ جو میدانِ بدر میں اترے اُن کا درجہ بیان کرنا مشکل ہے۔شہدائے بدر کا درجہ تو کجا شرکائے بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تم جو چاہے کرتے پھرو جنت تم پہ واجب ہوگئی۔ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی مجھے شک ہے میرا بھتیجا منافق ہوگیا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تو اصحاب بدر میں سے ہے وہ منافق نہیں ہوسکتا۔اور یوں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اصحابِ بدر پہ جنت واجب ہوچکی ہے اس لیے تم اُس کو چھوڑ دو۔ہم یہاں اصحابِ بدر کے نام درج کرنا چاہتے ہیں کچھ وقت اُن کی رفاقت میں گزارنا چاہتے ہیں،اُن کیفیات سے کچھ سرور حاصل کرنا چاہتے ہیں جو اُن کو درپیش تھیں،ہم اُن کے بدنوں کی خوشبو تو نہیں سونگھ سکتے مگر چشم تصور میں بزم آرائی کے طور پہ میدان بدر میں اُن کی شجاعت کی داد تو دے سکتے ہیں۔ہم اُن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے مگر اُن کے درجے کو محسوس تو کر سکتے ہیں۔ہم اُن کے زخموں پہ مرحم نہیں رکھ سکتے مگر اُن زخموں کی کچھ کسک تو محسوس کر سکتے ہیں۔ہم ملائکہ کو نہیں پا سکتے مگر میدانِ بدر میں اُن کے زرد عمامے تو دیکھ سکتے ہیں۔ابو جہل ہماری دسترس میں نہیں مگر اُس کے خاک آلود سر کو تو دیکھ سکتے ہیں۔ہم

حضرت زبیرؓ کے زخموں کی جراحت نہیں کر سکتے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ اُن کو اتنے زخم آئے تھے کہ اُن کے ایک پہلو میں ہاتھ ڈالو تو وہ دوسرے پہلو میں جا نکلتا تھا مگر اُن زخموں کی عظمت کو تو جان سکتے ہیں۔ہم معوذ اور معاذ کو نہیں دیکھ سکتے مگر اُس بے چینی کو تو محسوس کر سکتے ہیں جو اُن کو درپیش تھی۔ہم امیہ بن خلف کی اُس چیخ کو سن سکتے ہیں جو بلال کی استقامت کا بدل تھی۔ہم سہیل بن عمرو اور اشراف قریش کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں تو دیکھ سکتے ہیں۔ہمیں عتبہ شیبہ اور ولید کی لاشیں خوشی دیتی ہیں اور ہم جان گئے کہ قریش کے بھاگتے سوار اپنے پیچھے اُس صبح نو کو چھوڑ گئے جس کے بعد لوگوں کو ایمان کی دولت حاصل ہوئی۔قریش کی شکست دراصل مکہ کے چند لوگوں کی ہار نہ تھی بلکہ دراصل یہ صدیوں کے اُس جمود میں اضطراب کا وہ پہلا قطرہ تھا جس کے بعد دنیا نے بدل جانا تھا تو اس دنیا کو بدلنے کے لیے کچھ لوگ نکلے تھے۔جہاں اندھیرا تھا، جہاں شرک تھا جہاں اللہ کا گھر تھا مگر اللہ نہ تھا، جہاں سچ منہ چھپائے پھرتا تھا، جہاں مظلوم چھپ جاتا تھا، جہاں ظالم دن دھاڑے ظلم ڈھاتا تھا، جہاں طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا، جہاں دوسروں کو لوٹ لینا باعث فخر تھا، جہاں گونگا بہرہ سماج تھا، جہاں خون کا بہنا رواج تھا، جہاں شراب وسود کا چلن تھا، جہاں آباء کو خدا جانا جاتا تھا جہاں معصوم بچیوں کو زمین میں گاڑا جاتا تھا، جہاں تمنا کرنا جرم تھا، جہاں جھوٹ کا راج تھا، جہاں کچھ اپنے جیسے کچھ انسانوں کو انسان ہی نہ سمجھا جاتا تھا، جہاں احساس گناہ نہ تھا، جہاں احساس زیاں نہ تھا، جہاں اولادِ ابراہیم بستی تھی مگر دین ابراہیم نہ تھا، جہاں وحشت تھی، جہاں بے عدلی، جہاں نفرت تھی، جہاں عصبیت تھی، جہاں جہالت تھی، جہاں ضد تھی، جہاں انا تھی، جہاں انکار تھا، جہاں بت پرستی تھی، جہاں اندھی رسمیں تھیں، جہاں خزاں تھی، جہاں شام تنہائی تھی، جہاں لوگ تھے مگر تہذیب نہ تھی، جہاں غلامی کی اندھیری رات تھی، جہاں عقائد کی بے دلیل پیروی تھی، جہاں بے کس کی آہ بھٹک جاتی تھی، جہاں انسانیت کی تذلیل کی جاتی تھی، جہاں حسرت و یاس میں ڈوبی شام حزن تھی، جہاں بہار منہ چھپائے پھرتی تھی، جہاں اشک بے قیمت تھے، جہاں سینکڑوں خدا تھے، ابر جہاں بغیر برسے گزر جاتے تھے، صحرا جن کی وسعتیں بے دلیل تھیں۔

تو اُن لوگوں کے درجے کا کیا کہنا جو اس سارے منظر کو بدلنے نکلے تھے۔ جو اس منظر سے وحشت کے ہر سائے کو چن لینا چاہتے تھے۔ جن کی خواہشیں اتنی ارفع تھیں کہ اُن پہ پوری انسانی تہذیب استوار کی جا سکتی ہے۔ انھی شاہ بختوں سے قرب کی کچھ خواہش ہے۔ ہم اُن لوگوں کے نام جاننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جو میدان بدر میں مسلمانوں کی طرف سے نکلے۔ وہ دو گروہ تھے ایک اہل قریش تھے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے اور دوسرا انصار کا تھا جو بنو اوس اور بنو خزرج پہ مشتمل تھے اور رسول اللہ ﷺ کے میزبان اور مددگار تھے۔ چنانچہ پہلے ہم اُن مہاجرین مکہ کے نام تحریر کریں گے جو میدان بدر میں نکلے تھے۔ اس کے بعد انصار کے بدری صحابہ کے نام جاننے کی سعادت حاصل کریں گے۔ چنانچہ مہاجرین مکہ میں سے جو لوگ میدان بدر میں اترے اُن شاہ بختوں کے نام یہ ہیں۔

اصحاب بدر، مہاجرین سے

آنحضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ بن قحافہ، حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب، حضرت زید بن حارثہؓ، رسول اللہ ﷺ کے غلام انسہؓ اور ابو کشبہؓ، حضرت ابومرثد بن کناز، حضرت مرثد بن ابی مرثد، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت طفیل بن حارثؓ، حضرت حصین بن حارثؓ، حضرت عوف بن اثاثہؓ، حضرت ابوحذیفہؓ، حضرت ابوحذیفہ کا غلام ابوسالمؓ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ، حضرت عکاشہ بن محصنؓ، حضرت شجاع بن وہبؓ، حضرت عقبہ بن وہبؓ، حضرت رقیش بن رئابؓ، حضرت ابو سنان بن محصنؓ، حضرت سنان ابن سنانؓ، حضرت محرز بن نھلہؓ، حضرت ربیعہ بن اکثمؓ، حضرت ثقف بن عمروؓ، حضرت مالک بن عمروؓ، حضرت مدلج بن عمروؓ، حضرت ابومخشیؓ، حضرت عتبہ بن غزوانؓ، حضرت خباب بن ارتؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ، حضرت سعدؓ کلبی، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت سویبط بن سعدؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت مسعود بن ربیعہؓ ، حضرت ذوالشمالینؓ، عتیق بن عثمانؓ، حضرت بلال بن رباحؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت صہیب

بن سنانؓ ،نمر بن قسطؓ،حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ،حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد،حضرت شماس بن عثمانؓ،حضرت ارقمؓ بن ارقمؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ،حضرت معتب بن عوفؓ ، حضرت زید بن خطابؓ،حضرت مجمعؓ یمنی،حضرت عمرو بن سراقہؓ،حضرت عبداللہ بن سراقہؓ،حضرت واقد بن عبداللہ ؓ،حضرت خولی ابن خولیٰ،حضرت مالک بن ابی خولیٰ،حضرت عامر بن ربیعہؓ،حضرت عنز بن وائلؓ، حضرت افصی بن جدیلہؓ،حضرت عامر بن بکیرؓ،حضرت عاقل بن بکیرؓ،حضرت خالد بن بکیرؓ،حضرت اباس بن بکیرؓ،حضرت سعید بن زیدؓ،حضرت عثمان بن مظعونؓ،حضرت سائب بن عثمانؓ،حضرت قدامہ بن مظعونؓ،حضرت عبداللہ بن مظعونؓ،حضرت معمر بن حارثؓ،حضرت خنیس بن حذافہؓ، حضرت ابوسبرہ بن ابی رہمؓ ،حضرت عبداللہ بن مخزمہؓ،حضرت عبداللہ بن سہیلؓ،حضرت عمیر بن عوفؓ،حضرت سعد بن خولہؓ،حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ،حضرت عمرو بن حارثؓ،حضرت سہیل بن وہبؓ،حضرت صفوان بن وہبؓ،حضرت عمرو بن ابی سرحؓ،حضرت وہب بن سعدؓ،حضرت حاطب بن عمروؓ،حضرت عیاض بن ابی زہیرؓ،مہاجرین مکہ میں سے کل تراسی افراد تھے جو غزوہ بدر میں شامل ہوئے

اصحاب بدر، بنی اوس سے

حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت عمرو بن معاذؓ، حضرت حارث بن اوسؓ، حضرت حارث بن انسؓ، حضرت سعد بن زیدؓ، حضرت سلمہٰ بن سلامہؓ، حضرت عباد بن بشرؓ، حضرت سلمہٰ بن ثابتؓ، حضرت رافع بن یزیدؓ، حضرت حارث بن حزمہؓ، حضرت حارثہ بن حرثؓ، حضرت سلمہٰ بن اسلمؓ، حضرت ابوالہیثم بن تہیانؓ، حضرت عبید بن تہیانؓ، حضرت عبداللہ بن سہلؓ، حضرت سواد بن کعبؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، حضرت عبید بن اوسؓ، حضرت نضر بن حارثؓ، حضرت معتب بن عبدؓ، حضرت عبداللہ بن طارقؓ، حضرت مسعود بن سعدؓ، حضرت ابوعبسؓ بن جبیرؓ، حضرت ابوبردہ ہانی بن نیارؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت معتم بن قشیرؓ

حضرت ابوملیل بن ازعرؓ، حضرت عمرو بن معبدؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت مبشر بن عبدالمنذرؓ، حضرت رفاعہ بن عبدالمنذرؓ، حضرت سعد بن عبیدؓ، حضرت عویم بن ساعدہؓ، حضرت رافع بن عنجدہؓ، حضرت عبید بن ابی عبیدؓ، حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ، حضرت ابولبابہ المنذرؓ، حضرت حارث بن حاطبؓ، حضرت انیس بن قتادہؓ، حضرت معن بن عدیؓ، حضرت ثابت بن اقرمؓ، حضرت عبداللہ بن سلمہؓ، حضرت زید بن اسلمؓ، حضرت ربعی بن رافعؓ، حضرت عاصم بن

عدیؓ، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ، حضرت عاصم بن قیسؓ، حضرت ابوضیاع بن ثابتؓ، حضرت ابو حنہ بن ثابتؓ، حضرت سالم بن عمیرؓ، حضرت حارث بن نعمانؓ، حضرت خوات بن جبیرؓ، حضرت منذر بن محمدؓ، حضرت ابوعقیل بن عبداللہؓ، حضرت سعد بن خثیمہؓ، حضرت مالک بن قدامہؓ، حضرت حارث بن عرفجہؓ، حضرت تمیمؓ، حضرت جبیر بن عتیقؓ، حضرت مالک بن نمیلہؓ اور حضرت نعمان بن عصرؓ، قبیلہ اوس کے کل چونسٹھ افراد تھے جنھیں نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔

اصحاب بدر، بنی خزرج سے

حضرت خارجہ بن زیدؓ، حضرت سعد بن ربیعؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت خلاد بن سویدؓ، حضرت زید بن مالکؓ، حضرت بشیر بن سعدؓ، حضرت سماک بن سعدؓ، حضرت سبیع بن قیسؓ، عبادہ بن قیسؓ، حضرت عبداللہ بن عبسؓ، حضرت یزید بن قیسؓ، حضرت خبیب بن اسافؓ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ، حضرت حریث بن زیدؓ، حضرت سفیان بن بشرؓ، حضرت تمیم بن یعارؓ، حضرت عبداللہ بن عمیرؓ، حضرت زید بن مزینؓ، حضرت عبداللہ بن عرفطہؓ، حضرت عبداللہ بن ربیعؓ، حضرت عبداللہ بن عبداللہؓ، حضرت اوس بن خولہؓ، حضرت زید بن ودیعہؓ، حضرت عقبہ بن وہبؓ، حضرت رفاعہ بن عمروؓ، حضرت عامر بن سلمہؓ، حضرت ابوحمیضہ بن معبدؓ، حضرت عامر بن بکیرؓ، حضرت نوفل بن عبداللہؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت اوس بن ثابتؓ، حضرت نعمان بن مالکؓ، حضرت قریوس بن غنمؓ، حضرت مالک بن دخشمؓ، حضرت ربیع بن ایاسؓ، حضرت ورقہ بن ایاسؓ، حضرت عمرو بن ایاسؓ، حضرت مجذر بن زیادؓ، حضرت عبادہ بن خشخاشؓ، حضرت نحاب بن ثعلبہؓ، حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ، حضرت عتبہ بن ربیعہؓ، حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہؓ، حضرت منذر بن عمروؓ، حضرت ابوسید بن مالکؓ، حضرت مالک بن مسعودؓ، حضرت کعب بن

حمارؓ،حضرت ضمر ہ بن عمروؓ،حضرت زیاد بن عمروؓ،حضرت بسبس بن عمروؓ،حضرت عبداللہ بن عامرؓ،حضرت خراش بن صمہؓ،حضرت حباب بن منذرؓ،حضرت عمیر بن حمامؓ،حضرت عبداللہ بن عمروؓ،حضرت معاذ بن عمروؓ،حضرت معوذ بن عمروؓ،حضرت خلاد بن عمروؓ،حضرت عقبہ بن عامر ؓ،حضرت حبیب بن اسودؓ،حضرت ثابت بن ثعلبہؓ،حضرت عمیر بن حارثؓ،حضرت بشر بن براءؓ،حضرت طفیل بن مالکؓ،حضرت طفیل بن نعمانؓ،حضرت سنان بن صیفیؓ،حضرت عبداللہ بن جدؓ،حضرت عتبہ بن عبداللہؓ،حضرت جبار بن صخرؓ،حضرت خارجہ بن حمیرؓ،حضرت عبداللہ بن حمیرؓ،حضرت یزید بن منذرؓ،حضرت معقل بن منذرؓ،حضرت عبداللہ بن نعمانؓ،حضرت ضحاک بن حارثہؓ،حضرت سواد بن زریقؓ،حضرت معبد بن قیسؓ،حضرت عبداللہ بن قیسؓ،حضرت عبداللہ بن عبد منافؓ،حضرت جابر بن عبداللہؓ،حضرت خلیدہ بن قیسؓ،حضرت نعمان بن سنانؓ،حضرت یزید بن عامرؓ،حضرت سلیم بن عمروؓ،حضرت عنترہؓ،حضرت عبس بن عامرؓ،حضرت ثعلبہ بن غنمؓ،حضرت ابولیسر کعب بن عمروؓ،حضرت سہل بن قیسؓ،حضرت عمرو بن طلقؓ،حضرت قیس بن محصنؓ،حضرت حارث بن قیسؓ،حضرت جبیر بن ایاسؓ،حضرت ابوعبادہ بن سعدؓ،حضرت عقبہ عثمانؓ،حضرت ذکوان بن قیسؓ،حضرت مسعود بن خلدہؓ۔حضرت عباد بن قیسؓ،حضرت اسعد بن یزیدؓ،حضرت فاکہ بن بشرؓ،حضرت معاذ بن ماعصؓ،حضرت عائذ بن ماعصؓ،حضرت مسعود بن سعدؓ،حضرت رفاعہ بن رافعؓ،حضرت خلاد بن رافعؓ،حضرت عبید بن زیدؓ،حضرت زیاد بن لبیدؓ،حضرت فروہ بن عمروؓ،حضرت خالد بن قیسؓ،حضرت رجیلہ بن ثعلبہؓ، حضرت عطیہ بن نویرہؓ،حضرت خلیفہ بن عدیؓ،حضرت رافع بن معلیٰؓ ،حضرت ابوایوب خالد بن کلیبؓ،حضرت ثابت بن خالدؓ،حضرت عمارہ بن حزمؓ،حضرت سراقہ بن کعبؓ،حضرت حارثہ بن نعمانؓ،حضرت سہیل بن رافعؓ،حضرت عدی بن زغباءؓ،حضرت مسعود بن اوسؓ، حضرت ابوخزیمہ بن اوسؓ،حضرت رافع بن حارثؓ،حضرت عوفؓ بن حارث،حضرت معوذؓ بن حارث،حضرت معاذؓ بن حارث،حضرت عامر بن مخلدؓ،حضرت عبداللہ بن قیسؓ،حضرت

حضرت عصیمہؓ، حضرت ودیعہ بن عمروؓ، حضرت ثابت بن عمروؓ، حضرت حارث بن غفراءؓ، حضرت ثعلبہ بن عمروؓ، حضرت سہیل بن عتیکؓ، حضرت حارث بن صمہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت انس بن معاذؓ، حضرت اوس بن ثابتؓ، حضرت ابو شیخ ابی بن ثابتؓ، حضرت ابوطلحہ بن زیدؓ، حضرت حارثہ بن سراقہؓ، حضرت ابوحکیم عمرو بن ثعلبہؓ، حضرت سلیط بن قیسؓ، حضرت ثابت بن خنساءؓ، حضرت عامر بن امیہؓ، حضرت محرز بن عامرؓ، حضرت سواد بن غزیہؓ، حضرت ابوزید قیس بن سکنؓ، حضرت ابوالاعور بن حارثؓ، حضرت سلیم بن ملحانؓ، حضرت حرام بن ملحانؓ، حضرت قیس بن ابی صعصعہؓ، حضرت عبداللہ بن کعبؓ، حضرت ابوداؤد عمیر بن عامرؓ، حضرت سراقہ بن عمروؓ، حضرت قیس بن مخلدؓ، حضرت نعمان بن عبدعمروؓ، حضرت ضحاک بن عبدعمروؓ، حضرت سلیم بن حارثؓ، حضرت جابر بن خالدؓ، حضرت سعد بن سہیلؓ، حضرت کعب بن زیدؓ، حضرت بجیر بن ابی بجیرؓ، حضرت عتبان بن مالکؓ، حضرت ملیل بن وبرہؓ، حضرت عصمہ بن حصینؓ، حضرت ہلال بن معلیٰؓ ، [35*]

رضی اللّٰہ و تعالیٰ عنہ

۲ ہجری بمطابق ۔۔۔ جولائی 623ء ۔۔۔ جون 624ء

میدان بدر، مقتولین قریش

وہ لوگ جن کی گردنیں تکبر سے اکڑی ہوئی تھیں، وہ لوگ جو اللہ کی واحدنیت سے انکاری تھے، وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے تھے، وہ لوگ جو برائی کے سرخیل تھے، وہ لوگ جو شرک کے علمبردار تھے، وہ لوگ جو رسم کہن سے چمٹے ہوئے تھے، وہ لوگ جو اپنے آباء کو خدا جانتے تھے، وہ لوگ جن کی فطرت میں کجی تھی، وہ لوگ جو روزِ آخرت کے منکر تھے، وہ لوگ جو ظالم تھے اور ظلم کرتے ہوئے شرماتے نہ تھے، وہ لوگ جن کی آنکھوں میں حیا نہ تھی، وہ لوگ جو مخلوق خدا میں بدترین لوگ تھے، وہ لوگ جو خالق کی اطاعت سے انکاری تھے، وہ لوگ جو باطل سے چمٹے ہوئے تھے، وہ لوگ جو بتوں کے متوالے تھے، وہ لوگ جو سچ کے دشمن تھے، وہ لوگ جو برائی کے شیداء تھے، وہ لوگ جن کے باطن میں اندھیرا تھا، وہ لوگ جن کے ظاہر میں خبث تھا، وہ لوگ جن کے نصیب میں ذلت تھی وہ لوگ جو تاریک راستوں کے مسافر تھے، وہ لوگ جو جن کے طور میں وحشت تھی، وہ لوگ جن کے تخیل میں جہالت کا راج تھا، وہ لوگ جو شرف انسانیت پہ بدنما داغ کی طرح تھے، وہ لوگ جن کے

سینے میں بغض بھرا تھا، وہ لوگ جو بے منزل مسافرت کے آزار میں تھے، وہ لوگ جن کو راستی سے بعد تھا، وہ لوگ جن کے اطوار میں لغویت تھی، وہ لوگ جن کی زندگی جانوروں سے بھی بری تھی، وہ لوگ جن کے عقائد باطل تھے، وہ لوگ جن کے مقدر سیاہ تھے، وہ لوگ جن کی امیدیں خاک میں ملنے والی تھیں، وہ لوگ جو فطری نرمی سے عاری تھے، وہ لوگ جن کا شعار وحشت تھا، وہ لوگ جن کے دلوں پہ مہر لگادی گئی تھی، وہ لوگ جو ہدایت سے دور بھاگتے تھے، وہ لوگ جنھوں نے حرم پاک کو آلودہ کرر کھا تھا، وہ لوگ جو اللہ کے رسول ﷺ سے کھلی دشمنی پہ اتر آئے تھے، وہ لوگ جنھوں نے مسلمانوں کو اذیت سے دو چار کیے رکھا، وہ لوگ جو کمزوروں پہ ستم کے پہاڑ توڑتے تھے، وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا محاصرہ کیے رکھا، وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مقاطع کیے رکھا، وہ لوگ جنھوں ں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ناپاک ارادہ کیا، وہ لوگ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔، اور یہ وہی لوگ تھے جو نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو مٹانے کا عزم لے کر مکہ سے نکلے تھے۔، یہ وہی لوگ تھے جن کی خواہش تھی کہ حق دنیا سے مٹ جائے۔

یہ وہی لوگ تھے جن کا خون روزِ بدر بہا۔

انھی لوگوں میں بہت سے بد بخت وہ بھی تھے جو روز بدر جہنم رسید ہوئے، نشان عبرت کے طور پہ مقتولین قریش کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

اس روز قتل ہونے والے اہل مکہ کے ستر سیاہ بخت اِن ناموں سے جانے جاتے تھے۔ قیامت کے روز تک اِن سیاہ بختوں کا شمار تختۂ ارض کے برے لوگوں میں کیا جاتا رہے گا۔ اِن سیاہ بختوں میں حنظلہ بن ابی سفیان، حارث بن حضرمی، عامر بن حضرمی، عمیر بن ابی عمیر، عبیدہ بن سعید، عقبہ بن ابی معیط، عاص بن سعید، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، عامر بن عبداللہ، حارث بن عامر، طیمہ بن عدی، زمعہ بن اسود، حارث بن زمعہ، عقیل بن اسود، ابوالبختر ی عاص بن ہشام، نوفل بن خویلد، نضر بن حارث، زید بن ملیص، عمیر بن عثمان، عثمان بن مالک، عاص بن ہشام، یزید بن عبداللہ، ابومسافع اشعری، مسعود بن ابی امیہ، ابو

قیس بن ولید، ابوقیس بن فاکہ، رفاعہ بن ابی رفاعہ، منذر بن ابی رفاعہ، عبداللہ بن منذر، سائب بن ابی سائب، اسود بن عبدالاسد، حاجب بن سائب، عویمر بن سائب، عمرو بن سفیان ، جابر بن سفیان، منبہ بن حجاج، عاص بن منبہ، نبیہ بن حجاج، ابولعاص بن قیس، عاصم بن عوف ، امیہ بن ابی خلف، علی بن امیہ بن حلف، اوس بن معیر، معاویہ بن عامر، معبد بن وہب، وہب بن حارث، عامر بن زید، عقبہ بن زید، عمیر، نبیہ بن زید، عبید بن سلیط، مالک بن عبیداللہ، عمرو بن عبداللہ، حذیفہ بن ابی حذیفہ، ہشام بن ابی حذیفہ، زہیر بن ابی رفاعہ، سائب بن ابی رفاعہ، عائذ بن سائب، عمیر، خیار، سبرہ بن مالک، حارث بن منبہ بن حجاج، عاصم بن ضبیرہ اور اس امت کا فرعون ابوجہل شامل تھا۔ [*36]

اُن کے آنگن سے تو کالی بلی گزر جائے تو وہ شعر کہنے سے باز نہ آتے تھے یہاں تو جا بجا قریش کی اشرافیہ کے لاشے بچھے تھے وہ شعر کیسے نہ کہتے انھوں نے شعر کہے اور خوب کہے، یہاں صرف انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

۲ ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

غزوہ بدر اور شعرائے عرب

وہ عرب تھے زبان جن کا فخر تھی، وہ اتنے فصیح البیان تھے کہ وہ باقی ساری دنیا کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے،ان کے ہاں شاعر کی اتنی تکریم تھی کہ بغیر شاعر کے قبیلہ خود کو غیر محفوظ تصور کرتا تھا۔وہ شعر کے اس قدر شائق تھے کہ نثر کے چار فقرے بولنے سے ہانپنے لگتے تھے اور پھر سے شعر کی زبان شروع کر دیتے تھے،اُن کا بچہ بچہ شعر کی زبان سمجھتا تھا اُن کے ہاں جوان بوڑھے عورت مرد سب شعر کہتے تھے۔عرب کے ہاں عمدہ شعر کی اس قدر پذیرائی تھی کہ وہ اپنے بلند پایہ شاعروں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔واقعہ چھوٹا ہو یا بڑا،اہم ہو یا غیر اہم وہ اس کو آنے والی نسلوں کے لیے شعر کی زبان میں منتقل کر دیتے تھے۔اگرچہ اُن کے ہاں لکھنے کا رواج کم ہی تھا مگر اُن کا حافظہ اس قدر بلا کا تھا کہ انھیں شعر لکھنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی تھی۔عرب کے بڑے میلوں اور بازاروں میں بلند پایہ شاعر جو اشعار پڑھتے تھے وہ سننے والوں کو ایسے یاد ہوتے کہ برسوں اُن کا تذکرہ رہتا اور بہت سے اشعار اس قدر مقبول ہو جاتے کہ ہزاروں لوگوں کو یاد رہتے۔چنانچہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ عربوں کو

میدان بدر میں جس ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا عرب اُس کو نظرانداز کر دیتے۔ چنانچہ عربوں نے اس جنگ کے بارے میں شعر کہے اور خوب شعر کہے۔ جن شاعروں نے جنگ بدر کے بارے میں شعر کہے اُن میں حضرت حمزہؓ، حارث بن ہشام، حضرت علی بن ابی طالبؓ، ضرار بن خطاب، حضرت کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن زبعری، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، شداد بن شعوب، امیہ بن ابی الصلت، ابواسامہ معاویہ بن زہیر، ہند بنت عتبہ، صفیہ بنت مسافر، ہند بنت اثاثہ، قتیلہ بنت حارث، ابو حذیفہ بن عتبہ، قتیلہ بنت حارث، ضرار بن خطاب، عاتکہ بن عبدالمطلب اور دیگر بہت سے شعرا شامل ہیں۔ روزِ بدر کے بارے میں شعروں کی تعداد ہزاروں میں ہے اور شاعروں کی تعداد سینکڑوں میں، چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ وہ سارا شعری کلام پیش کرنا یہاں ممکن نہیں۔ تاہم اب ایسا بھی نہیں کہ روز بدر کے بارے میں کہے گئے عرب شعرا کے کلام کو ہم سرے سے نظرانداز کر دیں، اس لیے روز بدر کے بارے میں کہے گئے شعروں سے کچھ انتخاب یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب سے۔

اَلَمۡ تَرَا اَمۡرًا کَانَ مِنۡ عَجَبِ الدَّهۡرِ
وَ لِلۡحَیۡنِ اَسۡبَابٌ مُّبَنَّیَةُ الۡاَمۡرِ

اے مخاطب ! کیا تُو نے اس واقعہ میں غور نہیں کیا جو زمانے کے عجائبات میں سے تھا
اور موت کے لیے کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے۔

وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنَّ قَوْمًا أَفَادَهُمْ

فَحَانُوا تَوَاصٍ بِالْعُقُوقِ وَبِالْكُفْرِ

اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک قوم کو نافرمانی اور کفر کی باہمی نصیحت نے ہلاک کر دیا پس وہ ہلاک ہو گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

عَشِيَّةَ رَاحُوا نَحْوَ بَدْرٍ بِجَمْعِهِمْ

فَكَانُوا رُهُونًا لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَدْرِ

اس شام جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف چلے تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے بدر کے اُس ویران کنویں میں سما گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَكُنَّا طَلَبْنَا الْعِيرَ لَمْ نَبْغِ غَيْرَهَا

فَسَارُوا إِلَيْنَا فَالْتَقَيْنَا عَلَىٰ قَدْرِ

ہم قافلے کی اور وہ ہماری طرف نکلے اور ہم تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پہ ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَلَمَّا الْتَقَيْنَا لَمْ تَكُنْ مَثْنَوِيَّةٌ

لَنَا غَيْرَ طَعْنٍ بِالْمُثَقَّفَةِ السُّمْرِ

پھر ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لیے واپسی کی کوئی صورت نہ رہی کہ

ہم نیزوں سے اُن پہ حملہ کریں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَضَرْبٍ بِبِيْضٍ يَخْتَلِيْ الْهَامَ حَدُّهَا
مُشَهَّرَةِ الْاَ لْوَانِ بَيِّنَةِ الْاَثْرِ

اور چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ وار کرنے کے جن کی دھاریں کھوپڑیاں کاٹ دیتی ہیں اور جن کے رنگ سفید ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَنَحْنُ تَرَكْنَا عُتْبَةَ الْغَيِّ ثَاوِيًا
وَشَيْبَةَ فِیْ قَتْلٰی تَجَرْجَمُ فِی الْجَفْرِ

ہم نے گمراہی کی دہلیز کو چھوڑ دیا اور شیبہ کو اُن مقتولوں میں چھوڑا جو کنویں میں تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَعَمْرٌ و ثَوٰی مِنْ حُمَا تِهِمُ
فَشُقَّتْ جُيُوْبُ النَّا ئِحَاتِ عَلٰی عَمْرٍو

عمرو بھی پیوند خاک ہو گیا اور اُس کے حمائتی بھی چنانچہ عمرو پہ نوحہ کرتی عورتوں کے گریبان تار تار ہو گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

جُيُوبُ نِسَاءٍ مِّنْ لُّؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ
كِرَامٍ تَفَرَّعْنَ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرِ

بنی لؤی کی اُن عورتوں کے گریبان بھی لوگوں نے دیکھے جو اُن کی بلند مرتبہ اور فائق خواتین تھیں۔

اُولٰئِكَ قَوْمٌ قُتِّلُوْا فِيْ ضَلَالِهِمْ
وَخَلَّوْا لِوَاءً غَيْرَ مُحْتَضَرِ النَّصْرِ

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی کی بنا پہ مارڈالے گئے وہ اپنے پرچم کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ مرتے دم تک اُن کو مدد نہ پہنچ سکی۔

لِوَاءَ ضَلَالٍ قَادَ اِبْلِيْسُ اَهْلَهٗ
فَخَاسَ بِهِمْ اِنَّ الْخَبِيْثَ اِلٰى غَدْرِ

اور گمراہی کے اس پرچم کی قیادت ابلیس نے کی اور بے شک وہ خبیث ہمیشہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتا آیا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ اِذْ عَايَنَ الْاَمْرَ وَاضِحًا
بَرِئْتُ اِلَيْكُمْ مَابِيَ الْيَوْمَ مِنْ صَبْرٍ

اور جب اس نے مسلمانوں کی نصرت کو دیکھ لیا تو کفار کو دھوکہ دیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

فَاِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاِنَّنِیْ
اَخَافُ عِقَابَ اللّٰہِ وَا للّٰہُ ذُوْقَسْرِ

کیونکہ جو وہ دیکھ رہا تھا وہ قریش کو نظر نہیں آرہا تھا اسی لیے تو اُس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور بھاگ گیا۔

فَقَدَّمَھُمْ لِلْحَیْنِ حَتّٰی تَوَرَّ طُوْا
وَکَانَ بِمَا لَمْ یَخْبُرِ الْقَوْمُ ذَا خُبُرِ

پس وہ انھیں لیے ہوئے موت کی طرف بڑھا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پھنس گئے اور اگلی بات سے وہ خوب آگاہ تھا۔

فَکَانُوْا غَدَاۃَ الْبِئرِ اَلْفًا وَّجَمْعُنَا
ثَلَاثَ مِئِیْنٍ کَالْمُسَدَّمَۃِ الزُّھُرِ

اور وہ کنویں پر پہنچنے کی صبح ایک ہزار تھے اور لشکر والے سفید نر اونٹوں کی مثل تین سو تھے۔

وَفِيْنَا جُنُوْدُ اللّٰہِ حِيْنَ يُمِدُّنَا
بِهِمْ فِیْ مَقَامٍ ثَمَّ مُسْتَوْضِحِ الذِّكْرِ

اور ہمارے ساتھ اللہ کے لشکر بھی تھے جب وہ کسی مکان پہ ہماری مدد کرتے تو لوگ پوچھتے وہ کون ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَشَدَّ بِهِمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا
لَدٰى مَأزِقٍ فِيْهِ مَنَا يَا هُمُ تَجْرِیْ

پس جبرائیل نے ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر انھیں ایک ایسی تنگ جگہ پہ جکڑ دیا جہاں اِن پہ لگاتار موتیں چلی آئیں [37*]۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

حضرت حمزہؓ کے ان اشعار کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا![38*]

اَلَا يَا لَقَوْمِیْ لِلصَّبَابَةِ وَالْهَجْرِ
وَلِلْحُزْنِ مِّنِیْ وَالْحَرَارَةِ فِیْ الصَّدْرِ

اے میری قوم! سن عشق وفراق کا غم اور میرے سینے کی جلن۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلِلدَّمْعِ مِنْ عَيْنَيَّ جَوْدًا كَأَنَّهُ
فَرِيدٌ هَوَى مِنْ سِلْكِ نَاظِمِهِ يَجْرِي

ان آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی طرف دیکھ جو ایسے ہار کی طرح ہیں جو لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَلَى الْبَطَلِ الْحُلْوِ الشَّمَائِلِ إِذْ ثَوَى
رَهِينَ مَقَامٍ لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَدْرِ

یہ آنسو اُس خوش اخلاق اور بہادر کے لیے بہہ رہے ہیں جو ہمیشہ کے لیے بدر کے کنویں میں پیوندِ خاک ہو گیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَا تَبْعُدَنْ يَا عَمْرُو مِنْ ذِي قَرَابَةٍ
وَمِنْ ذِي نِدَامٍ كَانَ ذَا خُلُقٍ غَمْرِ

اے عمرو! جو بڑا وسیع اخلاق والا تھا وہ قرابت داروں اور ہم نشینوں کے دل میں موجود رہے گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ صَادَفُوا مِنْكَ دَوْلَةً
فَلَا بُدَّ لِلْأَيَّامِ مِنْ دُوَلِ الدَّهْرِ

اگر کسی قوم نے اتفاقی طور پہ تجھ پہ غلبہ پا لیا تو زمانے میں ایسے اتفاقات ہوتے ہی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَقَدْ كُنْتَ فِیْ صَرْفِ الزَّمَانِ الَّذِی مَضٰی

تُرِیْهُمْ هَوَانَا مِّنْکَ ذَا سُبُلُ وَعْرِ

کیونکہ زمانے کی گردش میں تو اپنی بہادری سے انھیں سخت راہیں دکھاتا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَاِلَّا اَمُتْ یَا عَمْرُو اَتْرُکْکَ ثَائِرًا

وَلَا اَمُتْ اُبْقِ بُقْیَا فِیْ اِخَاءٍ وَّ لَا صِهْرِ

اے عمرو! اگر میں نہ مرا تو تیرا انتقام لے کے چھوڑوں گا اور کسی طرح کے بھائی چارے اور سسرالی رشتے کو باقی نہیں رکھوں گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَاَقْطَعُ ظَهْرًا مِّنْ رِّجَالٍ بِمَعْشَرٍ

کِرَامٍ عَلَیْهِمْ مِثْلَ مَا قَطَعُوْا ظَهْرِیْ

اور اِن کے عزیز ترین رشتے داروں کی کمر اسی طرح توڑوں گا جس طرح انھوں نے میری کمر توڑی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَغَرَّهُمُ مَا جَمَّعُوْا مِنْ وَشِيْظَةٍ
وَنَحْنُ الصَّمِيْمُ فِى الْقَبَائِلِ مِنْ فِهِرُ

اِن لوگوں کو اس بات نے مغرور بنا دیا ہے کہ انھوں نے مختلف النسل لوگ جمع کر لیے ہیں مگر ہم تو صرف بنی فہر سے ہیں۔

فَيَالَ لُؤَيٍّ ذَبِّبُوْا عَنْ حَرِيْمِكُمْ
وَاٰلِهَةٍ لَا تَتْرُكُوْهَا لِذِى الْفَخْرِ

اے لؤی کی اولاد! اپنی عزت اور معبودوں کی حفاظت بھی کرو انھیں فخر کرنے کے لیے نہ چھوڑو۔

تَوَارَثَهَا اٰبَائُكُمْ وَ وُرِثْتُمُ
اَوَاسِيَّهَا وَالْبَيْتَ ذَا لسَّقْفِ وَالسِّتْرِ

تمہارے آباء واجداد نے انھیں وراثت میں پایا ہے پھر تم نے اِن کی بنیادوں اور اس چھت اور پردوں والے گھر کو وراثت میں پایا۔

فَمَا لِحَلِيْمٍ قَدْ اَرَادَ هَلَاكَكُمْ
فَلَا تَعْذِرُوْهُ اٰلِ غَالِبَ مِنْ عُذْرِ

ایک حلیم شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے تمھاری ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے پس اے آل غالب تم اُن کا عذر قبول نہ کرو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَجِدّوا لِمَنْ عَادَيْتُمْ وَ تَوَازَرُوا

وَ كُونُوا جَمِيعًا فِي التَّاسّي وَفِي الصَّبْرِ

اِن لوگوں کے مقابلے میں کوشش کرو جن سے تمھاری دشمنی ہے اور ایک دوسرے سے تعاون کرو یا پھر صبر کرو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَعَلَّكُمْ اَنْ تَثْأَرُوا بِاَخِيكُمْ

وَلَا شَيْءَ اِنْ لَّمْ تَثْأَرُوا بِذَوِي عَمْرُو

تا کہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اگر تم نے اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیا تو عمرو سے تمھارا کوئی تعلق نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِمُطَّرِدَاتٍ فِي الْاَكُفِّ كَأَنَّهَا

وَمِيضٌ تُطِيرُ الْهَامَ بَيِّنَةُ الْاَثْرِ

ہاتھوں میں لچکتی تلواروں کے ساتھ جو بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور گردن اڑانے کی عادی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَاَنَّ مَدَبَّ الدَّرِّ فَوْقَ مُتُوْنِهَا
اِذَا جُرِّدَتْ يَوْمًا لِاَ عْدَائِهَا الْخُزَرِ

جب وہ کسی دشمن پہ عیاں کی جاتی ہیں تو اُن کی پیٹھوں پہ چیونٹیوں کے رینگنے جیسے نشان ہوتے ہیں۔[*40]

۞۞۞۞۞۞۞۞

اور یہ اشعار حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔،[*41]

بِمَا اَنْزَلَ الْكُفَارَ دَارَ مَذَلَّةٍ
فَلَا قَوْا هَوَانًا مِّنْ اَسَارٍ وَّمِنْ قَتْلٍ

اس امتحان کے ذریعے اللہ نے کفار کو ذلت کے گھر میں اتار دیا جہاں اُن کی ملاقات موت اور قید سے ہوئی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَاَمْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ
وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُرْسِلَ بِالْعَدْلِ

تب رسول اللہ ﷺ کے مددگاروں کو بھی عزت حاصل ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ ہی عدل کے ساتھ مبعوث کیے گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللّٰہِ مُنْزَلٍ
مُبَيَّنَةٍ اٰيَاتُه لِذَوِى الْعَقْلِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق اور باطل میں فرق کرنے والی ایسی کتاب لے کے آئے جس کی آیات عقل والوں پہ واضح ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاٰمَنَ اَقْوَامٌ بِذَاكَ وَ اَيْقَنُوْا
فَاَمسَوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ مُجْتَمِعِىْ الشَّمْلِ

تو کچھ لوگ اس پہ ایمان لے آئے اور یقین کر لیا پس وہ تمام بکھری ہوئی قوتوں کو جمع کرنے والے ہو گئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَنْكَرِ اَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوْبُهُمْ
فَزَادَهُمْ ذُوالْعَرْشِ خَبْلاً عَلٰى خَبْلٍ

اور کچھ لوگوں نے انکار کیا اور اُن کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش کے مالک نے اُن کے فساد پہ اور فساد کا اضافہ کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَمْكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُوْلَهٗ
وَقَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ اَحْسَنُ الْفِعْلِ

اوراس نے بدر کے روز ان پر اپنے رسول کواوراس غضبناک قوم کوقدرت دے دی جن کا کام بہترین تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِاَيْدِيهِمْ بِيضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا
وَقَدْ حَادَثُوهَا بِالْجِلَاءِ وَبِالصَّقْلِ

اُن کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی تلواریں تھیں جن کے ساتھ انھوں نے وار کیے اور انھوں نے اِن کو تیز کرنے میں دقت سے کام لیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ نَاشِئٍ ذِي حَمِيَّةٍ
صَرِيعًا وَ مِنْ ذِي نَجْدَةٍ مِّنْهُمْ كَهْلِ

پس انھوں نے اِن سے کتنے ہی بوڑھے اور جوانوں کو قتل کر دیا جو میدان جنگ کے عادی تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَبِيتُ عُيُونُ النَّائِحَاتِ عَلَيْهِمْ
تَجُودُ بِاسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ

اور اِن پہ نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں رات بھر برسنے والے بادل کی طرح تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَوَئِیحَ تَنْعٰی عُتْبَۃَ الْغَیِّ وَابْنَہٗ
وَشَیْبَۃَ تَنْعَاہُ وَ تَنْعٰی اَبَا جَھْلِ

نوحہ کرتے ہوئے وہ گمراہی کی دہلیز یعنی عتبہ شیبہ اور ابوجہل کے قتل کی خبر دیتی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَاِذْ لِرَّجُلِ تَنْعٰی وَابْنَ جُدْعَانَ فِیْھِمُ
مُسَلَّبَۃً حَرّٰی مُبَیَّنَۃَ الثُّکْلِ

وہ لنگڑے اسود کی موت کی خبر دیتی ہیں اور اِن میں ابن جدعان بھی ہے اگرچہ عورتوں نے ماتمی لباس پہنا ہوا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ثَوٰی مِنْھُمْ فِیْ بَئِرِ بَدْرٍ عِصَابَۃٌ
ذَوُوْ نَجَدَاتٍ فِیْ الْحُرُوْبِ وَفِیْ الْمَحْلِ

اِن میں ایک جماعت بدر کے کنویں میں سماگئی جو اس سے پہلے طاقتور سمجھی جاتی تھی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

دَعَاالْغَتُّی مِنْھُمْ مَّنْ دَعَا فَاَجَابَہٗ
وَلِلْغَیِّ اَسْبَابٌ مُّرَمَّقَۃُ الْوُصْلِ

اِن میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہی کی دعوت دی گئی اور انھوں نے یہ دعوت قبول کر لی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَاَضْحَوْ لَدٰی دَارِ الْجَحِیْمِ بِمَعْزِلٍ
عَنِ الشَّغْبِ وَالْعُدْوَانِ فِیْ اَشّغُلِ
آخروہ بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس چیخ و پکار اور ظلم و زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

حضرت علیؓ کے قصیدے کا جواب بھی حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا،

عَجِبْتُ لِاَ قْوَامٍ تَغَنّٰی سَفِیْهُهُمْ
بِاَمْرِ سَفَاهٗ ذِیْ اعْتِرَاضٍ وَذِیْ بُطُلٍ
مجھے لوگوں پہ حیرت ہوتی ہے جن کے نادان اپنی قابل اعتراض اور جھوٹ سے بھری ہوئی باتوں کے قصیدے گائے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تَغَنّٰی بِقَتْلٰی یَوْمَ بَدْرٍ تَتَا بَعُوْا
کِرَامَ الْمَسَا عِیْ مِنْ غُلَامٍ وَّمِنْ کَهْلٍ
روز بدر کے مقتولین کے بارے میں اشعار کہے جن کے کم عمروں اور بوڑھوں نے لگاتار کوشش کی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مُصَالِیْتُ بِیْضٌ مِّنْ لُؤیِّ بْنْ غَالِبٍ
مَطَا عِیْنُ فِی الْھَیْجَا مَطَا عِیْمُ فِی الْمَحْلِ

جو بہادر روشن چہروں والے لوی بن غالب کی نسل سے تعلق رکھنے والے جنگوں اور قحط میں کھانا کھلانے والے تھے۔

اُصِیْبُوْا کِرَا مًا لَّمْ یَبِیْعُوْا عَشِیْرَۃً
بِقَوْمٍ سِوَا ھُمْ نَازِحِیْ الدَّارِ وَالْاَصْلِ

وہ عزت کی موت مرے انھوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر دور کی قوم کے بدلے اپنا خاندان فروخت نہ کیا۔

کَمَا اَصْبَحَتْ غَسَّانُ فِیْکُمْ بِطَانَۃً
لَکُمْ بَدَلاً مِّنَا فَیَا لَکَ مِنْ فِعْلِ

جس طرح تم میں بنی غسان ہمارے بجائے تمہارے رازدار اور گہرے دوست بن گئے تعجب ہے ایسے کاموں پر۔

عُقُوْقًا وَّ اِثْمًا بَیْنًا وَّ قَطِیْعَۃً
یَرٰی جَوْرَکُمْ فِیْھَا ذَوُوالرَّأیِ وَالْعَقْلِ

تم نے سب کچھ نافرمانی اور قطع رحمی کی وجہ سے کیا صاحبان عقل تمہارے ظلم کو دیکھ رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ قَدْ مَضَوْا لِسَبِيلِهِمْ
يَرَى جَوْرَكُمْ فِيهَا ذَوُو الرَّأْيِ وَالْعَقْلِ

اور کچھ لوگ اپنی راہ پہ چل نکلے ہیں اگرچہ سب سے بہترین موت تو قتل ہی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَإِنَّكُمْ لَنْ تَبْرَحُوا بَعْدَ قَتْلِهِمْ
شَتِيتًا هَوَاكُمْ غَيْرَ مُجْتَمِعِ الشَّمْلِ

اُن کے قتل کے بعد تمھاری خواہشات بکھری رہیں گی اور تم اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو یکجا نہ کرسکو گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِفَقْدِ ابْنِ جُدْعَانَ الْحَمِيدِ فَعَالُهُ
وَعُتْبَةَ وَالْمَدْعُوِّ فِيكُمْ أَبَا جَهْلِ

قابلِ ستائش کاموں والے ابن جدعان عتبہ اور تم میں مشہور شخص ابوجہل کے کھو دینے کے ساتھ تم کسی قابل نہیں رہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَشَیْبَۃُ فِیْھِمْ وَالْوَلِیْدُ وَفِیْھِمْ
اُمَیَّۃُ مَأوَی الْمُعْتَرِیْنَ وَذُوالرِّجْلِ

اور اِن میں شیبہ اور ولید بھی ہے اور اِن سائلوں کی پناہ گاہ امیہ اور ایک پاؤں والا بھی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اُوْلٰئِکَ فَابْکِ لَا تَبْکِ غَیْرَھُمْ
نَوَائِحُ تَدْعُوْ بِالرَّزِیَّۃِ وَالثُّکْلِ

اور جدائی کو پکار پکار کر نوحہ کرنے والیاں صرف انھی لوگوں پہ روئیں اِن کے سوا کسی پہ نہ روئیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَقُوْلُوْا لِاَھْلِ الْمَکَّتَیْنِ تَحَاشَدُوْا
وَسِیْرُوْاِلٰی اٰطَامِ یَثْرِبَ ذِی النَّخْلِ

مکہ اور طائف کے رہنے والے لوگوں سے کہہ دو کہ لشکر جمع کرو اور کھجوروں والے یثرب کے قلعوں کی طرف چلو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

جَمِیْعًا وَ حَامُوْلَ کَعْبٍ وَّ ذَبِّبُوْا
بِخَالِصَۃِ الْاَلْوَانِ مُحْدَثَۃِ الصَّقْلِ

سب کے سب چلو اور بنی کعب کو گھیر لو اور خالص رنگوں والی نئی اور صیقل کی ہوئی تلواروں سے اپنا دفاع کرو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِلَّا فَبِيْتُوْا خَائِفِيْنَ وَ اَصْبِحُوْا
اَذَلَّ لِوَاطِءِ الْوَاطِئِيْنَ مِنَ النَّعْلِ

ورنہ ڈرتے ہوئے رات گزارو اور جوتوں سے پامال کرنے والوں کی پامالی کی وجہ سے ذلیل ہو کر صبح کرو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَلٰى اَنَّنِىْ وَاللَّاتِ يَا قَوْمِ فَاعْلَمُوْا
بِكُمْ وَاثِقٌ اِنْ لَّا تُقِيْمُوْا عَلٰى تَبْلِ

اے میری قوم! لات کی قسم اس کے باوجود کہ مجھے تم پہ بھروسہ ہے لیکن دشمن سے بدلہ لینے کے لیے ہرگز کھڑے نہ ہونا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

سِوٰى جَمْعِكُمْ لِلسَّابِغَاتِ وَلِلْقَنَا
وَلِلْبِيْضِ وَالْبِيْضِ الْقَوَاطِعِ وَالنَّبْلِ

بجز اس کے کہ تم بڑی زرہیں نیزے، خود اور خوب کاٹنے والی سفید تلواریں جمع کرلو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

غزوہ بدر کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے قصائد![*42]

اِبْكِ بَكَتْ عَيْنَاكَ ثُمَّ تَبَادَرَتْ
بِدَمٍ تُعَلُّ غُرُوْبُهَا سَجَّامِ

تو رو، تیری آنکھیں روتی رہیں پھر ایسا خون بہائیں کہ اس سے گوشہ ہائے چشم لگاتار سیراب ہوتے رہیں۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

وَمَا ذَا بَكَيْتَ بِهِ الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا
هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْاَ قْوَامِ

اس مرثیے کے ذریعے تو اُن لوگوں پہ رویا جو یکے بعد دیگرے چل بسے تو تُو نے کیا کام کیا تُو نے اِن لوگوں کے قابل تعریف کاموں کا ذکر کیوں نہ کیا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

وَ ذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ
سَمْحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْاِقْدَامِ

اور تو نے ہم میں سے بزرگ، باہمت، وسیع اخلاق اور سچی پیش قدمی والی ہستی کا ذکر کیوں نہ کیا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

اَعْنِیْ النَّبِیَّ اَخَا الْمَکَارِمِ وَالنَّدٰی
وَاَبَرَّ مَنْ یُّوْلِیْ عَلَی الْاَقْسَامِ

میری مراد نبی اکرم ﷺ ہیں جو اخلاق اور سخی ہیں اور قسمیں کھانے والوں میں سب سے زیادہ قسمیں پوری کرنے والے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَلَمِثْلُہٗ وَ لَمِثْلُ مَا یَدْعُوْ لَہٗ
کَانَ الْمُمَدَّحَ ثَمَّ غَیْرَ کَھَامِ

پس بے شک آپ جیسا شخص اور آپ ﷺ کی دعوت جیسی دعوت قابل تعریف ہے اور ہر قسم کی کمزوری سے بھی پاک ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تَبَلَتْ فُؤَادَكَ فِیْ الْمَنَامِ خَرِیْدَۃٌ
تَشْفِیْ الضَّجِیْعَ بِبَارِدٍ بَسَّامِ

ایسی دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار بنا دیا جو اپنے مسکرانے والے ٹھنڈے رخسار کے ساتھ ہم بستر کو صحت یاب کرتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

کَالْمِسْکِ تَخْلِطُہٗ بِمَاءِ سَحَابَۃٍ
اَوْ عَاتِقٍ کَدَمِ الذَّبِیْحِ مُدَامِ

اس کستوری کی طرح جس کی بارش کے پانی کے ساتھ پانی ملالے یا مذبوحہ جانور کے خون کی سرخی کی طرح جو پرانی شراب کی طرح ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

نُفُجُ الْحَقِیْبَةِ بَوْصُهَا مُتَنَضِّدٌ
بَلْهَاءُ غَیْرُ وَشِیْکَةِ الْاَقْسَامِ

ابھری ہوئی گٹھری والی گویا اُس کے کولہے تہ بہ تہ ہیں بھولی بھالی قسموں کی طرف تیزی نہ کرنے والی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

بُنِیَتْ عَلٰی قَطَنٍ اَجَمَّ کَاَنَّهٗ
فُضُلاً اِذَا قَعَدَتْ مَدَاكُ رُخَامِ

اس کی بنیاد گوشت پر قائم ہے جب وہ مکلّف لباس سے الگ ہوکر بیٹھتی ہے تو گویا وہ سنگ مرمر کی سل ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَتَکَادُ تَکْسَلُ اَنْ تَجِیْءَ فِرَاشَهَا
فِیْ جَسْمِ خَرْعَبَةٍ وَّحُسْنِ قَوَامِ

نازک اندام جسم اور فطری حسن کہ اسے اپنے بستر تک آنا بار ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اَمَّا النَّہَارَ فَلَا اُفَتِّرُ ذِکْرُھَا
وَاللَّیْلَ تُوْزِعُنِی بِھَا اَحْلَامِیْ

دن میں تو میں اس کی یاد میں کوتاہی نہیں کرتا اور رات کو میرے خواب مجھے اسے شیفتہ بنائے رکھتے ہیں۔

◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈

اَقْسَمْتُ اَنْسَاھَا وَ اَتْرُکُ ذِکْرَھَا
حَتّٰی تُغَیَّبَ فِی الضَّرِیْحِ عِظَامِیْ

میں نے قسم کھالی ہے کہ میں ایسی عورت کو کبھی نہ بھولوں گا یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہوجائیں۔

◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈

یَا مَنْ لِعَاذِلَۃٍ تَلُوْمُ سَفَاھَۃً
وَلَقَدْ عَصَیْتُ عَلَی الھَوٰی لُوَّامِیْ

کوئی ہے جو اس ملامت کرنے والی کو روکے جو نادانی سے ملامت کررہی ہے حالانکہ محبت کے متعلق میں نے کبھی کسی کی بات نہیں مانی۔

◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈

بَکَرَتْ عَلَیَّ بِسَحْرَۃٍ بَعْدَ الْکَرٰی
وَتَقَارُبٍ مِّنْ حَادِثِ الْاَیَّامِ

ایک رات زمانے کے اس انقلاب یعنی بدر کے بعد صبح سے پہلے وہ عورت میرے پاس آئی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

زَعَمَتْ بِاَنَّ الْمَرْءَ يُكْرِبُ عُمْرَهٗ
عَدَمٌ لِّمُعْتَكِرٍ مِّنَ الْاَصْرَامِ

اُس نے دعوے سے کہا! کہ اونٹوں کے گلوں کے ہجوم کا نہ ہونا انسان کی زندگی کو غم زدہ کر دیتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِنْ كُنْتِ كَاذِبَةَ الَّذِىْ حَدَّثْتِنِىْ
فَنَجَوْتِ مَنْجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ

میں نے اسے کہا! جو بات تم نے مجھے بتائی ہے اگر تو اس میں جھوٹی ہے تو مجھ سے بچ کے نکل جا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَرَكَ الْاَحِبَّةَ اَنْ يُقَاتِلَ دُوْنَهُمْ
وَنَجَا بِرَاْسِ طِمِرَّةٍ وَّ لِجَامِ

اپنے دوستوں کے لیے جنگ کرنے کی بجائے اُس نے انھیں چھوڑ دیا اور گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَذَرُ الْعَنَاجِيْجُ الْجِيَادُ بِقَفْرِهٖ
مَرَّ الدَّمُوْكِ بِمُحْصَدٍ وَّ رِجَامِ

عمدہ گھوڑے اس چٹیل میدان کو پیچھے چھوڑ رہے تھے جس طرح پتھر سے بندھی ہوئی مضبوط رسی گھومتی ہے۔

مَلَاتُ بِهٖ الْفَرْجَيْنِ فَارْمَدَّتُ بِهٖ
وَ ثَوٰى اَحِبَّتُهٗ بِشَرِّ مَقَامِ

اِن گھوڑوں نے اس دوڑ سے ایک ہیجان پیدا کر دیا حالانکہ اُن کے دوست کئی جگہ پیوند خاک پڑے ہوئے تھے۔

وَبَنُوْا اَبِيْهِ وَ رَهْطُهٗ فِیْ مَعْرَكٍ
نَصَرَ الْاِلٰهُ بِهٖ ذَوِیْ الْاِسْلَامِ

اس کے بھائی اور اُس کی قوم ایک ایسے معرکے میں پھنسی ہوئی تھی جس میں خدا نے اہل اسلام کو فتح سے نوازا۔

صَحَنْتُهُمْ وَاللّٰهُ يُنْفِذُ اَمْرَهٗ
حَرْبٌ يُّشَبُّ سَعِيْرُهَا بِضِرَامِ

ایک ایسی جنگ نے انھیں پیس ڈالا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جارہا تھا اللہ تعالیٰ تو اپنا حکم جاری فرماتا ہی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَوْلَا الْإِلٰهُ وَجَرِيُهَا لَتَرَكْنَهُ
جَزَرًا لِسِّبَاعِ وَدُسْنَهُ بِحَوَامِي

اگر اللہ تعالیٰ کو اس کا بچانا مقصود نہ ہوتا اور اِن گھوڑوں کی دوڑ نہ ہوتی وہ گھوڑے کو درندوں کا نوالہ چھوڑ کر ٹاپوں سے پامال کرتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مِنْ بَيْنَ مَا سُوْرٍ يُشَدَّ وَثَاقُهُ
صَقْرٍ إِذَا لَا قَى الْأَسِنَّةَ حَامِي

وہ دونوں حالتوں کے درمیان ہوتا تو یا قیدی ہوتا جس کی مشکیں ایک ایسا بہادر کس دیتا جو نیزوں کے مقابلے میں بھی حمایت کرنے والا ہوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَمَجَدَّلٍ لَّا يَسْتَجِيْبُ لِدَعْوَةٍ
حَتّٰى تَزُوْلَ شَوَامِخُ الْأَعْلَامِ

یا زمین پہ پڑا ہوا ہوتا جو کسی پکار کا جواب نہ دیتا یہاں تک کہ وہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بِالْعَارِ وَالذَّلِّ الْمُبَيْنِ اِذْ رَاٰى
بِيْضَ السُّيُوْفِ تَسُوْقُ كُلَّ هُمَامِ

صریح ذلت وخواری کی حالت میں پڑا رہتا جب دیکھتا کہ سفید چمکتی تلواریں ہر بلند ہمت سردار کو ہانکتی لے جاتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِيَدَيْ اَغَرَّ اِذَا انْتَمٰى لَمْ يُخْزِهٖ
نَسَبُ الْقِصَارِ سَمَيْدَعٍ مِّقْدَامِ

جو تلواریں ایسے روشن چہرے والوں کے ہاتھ میں ہوں جس کا نسب عمدہ ہو اور انھیں نسب کی وجہ سے ذلت نہ ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِيْضٌ اِذَا لَاقَتْ حَدِيْدًا صَمَّمَتْ
كَالْبَرْقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامِ

وہ ایسی چمکتی ہوئی تلواریں ہیں کہ جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے کاٹتی چلی جاتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ يَوْمَ بَدْرٍ
غَدَاةَ الْاَسْرِ وَالْقَتْلِ الشَّدِيْدِ

بدر کے روز قید کرنے اور خوب قتل کرنے کی صبح کو اہل قریش نے جان لیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِاَنَّا حِیْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِیْ
حُمَاۃُ الْحَرْبِ یَوْمَ اَبِی الْوَلِیْدِ

کہ ابوالولید کے قتل کے دن جب نیزوں کے سرایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں ہم جنگ کے شیر ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قَتَلْنَا ابْنَیْ رَبِیْعَۃَ یَوْمَ سَارَا
اِلَیْنَا فِیْ مُضَاعَفَۃِ الْحَدِیْدِ

جس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے دوہری زروں میں ہمارے طرف آئے تو ہم نے انھیں قتل کر دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَفَرَّبِهَا حَکِیْمٌ یَوْمَ جَالَتْ
بَنُوْ النَّجَّارِ تَخْطِرُ کَالْاُسُوْدِ

اور حکیم وہاں سے اس روز بھاگ گیا جب بنونجار شیروں کی طرح جولانیاں دکھانے لگے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ وَلَّتْ عِنْدَ ذَاكَ جُمُوْعُ فِهْرٍ
وَاَسْلَمَهَا الْحُوَيْرِثُ مِنْ بَعِيْدِ

اور اس وقت بنی فہر کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور حویرث نے دور ہی سے اِن کو چھوڑ دیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

لَقَدْ لَاقَيْتُمْ ذُلًّا وَّ قَتْلاً
جَهِيْرًا نَافِذًا تَحْتَ الْوَرِيْدِ

تمھیں ذلت اور رگِ جاں کے نیچے سرایت کرنے والے تیز قتل کا سامنا ہوا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَكُلَّ الْقَوْمِ قَدْ وَّلَّوْا جَمِيْعًا
وَلَمْ يَلْوُوْا عَلَى الْحَسَبِ التَّلِيْدِ

اور ساری کی ساری قوم مل کر پیٹھ پھیر گئی اور باپ دادا کی عزت کی طرف مڑ کے بھی نہ دیکھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ
عِنْدَ الْهِيَاجِ وَ سَاعَةَ الْاَحْسَابِ

اے حارث! تونے جنگ وفساد کے وقت ایک نا قابل اعتماد کام پہ بھروسہ کیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِذْ تَمْتَطِی سُرُحَ الْیَدَیْنِ نَجِیْبَۃً
مَرْطَی الْجِرَاءِ طَوِیْلَۃَ الْاَقْرَابِ

جب تو کشادہ قدم شریف تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی گھوڑی پہ سواری کر رہا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَالْقَوْمُ خَلْفَکَ قَدْ تَرَکْتَ قِتَالَھُمْ
تَرْجُوْ النَّجَاءَ وَلَیْسَ حِیْنَ ذِھَابِ

اور بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں سے جنگ ومقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھاگ جانے کا وقت نہ تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَلَّا عَطَفْتَ عَلَی ابْنِ اُمِّکَ اِذْ ثَوٰی
قَعْصَ الْاَسِنَّۃِ ضَائِعَ الْاَسْلَابِ

کہ تو نے اپنے ماں جائے کی طرف مڑ کے نہ دیکھا جب وہ نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں پیوند خاک تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَجِلَ الْمَلِیْکُ لَہٗ فَاَھْلَکَ جَمْعَہٗ

بِشَنَارِ مُخْزِیَۃٍ وَّ سُوْءِ عَذَابِ

مالک الملک نے بڑی جلدی سے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور بدترین عذاب میں مبتلا کردیا اس کے لشکر کو ہلاک کردیا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مُسْتَشْعِرِیْ حَلَقِ الْمَاذِیِّ یَقْدُمُھُمْ

جَلْدٌ النَّحِیْزَۃِ مَاضٍ غَیْرُ رِعْدِیْدِ

سفید نرم کڑیوں والی جسم سے لگی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے لوگوں کے آگے آگے ایک قوی مزاج پختہ ارادے والا بہادر شخص چل رہا تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَقَدْ زَعَمْتُمْ بِاَنْ تَحْمُوْا ذِمَارَکُمْ

وَمَاءُ بَدْرٍ زَعَمْتُمْ غَیْرُ مَوْرُوْدِ

یعنی معبودِ خلق کے رسول ﷺ جنھیں اس نے تقویٰ اور جودوکرم کی صفحات میں تمام مخلوق پہ فضیلت دی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اسلام اپنی تعلیمات اور تصور میں ہی غلبے کی صلاحیت رکھتا ہے۔مگر عرب اپنی درشت خوئی کے باعث اسلام کے غلبے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔قریش کی ذلت آمیز شکست کے بعد بھی عرب بغاوت اور تعدی سے باز آنے والے نہ تھے۔

۲۵ رمضان ۲ ہجری۔۔۔ 21 مارچ 624ء

غزوہ القدر

غزوہ بدر اپنے اختتام کو پہنچا۔اہل مکہ کے ہاں نوحہ خوانی اور مسلمانوں کے ہاں جشن مسرت ابھی جاری تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ اسلام کے کچھ دشمن الکدر کے مقام پہ اپنے لشکر کو اکٹھا کر رہے ہیں تا کہ وہ اسلام کی نو زائیدہ مملکت مدینہ کو نابود کر سکیں ۔عرب میں اس طرح کی جارحیت معمول کی بات تھی اپنے محاورے میں وہ اس کو غارت ڈالنا کہتے تھے۔اُن کا تعلق قبیلہ بنو سلیم اور قبیلہ غطفان سے تھا۔نبی اکرم ﷺ نے مناسب جانا کہ دشمن کا انتظار کرنے کی بجائے خود اس پہ حملہ کر دیا جائے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ دو سو صحابہ کے ساتھ اس غزوہ کے لیے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ سفید رنگ کا علم حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔

مدینے میں آپ ﷺ نے ابن اُم مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔[*43]

آپ ﷺ کی منزل قرقرۃ الکدر نامی ایک مقام تھا جہاں کثرت سے مٹیالے رنگ کے پرندے پائے جاتے تھے اور اُن پرندوں کے دھندلے اور مٹیالے رنگ کی وجہ سے ہی اس علاقے کو

قرقرۃ الکدر کہا جاتا تھا۔دشمن کو نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی روانگی کی خبر مل چکی تھی اس لیے وہ آپ ﷺ کے قرقرۃ الکدر میں پہنچنے سے پہلے ہی پہاڑوں کی بلندیوں کی طرف منتشر ہو گئے تھے۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ قرقرۃ الکدر پہنچے جہاں دشمن سے سامنے کی توقع تھی تو وہاں کچھ بھی نہ تھا سوائے ایک چرواہے کے جو وہاں انھی قبائل کے اونٹ چرا رہا تھا جنھوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔اُس چرواہے کا نام ابو یسار بیان کیا گیا ہے۔اُس کو گرفتار کر لیا گیا اور تمام اونٹوں کو اپنی تحویل میں لے گیا جن کی تعداد پانچ سو بیان کی گئی ہے۔

ابو یسار نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ؛

میں اپنی قوم کے بارے میں لاعلم ہوں میں تو اُن کے "**خمس**" کو پانی پلانے کے لیے لایا تھا۔عرب خمس اُس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو پانچ روز بعد پانی پلایا جاتا ہے۔عرب اُس اونٹ کو "**ربع**" کہتے جس کو چار روز بعد پانی پلایا جاتا ہو۔آپ ﷺ نے وہیں یعنی قرقرۃ الکدر میں قیام فرمایا اور صحابہ کی ایک جماعت کو دشمن کی کھوج کے لیے وادیٔ کے بالائی حصے کی طرف روانہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ تین راتوں تک اسی مقام پہ قیام فرمایا پھر واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔

مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے صرار کے کنویں پہ قیام کیا اور خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔صرار کا یہ کنواں مدینہ سے تین میل کے فاصلے پہ تھا۔

قرقرۃ الکدر سے گرفتار ہونے والے واحد شخص ابو یسار کو نبی اکرم ﷺ نے آزاد کر دیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو یسارؓ نے نبی اکرم ﷺ سے حدیث بھی روایت کی ہے۔

اس مہم کے دوران آپ ﷺ مدینہ سے پندرہ روز باہر رہے۔

اس ضمن میں یہ بیان کرنا باقی ہے کہ بعض مورخین نے بنو سلیم اور بنو غطفان پہ چڑھائی کو الگ

الگ بیان کیا ہے۔غزوۃ الکدراور غزوہ بنوسلیم کے ناموں سے اسے دوغزوات کے طور پہ بیان کیا ہے۔جبکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بنوسلیم اور بنوغطفان پہ ایک ساتھ چڑھائی کی تھی ۔اسے مورخین نے غزوۃ الکدر یا غزوہ قرقرۃ الکدر کے نام سے بیان کیا ہے۔یہ ریاست مدینہ کی مدافعت کے سلسلے میں کی جانے والی اُن حربی تدبیروں میں سے ایک تھی جو کم وبیش آٹھ ہجری تک جاری رہیں اس لیے کہ آٹھ ہجری کے بعد جب مکہ فتح ہوگیا تو بیشتر عربوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔آٹھ ہجری میں ہی بنوہوازن کی شکست کے بعد عرب کے صحرائی اور بدوی قبائل کا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا تھا یوں عرب بھر میں اسلام پھیل گیا۔

۱۵ شوال ۲ ہجری ۔۔۔ 10 اپریل 624ء

غزوہ بنو قینقاع

نبی اکرمﷺ جونہی مدینے تشریف لائے اور قوت حاصل کی تو سب سے پہلے شہر مدینہ کی مختلف قومیتوں کو ایک معاہدے کے تحت لائے جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ اُس معاہدے کی تفصیلات گزر چکی ہیں جس میں نبی اکرمﷺ نے مدینہ کے اہل یہود سے یہ دوستانہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر مدینے پہ کوئی حملہ آور ہوگا تو سب لوگ مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے سے باز رہیں گے۔ اگرچہ اکثر یہودی قبائل نے اس معاہدے کو دل سے قبول نہ کیا تھا مگر اس کو توڑنے کی جرأت سب سے پہلے بنو قینقاع نے کی۔ روزِ بدر کے بعد یہودیوں نے اپنے بغض کا کھلم کھلا اظہار شروع کر دیا تھا اور وہ مختلف محفلوں میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارا نبی اکرمﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ یہ بات جب نبی اکرمﷺ تک پہنچی تو آپﷺ یہودیوں کے ایک محلے میں تشریف لے گئے اور یہودیوں کو اکٹھا کر کے فرمایا:

”اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو کہ کہیں اللہ تم پہ بھی ویسا ہی عذاب

نازل نہ فرمادے جیسا کہ اُس نے مکہ کے مغرور قریشیوں پہ نازل فرمایا ہے۔اس لیے تمھاری فلاح تو اس میں ہے کہ تم اسلام قبول کرلو کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور میرے بارے میں خود تمھاری اپنی کتابیں گواہ ہیں جن میں اللہ نے تمہیں بار بار میری اطاعت کا حکم دیا ہے"۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

نبی اکرم ﷺ کے اس خطاب کا یہودیوں نے نہایت ہی برا جواب دیا۔

انھوں نے کہا:

اے محمد ! آپ ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہیں جنھیں فن حرب سے واقفیت نہیں۔بخدا! جب آپ ﷺ ہمارے مقابلے میں نکلیں گے تب آپ ﷺ جانیں گے کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔نبی اکرم ﷺ نے اِن کے اس برے سلوک کا کوئی جواب نہ دیا کہ آپ بات کو بڑھانا نہ چاہتے تھے۔

تاہم اُن کے انجام کی خبر اسی وقت حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ کو پہنچادی تھی۔

قرآن حکیم میں اُن کے بارے میں ارشاد ہوا کہ!

" قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران :آیات 3/ 13-12)

ترجمہ؛

"اے (میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا ہے کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تمہارے لیے عبرت کا نشان (اِن) دو گروہوں میں جو ملے تھے (میدانِ بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا اور دیکھ رہے تھے (مسلمان انھیں) اپنے سے دو چند اپنی آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھوں والے کے لیے "۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اس کے بعد وہ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے بنی قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں تحریر کیا ہے کہ مدینہ کے نواحی علاقے سے ایک مسلمان خاتون بنو قینقاع کے بازار میں خریداری کی غرض سے آئی اور ایک یہودی زرگر کے پاس بیٹھ گئی۔ یہودی زرگر نے اُس با پردہ خاتون سے نقاب الٹنے کا مطالبہ کیا جس کو اس نے مسترد کر دیا۔

وہ زرگر چپکے سے اٹھا اور اُس خاتون کو باتوں میں لگا کر اس کی چادر کو ایک کیل سے اٹکا دیا جس کی وجہ سے جب وہ خاتون اٹھی تو اس کا نقاب اتر گیا اور وہ بے پردہ ہوگئی۔

اُس خاتون نے مسلمانوں کو پکارا!

قریب سے گزرتے ایک مسلمان نے اُس خاتون سے مسئلہ پوچھا؟

اصل حقیقت واضح ہونے کے بعد اُس مسلمان نے بغیر کسی تردد کے اُس بدتمیز یہودی کو قتل کر دیا۔مگر چونکہ وہ یہودیوں کا بازار تھا اس لیے فوراً ہی بہت سے یہودی اکٹھے ہوگئے اور انھوں

نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔

آپ ﷺ نے حضرت بشر بن عبدالمنذرؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مسلمانوں کو لے کر بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ نے اس بات کا اہتمام کر لیا تھا کہ بنو قینقاع کو اس کے حلیفوں سے کوئی مدد نہ مل سکے۔

چنانچہ مسلمانوں نے پندرہ روز تک بنو قینقاع کا محاصرہ کیے رکھا اور بنو قینقاع جب اپنے حلیفوں سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے غیر مشروط ہتھیار ڈالنے کا عندیہ دیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔

تب عبداللہ بن ابی اور حضرت عبادہ بن صامتؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ بنو قینقاع کی سفارش کر سکیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے تو نبی اکرم ﷺ کا مزاج دیکھ کر بنو قینقاع کی سفارش نہ کی اور اپنے پرانے حلیفوں کی بجائے اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار کر لیا مگر عبداللہ بن ابی نبی اکرم ﷺ سے اُن کی سفارش کرنے لگا۔

اُس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ!

میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو نظر انداز کیا اور اُس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ مگر وہ آپ ﷺ کے پیچھے ہی پڑ گیا اور پھر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ!

وہ میرے پرانے حلیف ہیں بخدا اُن پہ احسان فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ ایک طرف کو چل دیئے مگر عبداللہ بن ابی آپ ﷺ کے ساتھ ہی چمٹا رہا اُس نے آپ ﷺ کی زرہ [44*] تھام رکھی تھی اور آپ کے ساتھ ہی گھسٹتا چلا آ رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کا ہاتھ جھٹکا اور فرمایا:

مجھے چھوڑ دو! اور آپ ﷺ کے چہرے پہ غصہ تھا۔
مگر عبداللہ بن ابی نے برا نہ مانا اور اُس نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا![45*]
یارسول اللہ ﷺ!
میرے موالی پہ احسان کریں اِن میں چار سو زرہ پوش ہیں جنھوں نے ہر سرخ وسیاہ انسان سے میرا دفاع کیا ہے۔
اس لیے قسم بخدا! میں اُس وقت تک آپ ﷺ کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہوں جب تک کہ آپ ﷺ اِن کے ساتھ احسان نہ فرمالیں۔ بخدا! میں آپ ﷺ کو اِن کی گردنیں نہ اڑانے دوں گا کہ میں ایسا انسان ہوں جو حوادث زمانہ سے ڈرتا ہوں۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
اچھا! جا میں نے تیری خاطر اِن کو چھوڑ دیا۔
اور یہودیوں کے قبیلے بنو قینقاع میں سات سو افراد تھے جنھیں شہر مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا اور وہ شام کے علاقے اذرعات میں جا بسے تھے۔
امام عبداللہ سہیلی نے فرمایا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ آیات اسی موقع پہ نازل کی گئیں تھیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى

مَآ اَسَرُّوْا فِیٓ اَنْفُسِہِمْ نٰدِمِیْنَ O وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَھٰٓؤُ
لَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ اِنَّھُمْ لَمَعَکُمْ حَبِطَتْ
اَعْمَالُھُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ O اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ
رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ
الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ O وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدۃ - آیات5 / 51.56)

ترجمہ؛

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) نہ بناؤ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنا لیا انھیں تم میں سے سو وہ انھی میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں اِن لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق) کا مرض ہے اور وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پہ زمانے کی کوئی گردش نہ آ جائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے گا فتح کامل (یا ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انھوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے ہم ایمان والے کیا یہی لوگ ہیں جنھوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے اِن کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے۔ تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول پاک ہے اور ایمان لانے والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکواۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی

میں جھکنے والے ہیں اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کریم کو اور ایمان لانے والوں کو (وہ تو اللہ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے"۔

۵ ذوالحجہ ۲ ہجری --- 29 مئی 624ء

غزوہ سویق

قریش ابھی روز بدر کی حیرت میں تھے اور اُن کے دل اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے کہ حرم کی مجلسوں میں ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف، ولید بن عتبہ، نضر ابن الحرث، منبہ بن حجاج اب کبھی نظر نہ آئیں گے۔ اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ بے سروسامان مسلمان جو کل تک اِن کے رحم وکرم پہ تھے انھوں نے اہل مکہ کے اتنے عظیم سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ عرب بھر میں اہل قریش کو صدیوں سے ایسی ذلت کا سامنا کبھی نہ کرنا پڑا تھا جیسا کہ اُن کے ساتھ روزِ بدر کو ہوا تھا۔ اور وہ اسی حیرت ناک واقعہ پہ غور کرتے رہتے تھے۔ اُن کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل ہوجانے کے بعد ابوسفیان اُن کا سردار بن گیا تھا۔ چنانچہ ابوسفیان سمیت تمام اہل مکہ کے دلوں میں انتقام کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی تھی۔ مگر وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کو اِن حالات میں شکست دینا ممکن نہیں۔ اس کے باوجود ابوسفیان نے عربوں کے بھرے مجمع میں قسم کھالی کہ وہ اُس وقت تک نہ تو خوشبو لگائے گا نہ اپنی عورتوں کے پاس جائے گا اور نہ ہی گھی پنیر کھائے گا جب تک کہ وہ

مدینہ پہ حملہ نہ کر لے۔

ابوسفیان کی اس قسم سے اہل قریش کو حوصلہ ہوا۔

چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ابوسفیان قریش کے دوسو سواروں کے ساتھ مکہ سے نکلا اور اُس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ مدینے کے یہودیوں سے مدد حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں پہ حملہ آور ہو جائے گا ۔اپنی اس لشکر کشی کو وہ خفیہ رکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے مدینہ کو جانے والے معروف رستوں سے ہٹ کے سفر کیا اور وہ اپنے مقصد میں اس حد تک ضرور کامیاب بھی رہا کہ مسلمانوں کو اس امر کی خبر نہ ہو سکی کہ قریش اُن پہ حملہ کرنے چڑھ آئے ہیں۔

ابوسفیان نے نجد کا لمبا رستہ اختیار کیا اور مدینہ کے قریب وادیٔ قناۃ کو ایک طرف چھوڑتا ہوا یتیب نامی پہاڑ کے دامن میں جا اترا۔یہ پہاڑ مدینہ سے صرف ایک برید کے فاصلے پہ تھا اور ایک برید سے تقریباً اٹھارہ کلومیٹر کا فاصلہ مراد لیا جا سکتا ہے۔

ابوسفیان نے اپنے لشکر کو اسی پہاڑ کے دامن میں چھوڑا اور رات کے اندھیرے میں شہر مدینہ میں داخل ہو گیا۔

اُس نے بنونضیر کے ایک سردار حیٔ بن اخطب کے دروازے پہ دستک دی۔حیٔ بن اخطب نے ابوسفیان کو پہچانا تو دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا کہ اُس کے دل میں نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کا خوف تھا اگرچہ وہ مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔

ابوسفیان اس سے مایوس ہو کر ایک اور اسلام دشمن یہودی سردار سلام بن مشکم کے دروازے تک پہنچا۔سلام بن مشکم نے اس کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے اور اُس کی خوب تکریم کی اُس کو شراب پیش کی اور میزبانی کی دیگر رسموں کو بجالایا۔

ابوسفیان نے اُس سے کہا:

میں مسلمانوں کے خلاف تم سے مدد حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں اور ہمارے مابین اس بات کا عہد موجود ہے کہ تم لوگ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کرو گے۔

سلام بن مشکم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا:

ہم اُس معاہدے پہ ابھی تک قائم ہیں مگر تم اچانک اپنا لشکر لے کر نکل آئے ہو اور ہمیں اس امر سے مطلع تک نہ کیا کہ ہم کچھ تیاری کر سکیں اب اتنی جلدی ہمارے لیے یہ بات ممکن نہیں کہ تمھاری کوئی مدد کر سکیں اس کے لیے آخر ہمیں کچھ وقت درکار ہے۔

شہر مدینہ کے یہودی اگر چہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی اسی طرز کا ایک معاہدہ کر چکے تھے مگر وہ اس معاہدے کی تکریم پہ آمادہ نہ تھے۔

مگر براہ راست مسلمانوں کے خلاف کسی کاروائی سے وہ اس لیے گریزاں تھے کہ غزوہ بدر کے نتیجے نے اِن کو بھی بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

چنانچہ ابوسفیان کو یہاں سے بھی مایوس اٹھنا پڑا۔

وہ اپنے لشکر کی طرف آیا اور اُن کو لے کر بے دلی کے ساتھ مسلمانوں کی ایک ادنیٰ چراگاہ پہ حملہ کر دیا جہاں کھجور کے کچھ چھوٹے پودے تھے۔

لشکر قریش نے اِن پودوں کو آگ لگا دی اور اس چراگاہ یا نخلستان کی حفاظت پہ معمور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

شہدا میں معبد بن عمرو انصاریؓ اور اُن کا ایک ساتھی شامل تھے۔

ابوسفیان نے مسلمانوں کا اتنا نقصان کرنے کے بعد یہ سمجھا کہ اُس نے مدینہ پہ حملہ کرنے کی اپنی قسم پوری کر دی ہے۔

چنانچہ وہ غارت گری کی اس چھوٹی سی کاروائی کے بعد مدینہ سے تیزی کے ساتھ نکلا اور مکہ کو روانہ ہو گیا۔

اُس کے دل میں آنحضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کا خوف تھا اور وہ جانتا تھا کہ مسلمان تھوڑی ہی دیر میں اُس کے تعاقب میں نکلیں گے اس لیے اُس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ زادِ راہ پھینک دو تا کہ تمھاری رفتار بڑھ سکے۔

اور زادِراہ کے طور پہ اُن کے ساتھ ستوؤں کے بہت سے تھیلے تھے۔ چنانچہ وہ بھاگتے بھی رہے اور اپنے ستوؤں کے تھیلے بھی گراتے رہے۔

عرب ستو کو سویق کہتے ہیں اسی نسبت سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا تھا۔ نبی اکرمﷺ کو تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ہی قریش کی اس کاروائی کا علم ہوگیا تھا تب آپﷺ انصار و مہاجرین کے دوسو سواروں کے ساتھ اہل قریش کے تعاقب میں نکلے۔

نبی اکرمﷺ نے مدینہ میں بشیر بن عبدالمنذرؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔

نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو رفتار بڑھانے کا حکم دیا۔

مگر جب اُن کو راستے میں جابجا ستوؤں کے بکھرے ہوئے تھیلے ملنے لگے تو مسلمان جان گئے کہ قریش نے اپنا بوجھ کم کیا ہے اور اپنی رفتار کو بڑھایا ہے اس لیے اُن کا تعاقب فضول تھا۔

تاہم نبی اکرمﷺ نے قرقرۃ الکدر تک اہل قریش کا تعاقب کیا۔

خود نبی اکرمﷺ کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ دشمن کو خوف زدہ کردیں تاکہ وہ بھاگ نکلے اور اس مقصد کو مسلمان لشکر نے پوری طرح حاصل کرلیا تھا اس لیے بغیر کسی خونریزی کے یہ معرکہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچا۔

مال غنیمت کے طور پہ مسلمانوں کے ہاتھ ستوؤں کے بہت سے تھیلے آئے تھے جس کو عرب پسند کرتے تھے۔ چونکہ دشمن بھاگ گیا تھا اور جنگ و جدل کی نوبت نہ آئی تھی اس لیے بعض صحابہ کو گمان ہوا کہ یہ جہاد نہ تھا مگر جب یہ بات نبی اکرمﷺ تک پہنچی تو آپﷺ نے سختی کے ساتھ اس کی تردید کی اور فرمایا:

یہ ایک عمدہ جہاد ہے۔

اہل مکہ اس بزدلانہ کاروائی سے ریاست مدینہ کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اگرچہ اہل مکہ کی خواہش یہی تھی۔ تاہم روزِ بدر کے بعد سے ابھی تک وہ اپنی طاقت کو مجتمع نہ کرسکے تھے اور نہ ہی وہ اپنے ارادوں کو تکمیل تک پہنچانے پر قادر تھے اس لیے انھوں نے محض ایک رسمی سی کاروائی پر اکتفاء کیا

اور شہر مدینہ کے قریب آنے کے باوجود وہ مسلمانوں کے خلاف کھلی جنگ کی جرأت نہ کر سکے۔

۲ ہجری بمطابق --- جولائی 623ء --- جون 624ء

دو ہجری۔ دیگر واقعات

نبی اکرم ﷺ اگر چہ مدینہ پہنچنے کے بعد سے ہی اس کوشش میں مصروف تھے کہ مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں جن کی بنا پہ اسلام کے دشمن اِن کی قوت سے خائف ہو جائیں اور اِن کے مقابل آنے سے گریز کریں۔ مگر قبیلہ قریش عربوں کا وہ قبیلہ تھا جو کبھی کسی سے خائف نہیں ہوا تھا بلکہ دوسرے عرب اس سے خائف رہتے تھے اور ابوسفیان نے اپنے قافلے کے لٹ جانے کی دہائی دے کر اُن کو وہ وجہ بھی فراہم کر دی تھی جس کے لیے وہ ذہنی طور پہ تیار تھے۔ چنانچہ وہ ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ کی مسلمان ریاست کے خاتمے اور مسلمانوں کو نیست نابود کر دینے کے ارادے سے بڑی شان کے ساتھ شہر مکہ سے نکلے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں ایک دوسرا فیصلہ کر رکھا تھا جس کی تفصیلات ابھی گزری ہیں۔ مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے تمام اشرار قریش کو قتل کر دیا اور بہت سوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس طرح قریش کو مسلمانوں کے مقابل ایک عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تاہم اس دوران نبی اکرم ﷺ اپنا فریضہ

رسالت بھی پوری تندہی کے ساتھ ادا کرتے رہے تھے۔اللہ کی طرف سے مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح کے لیے احکامات بھی اترتے رہے تھے۔اِن میں سے کچھ احکامات غزوہ بدر سے پہلے اترے جیسے کہ روزہ، زکواۃ اور نماز کی فرضیت وغیرہ [46*] کچھ غزوہ کے درمیان ہی اترے جیسے کہ فتح کی بشارت اور ملائکہ کا اترنا وغیرہ۔کچھ غزوہ بدر کے بعد اترے جیسا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق احکامات،تحویل قبلہ،صدقہ فطر،قانون قصاص، دیتوں کا اہتمام وغیرہ۔ہم نے چونکہ اوپر صرف انھی واقعات پہ نظر ڈالی ہے جو فوجی نوعیت کے تھے اب ہم اُن واقعات پہ کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیان پیش آئے اور اُن کا تعلق احکامات اور فرائض سے ہے یا وہ نبی اکرم ﷺ کی نجی زندگی سے متعلق ہیں۔جیسے کہ آنحضرت محمد ﷺ کا حضرت حفصہؓ سے نکاح اور حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح یا حضرت زینبؓ کا حضرت زیدؓ سے نکاح کے واقعات وغیرہ۔چنانچہ ہم یہاں اِن امور کی کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں جو اس دوران پیش آئے تا کہ اِن احکامات کی غرض وغایت اور مقاصد کو سمجھنے میں آسانی ہو۔اِن احکامات کی تفاصیل بیان کرنا یہاں اس لیے بھی ضروری ہے کہ اِن میں سے کئی معاملات میں یہودیوں اور دیگر منافقین نے خوب اودھم مچایا اور نبی اکرم ﷺ کے اِن اقدامات پہ حرف زنی کی جیسا کہ تحویل قبلہ کا حکم وغیرہ۔

رقیہ بنت رسول اللہ کا انتقال

دو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ انتقال فرما گئیں۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں تھیں۔ مکہ میں ہی آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی اس بیٹی کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے کر دیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا شمار قریش کے شریف ترین نوجوانوں میں ہوتا تھا، علاوہ ازیں وہ بہت ہی مال دار تاجر تھے۔ بعثت کے فوراً بعد اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ ہجرت حبشہ سے پہلے حضرت اُم رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہو چکا تھا۔ ہجرت حبشہ میں حضرت عثمان غنیؓ اپنی بیوی کے ہمراہ ہی نکلے تھے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عثمان غنیؓ کی بیوی حضرت رقیہؓ کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ دو ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلے کے تعاقب میں نکلے تو باوجود خواہش کے حضرت عثمان غنیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے اس لیے کہ حضرت رقیہؓ بہت زیادہ بیمار تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنی بیوی کے پاس رکنے کا حکم دیا تاہم وہ جانبر نہ ہو سکیں اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے کہ ہمیں غزوہ بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابی کی اطلاع ملی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی جواں سال بیٹی کی وفات سے بہت آزردہ تھے

۔چنانچہ آپ ﷺ جونہی مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی کی قبر پر تشریف لے گئے اور اُن کے لیے دُعائے مغفرت کی۔رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی۔

حضرت خنیس کا انتقال

حضرت خنیسؓ بن حذافہؓ کا شمار نبی اکرم ﷺ کے محبوب صحابہ میں کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی وہ قریش مکہ سے الجھنے کے لیے نکلے تھے۔ جنگ بدر میں وہ مسلمانوں کے ہم رقاب تھے۔ جنگ کے دوران انھیں شدید زخم آئے جس کی وجہ سے چند روز بعد وہ انتقال کر گئے۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے داماد اور حضرت حفصہؓ کے شوہر تھے۔ حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں تھیں جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ سخت پریشان تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خنیسؓ بن حذافہؓ کا انتقال غزوہ احد میں ہوا جس سے اشتباہ پیدا ہوا۔ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے وہ قول جس میں غزوہ اُحد کا ذکر ہے نہایت کمزور ہے۔ واللہ اعلم

معطم بن عدی کی وفات

معطم بن عدی کا شمار قریش کے صاحب الرائے اشخاص میں کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اُس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ تاہم وہ مکہ کے دوسرے رئیسوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کا دشمن بھی نہ بنا تھا۔ اُس کا تعلق بنوعدی سے تھا۔ وہ قریش کے اچھے تاجروں میں شامل تھا۔ معطم بن عدی کو لوگ صاحب دانش جانتے تھے۔ کئی مواقع پر اُس نے رسول اللہ ﷺ کی معاونت بھی کی تھی۔ اور کئی مواقعوں پر قریش کے سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف ظلم وستم سے منع بھی کیا تھا۔ چنانچہ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم سے مقاطع کا فیصلہ کیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان سمیت تین سال تک شعب ابی طالب میں محصورر ہے تو قریش کے جن سرداروں نے قریش کی اس بہیمت کے خلاف آواز اٹھائی تو اُن میں معطم بن عدی بھی شامل تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے گئے تو قریش نے فیصلہ کیا کہ وہ اب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے تو معطم بن عدی ہی تھا جس نے آپ ﷺ کو اپنی پناہ میں شہر مکہ میں داخل کیا۔ وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو تلواروں کے سائے میں شہر مکہ لایا اور قریش سے کہا خبردار کوئی رسول اللہ ﷺ سے تعرض نہ کرے میں نے انھیں پناہ دی ہے۔ معطم بن عدی نے غزوہ بدر سے تقریباً سات ماہ قبل وفات پائی۔ جس پہ رسول اللہ ﷺ نے افسوس کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ معطم بن عدی کو پسند کرتے تھے چنانچہ

جب غزوہ بدر میں قریش کے بہت سے سورما آپ ﷺ کے قدموں میں پڑے تھے تو اُن میں سے کسی کی رہائی کے لیے مکہ سے جبیر ابن معطم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو وہ معطم بن عدی کا بیٹا تھا۔ آپ ﷺ نے جبیر بن معطم سے کہا خدا کی قسم اگر تمہارا باپ معطم بن عدی آج زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے کہتا کہ قریش کے اِن سارے قیدیوں کو چھوڑ دو تو میں اِن تمام کو رہا کر دیتا۔ بعد میں جبیر ابن معطم کو ایمان کو دولت حاصل ہو گئی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ابولہب، دیدہ عبرت

ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا اور نہایت ہی بد بخت انسان تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے مال و دولت اور بیٹوں کی نعمت سے نواز رکھا تھا جس کی وجہ سے نخوت و تکبر کا شکار ہو گیا تھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا اعلان کیا تو وہ آپ ﷺ کا دشمن بن گیا اور حق سے انکار پہ ڈٹ گیا۔ جس طرح ابولہب ایک ذلیل شخص تھا اُسی طرح اُس کی بیوی بھی ایک بری عورت تھی جو رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں نہایت سرگرم تھی۔ قرآن حکیم میں اِن دونوں بد بخت میاں بیوی کو اللہ کے عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ غزوہ بدر میں جب قریش کو بد ترین شکست ہوئی اور قریش کے تقریباً تمام ہی ذلیل انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا دیا تو ابولہب ششدر رہ گیا۔ بعض مورخین نے لکھا کہ قریش کی یہ ہزیمت ہی اُس کی موت کی وجہ بنی۔

ابولہب کی موت کے بارے میں امام حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ!

ابولہب جنگ بدر میں قریش کی ہزیمت کے بعد سات دن بھی زندہ نہ رہا تھا اُسے طاعون ہو گیا اور وہ ذلت کی موت مر گیا۔

ابولہب کا شمار نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں ہوتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کی موت کو لوگوں کے لیے وجہ عبرت بنا دیا تھا۔ عرب طاعون کی گلٹی سے بہت ڈرتے تھے اور یہ ایک متعدی بیماری تھی اس لیے جب ابولہب مر گیا تو کوئی اس کی لاش کے قریب نہ جاتا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

تین دن تک ابولہب کی لاش اُس کے گھر میں پڑی رہی اور کوئی اس کے قریب نہ جاتا تھا حتیٰ کہ اُس کے وہ بیٹے جن پہ ابولہب فخر کیا کرتا تھا وہ بھی اپنے باپ کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔ابولہب کی لاش سے اٹھتی بدبو نے جب اہل مکہ کو پریشان کیا تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو لعن طعن کی اور انھوں نے چند بھنگیوں کو کچھ مال دیا جنھوں نے لکڑی کے ٹکڑوں سے ابولہب کی لاش کو گھسیٹا اور اسے آبادی کے باہر کھودے گئے ایک گڑھے میں ڈال کے اُس کے اوپر پتھر ڈال دیئے۔

امیہ بن ابی صلت کا انتقال

امیہ بن ابی الصلت کا شمار قریش کے صاحب دانش اور نہایت عمدہ شعرا میں ہوتا تھا۔امیہ بن ابی الصلت کا انتقال بھی دو ہجری میں ہوا۔لوگ اُس کی حکمت و دانش سے آگاہ تھے اور اُس کی نصیحتوں پر عمل کرتے تھے۔اُس کے بہت سے اقوال اور بہت سی عمدہ باتوں کا عرب میں چرچا تھا۔اُس نے بہت سی کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ جن بتوں کی پرستش عرب کرتے ہیں وہ بے بس ہیں اور انسان کو نہ تو کوئی فائدہ پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ نقصان۔اس لیے عہد جاہلیت میں بھی وہ بت پرستی سے گریزاں تھا۔نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی اُس نے مذہب نصرانیت اختیار کر لیا تھا اور راہب بن گیا تھا مگر جب اُس نے بنی اسرائیل کی کتابوں میں پڑھا کہ عربوں میں ایک نبی اترنے والا ہے تو اُس نے خیال کیا کہ نبوت اسی پہ اتاری جائے گی تاہم جب نبی اکرم ﷺ کو اس منصب ارفع سے نواز دیا گیا تو وہ حسد میں جل بھن گیا اور رسول اللہ ﷺ کے دین سے انکار کر دیا۔نبی اکرم ﷺ کو اُس کے اشعار بہت پسند تھے اس لیے کہ اُس کے اشعار میں سے اللہ کی واحدنیت کی خوشبو آیا کرتی تھی ایک بار آپ ﷺ اپنے ایک صحابی کے ساتھ اونٹنی پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے اپنے ساتھی سے پوچھا کیا تمہیں امیہ کے کچھ اشعار یاد ہیں تو اُس نے کہا بہت۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔مجھے اُسے کے کچھ

اشعار سناؤ۔اُس صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو امیہ کے اشعار سنائے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اُس کے مزید اشعار سناؤ۔جب میں نے امیہ کے اور شعر پڑھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امیہ کے اور شعر سناؤ تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو امیہ کے سو کے قریب اشعار سنائے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اُس کے اشعار میں ایمان ہے مگر اُس کے دل میں کفر تھا ۔کسی اور موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اُس کے بارے میں فرمایا کہ امیہ اسلام لاتے لاتے رہ گیا۔ بعثت سے قبل جب یمن کے حاکم ابرہہ نے مکہ میں بیت اللہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے نشان عبرت بنا دیا تو اس موقع پر امیہ نے جو اشعار کہے وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ واقعی ہی صاحب دانش تھا اور توحید کے بہت قریب تھا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ہدایت نصیب نہ فرمائی۔

امیہ کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

اِنَّ اٰیَاتِ رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ

لَا یُمَارِیْ فِیْهِنَّ اِلَّا الْکَفُوْرُ

ہمارے پروردگار کی نشانیاں چمک رہی ہیں جن پہ سخت منکر کے علاوہ کوئی شک نہیں کرتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

خَلَقَ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ فَکُلٌّ

مُسْتَبِیْنٌ حِسَابُهُ مَقْدُوْرُ

اُس نے رات اور دن کو پیدا کیا۔اُن میں سے ہر ایک زبان حال سے ظاہر کر رہا ہے کہ اس کا اندازہ مقرر ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ثُمَّ يَجْدُوْ النَّهَارَرَبٌّ رَّحِيْمٌ
بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُوْرٌ

پھر نہایت مہربان رب تعالیٰ نے دن کو سورج کے ساتھ روشن فرمایا جس کی کرنیں بکھری ہوئی ہیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

حَبَسَ الْفِيْلَ بِالْمُغَمَّسِ حَتّٰى
ظَلَّ يَحْبُوْ كَاَنَّهٗ مَعْقُوْرٌ

اُس نے مغمس میں ہاتھی کو روک لیا۔حتیٰ کہ وہ رینگنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں

❂❂❂❂❂❂❂❂

لَازِمًا حُلْقَهُ الْجِرَانَ كَمَا قُطِّرَ
مِنْ صَخْرٍ كَبْكَبٍ مَحْدُوْرٌ

اس کی گردن کے حلقہ کو زمین کے ساتھ اس طرح لگا دیا گیا کہ جیسے کوہ کبکب کی چٹان کو زمین پر پھینک دیا گیا ہو۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

كُلُّ دِيْنٍ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ
عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا دِيْنَ الْحَنِيْفَةِ بُوْرٌ

دین حنیف (دین ابراہیم) کے سوا تمام دین روز قیامت تباہ ہو جائیں گے۔[47*]

۲ہجری میں پیدا ہوئے

یہاں ہم کچھ ایسے اصحاب کا ذکر کریں گے جو دو ہجری میں پیدا ہوئے۔اس ضمن میں سب سے پہلے حضرت ثابت بن ضحاکؓ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ضحاکؓ کا تعلق بنوخزرج سے تھا اور وہ بنواشہل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ثابت بن ضحاکؓ آٹھ سال کے بچے تھے۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

سنہ۲ہجری میں ہی حضرت عمر بن ابوسلمہؓ کی ولادت ہوئی۔ابوسلمہؓ کی ہجرت کے واقعات تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔اُن کی والدہ حضرت سلمیٰؓ کو بعد میں اُم المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔اس طرح حضرت عمر بن ابوسلمہ کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں کھیلنے کا اعزاز حاصل ہوا اور آپ ﷺ کے گھر میں پلنے بڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

۲ہجری میں ہی حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی بہن کے گھر حضرت مسور بن مخرمہؓ پیدا ہوئے

۔حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی بہن مکہ میں ہی مقیم تھیں جب حضرت مسورؓ کی ولادت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت مسور بن مخرمہؓ آٹھ سال کے تھے۔جب وہ جوان ہوئے تو مدینہ میں اُن کے علم وفضل کے چرچے تھے۔فتح مکہ کے بعد اُن کے والدین رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے مدینہ چلے آئے تھے جس کے بعد وہ مدینہ میں ہی رہے۔یزید کے عہد میں جب اسلامی تاریخ کے سیاہ اوراق مدوّن کیے جارہے تھے تب انھوں نے حضرت زبیرؓ کا ساتھ دیا اور مکہ میں محصور ہوگئے۔یزید کی افواج نے جب مکہ مکرمہ کا گھیراؤ کیا اور بیت اللہ پر منجنیقوں سے بمباری کی تو اسی سنگ باری میں طواف کرتے ہوئے ایک پتھر حضرت مسور بن مخرمہؓ کے سر پہ لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہوگئے۔شہادت کے وقت اُن کی عمر باسٹھ تریسٹھ سال تھی۔لوگ اُن کو اُن کے علم وفضل کی وجہ سے یاد کرتے ہیں۔اُن کی ماں کے نام بارے میں مورخین میں اختلاف ہے کسی نے عاتکہ لکھا ہے تو کسی نے شفا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت سائب بن یزید کندیؓ بھی سنہ ۲ ہجری ہی پیدا ہوئے۔حضرت سائبؓ کو لوگ اُن کے اصل نام کے بجائے "ابن اُخت نمیر" کے نام سے جانتے تھے۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ حجۃ الواع کے موقع پر وہ اپنے باپ کے ساتھ حج میں شامل ہوئے تھے تب اُن کی عمر سات سال اور کچھ ماہ تھی۔بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت سائب بن یزیدؓ ۳ ہجری کو پیدا ہوئے ۔واللہ اعلم

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اسی طرح مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ قریشی اموی کے بارے میں پتا چلا ہے کہ وہ بھی دو ہجری کو پیدا ہوئے۔اسلامی تاریخ مروان کو ایک ظالم حکمران کے طور پہ پیش کرتی ہے۔

حضرت علیؓ شادی

نبی اکرم ﷺ کو اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے بھی نوازا تھا مگر آپ کے بیٹے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چار بیٹیوں سے نوازا تھا جن میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں اُن کی شادی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی بہن خولہؓ بنت خویلد کے بیٹے حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ سے ہوئی تھی۔تب آپ ﷺ پہ ابھی نبوت نہ اتری تھی۔نبی اکرم ﷺ نے اپنی دوسری دو بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کی منگنی اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں سے کی ہوئی تھی جن کے نام عتبہ اور عتیبہ تھے۔حضرت فاطمہؓ جن کو نبی اکرم ﷺ نے خاتونِ جنت کہا ہے وہ تب پیدا ہوئیں جب اہل مکہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے یعنی نبوت سے تقریباً پانچ سال پہلے۔حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت ابوالعاصؓ نے غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کیا تھا وہ بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔نبی اکرم ﷺ نے انھیں بغیر کسی فدیے کے رہا کر دیا تھا۔

امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاصؓ کے ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔اُن کی بیٹی امامہ سے نبی اکرم ﷺ بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ!

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو کسی نے ایک خوبصورت ہار ہدیہ کیا جس میں لکڑی کے منکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ ہار اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

میں یہ ہار اُس کو دوں گا جس سے مجھے سب سے زیادہ محبت ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ تب نبی اکرم ﷺ کی دوسری بیویاں کہنے لگیں کہ تب تو یہ ہار ضرور ابو قحافہ کی بیٹی کو ملے گا۔ پھر میں کئی دن تک اُس ہار کا انتظار ہی کرتی رہی حتیٰ کہ میں نے وہ ہار حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ کے گلے میں دیکھا۔

امامہ ہر وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا کرتیں تھیں۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں جب دور دراز سے عربوں کے وفود آ کر نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا کرتے تب بھی امامہ آنحضرت محمد ﷺ کی گود میں کھیلا کرتیں۔

حضرت زینبؓ کے بیٹے کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ اگرچہ امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں اترے تو آپ کے اونٹ پہ آپ کے ساتھ حضرت زینبؓ کے بیٹے سوار تھے۔ حضرت زینبؓ سے چھوٹی حضرت رقیہؓ تھیں اور حضرت رقیہؓ سے چھوٹی حضرت ام کلثومؓ تھیں اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اِن دونوں بیٹیوں کی منگنی اپنے چچا کے گھر ہوئی تھی۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ کے چچا ابولہب کا شمار آپ کے بدترین دشمنوں میں ہونے لگا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں حد سے گزر گیا۔ اُس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بیٹیوں سے الگ ہو جائیں۔ یعنی منگنی توڑ دیں اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔

اور یہ سب سے بڑا دکھ تھا جو اس نے نبی اکرم ﷺ کو پہنچایا۔

غزوہ بدر کے بعد ابولہب بدترین اور عبرتناک موت کا شکار ہوا اس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔ تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ بن عفان سے کر دی۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ جب غزوہ بدر جاری تھا تب حضرت رقیہؓ نے وفات پائی۔ صحابہ نے روایت کیا ہے کہ

ہم کو غزوہ بدر کی عظیم الشان فتح کی خبر اس وقت ملی جب ہم حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے اُن کی قبر پہ مٹی ڈال رہے تھے۔ بعض نے یہ کہا کہ ہم انھیں دفن کر کے واپس آ رہے تھے تب ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ مسلمانوں کو اللہ نے بڑی فتح عطا فرمائی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے ۳ ہجری میں اپنی دوسری بیٹی حضرت اُم کلثومؓ کو حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت فاطمہؓ نبی اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں جن سے نبی اکرم ﷺ بے انتہا محبت کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی شادی اپنے چچا کے بیٹے حضرت علیؓ ابن طالب سے کی اور حضرت فاطمہؓ کی طرح نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔

امام حلبیؒ نے سیرت حلبیہؒ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح ماہ رمضان ۲ ہجری میں ہوا اور رخصتی سات ماہ بعد ہوئی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

شادی کے وقت حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال اور حضرت فاطمہؓ کی عمر بیس سال تھی۔ [48*]

امام حلبیؒ حضرت فاطمہؓ سیّدۃ النساء کی شادی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ فاروق مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔

باتوں باتوں میں سیدہ فاطمہؓ کے رشتے کی بات چلی۔

حضرت سعد بن معاذؓ بھی اُن کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

حضرت فاطمہؓ کے لیے بہت سے شرفاء نے نبی اکرم ﷺ سے کہا مگر آپ ﷺ خاموش ہی رہے۔ اُس محفل میں صحابہ نے غور کیا کہ ابھی تک حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے فاطمہؓ کا رشتہ نہیں مانگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا:

شاید وہ اپنی غربت کی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

اس سلسلے میں ہم اُن کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ مسجد سے نکلے اور حضرت علیؓ کو تلاش کرنے لگے۔ انھوں نے جب حضرت علیؓ کو کہیں نہ پایا تو صحابہ سے پوچھا کہ کسی نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔

تب انھیں کسی صحابی نے بتایا کہ حضرت علیؓ فلاں انصاری کے باغ کو سیراب کر رہے ہیں وہ اپنی اونٹنی پہ پانی لاتے ہیں اور باغ کے پودوں کو سیراب کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اُس انصاری کے باغ میں جا پہنچے اور وہاں بیٹھ کر حضرت علیؓ کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اپنا منتظر پا کر حیران ہوئے۔

پھر وہ اِن دو اصحاب سے ملے۔

تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کیا اور فرمایا:

اے ابوالحسن! آپ آنحضرت محمد ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ کیوں نہیں مانگتے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

وجہ آپ کے سامنے ہے کہ میں تہی دست ہوں ورنہ میری خواہش تو وہی ہے جس کا آپ نے مجھے مشورہ دیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

آپ جانتے ہیں کہ دنیا کے مال و متاع کو نبی اکرم ﷺ زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ آپ اللہ کا نام لیں اور نبی اکرم ﷺ سے اپنا مدعا بیان فرمائیں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے اِن لوگوں کی باتوں سے بہت حوصلہ ملا۔ چنانچہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خود کو حضرت فاطمہؓ کے لیے پیش کیا۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میرے پیغام سے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ خوشی پھیل گئی۔

آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

علی تمہارے پاس کچھ موجود ہے جو میں تمھارا نکاح فاطمہؓ سے کردوں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ کے رسول میری حالت مجھ سے بہتر جانتے ہیں میرے پاس ایک تلوار ہے اور ایک اونٹنی ہے اور ایک زرہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تلوار تو مرد کا زیور ہے اور اونٹنی تمھاری سواری ہے باقی رہی زرہ تو اسے بیچ ڈالو تاکہ میں تمھارا نکاح فاطمہؓ سے کرسکوں۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے وہ زرہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کردی مگر جب حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوا کہ میں نے وہ زرہ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے کے لیے فروخت کی ہے تو انھوں نے وہ زرہ مجھے واپس کردی اور کہا میری طرف سے یہی آپ کی شادی کا تحفہ ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی زرہ فروخت کی اور چار سو درہم لا کے رسول اللہ ﷺ کے آگے ڈال دیئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس میں سے کچھ رقم لی اور حضرت بلالؓ کو شادی کے لیے کچھ اشیاء خریدنے کے لیے بھیجا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کردیا نبی اکرم ﷺ نے نکاح کا خطبہ خود پڑھا۔

خطبے کا متن یہ ہے!

”اس خدائے پاک کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے اعتبار سے تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔ اپنی قدرت کے اعتبار سے عبادت کیے جانے کا مستحق ہے اور جس نے اپنی قدرت سے مخلوق عالم کو پیدا فرمایا اور اپنی حکمتوں سے مخلوق کو ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا ہے پھر حق تعالیٰ نے شادی بیاہ کو نسب اور سسرالی رشتے داریوں کا ذریعہ بنایا ہے

پس تیرے رب کو ہر بات کی قدرت حاصل ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ بنت محمد ﷺ کا نکاح علیؓ ابن طالب سے چار سو مشقال چاندی کے مہر پہ کر دوں اور میں نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دیا ہے لوگو تم اس بات کے گواہ ہو''۔[*49]

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے چھواروں کا ایک تھال منگایا اور اسے اپنے سامنے رکھا اور لوگ اس تھال سے سوکھی کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت علیؓ نے اُس روز کے واقعات کو روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میرا نکاح حضرت فاطمہؓ سے کر دیا تھا۔ اس کے بعد اُم ایمنؓ حضرت فاطمہؓ کو لے کر کمرے میں آئیں اور حضرت فاطمہؓ کو ایک طرف بٹھا دیا۔
پھر نبی اکرم ﷺ خود تشریف لائے اور اپنی بیٹی سے کہا:
فاطمہؓ مجھے پانی دو۔
اُم ایمنؓ کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اٹھیں اور اپنی شادی کے کپڑوں میں لڑکھڑاتی ہوئی اٹھیں۔
یوں بھی کہا گیا کہ فطری شرم وحیا کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ سے اٹھا نہیں جا رہا تھا اس لیے وہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھیں اور نبی اکرم ﷺ کو پانی کا پیالہ پیش کیا۔
نبی اکرم ﷺ نے اُس پیالے میں سے کچھ پانی پیا اور باقی پانی حضرت فاطمہؓ کے اوپر چھڑکا اس کے بعد دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُ ھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

''اے اللہ! میں فاطمہؓ اور اس کی اولاد کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں اور اِن کے لیے شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت علیؓ نے ساری زندگی مال ومتاع کا لالچ نہ کیا اور نہ کبھی مال جمع کیا جس کی وجہ سے اُن کی زندگی فکر وفاقہ سے پُر تھی۔ مگر حضرت فاطمہؓ نے کبھی اس کی شکایت نہ کی۔ اگر چہ حضرت علی ؓ کو اس بات کا احساس ضرور تھا کہ وہ دو جہانوں کے سردار کی بیٹی ہے جس کے ہاتھوں میں چکی چلانے سے چھالے پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے ایک بار جب نبی اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں اور غلام آئے تو حضرت علیؓ نے اپنی بیوی فاطمہؓ سے کہا، جو اس وقت چکی میں آٹا پیس رہی تھیں کہ اگر آج تم نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ تو شاید وہ تمہیں غلام یا لونڈی عطا فرما دیں تا کہ تمہیں اس اذیت سے نجات مل جائے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ اپنے باپ حضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور اپنا مدعا بیان کیا۔ مگر شاید حضرت فاطمہؓ نہیں جانتی تھیں کہ اُن کے باپ کو تو عدل کا شاہد بنایا گیا ہے اور اُن کو تو سارے جہاں پہ رحم کرنے والا بنا کے بھیجا گیا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

''بخدا! میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا کہ یہ ممکن نہیں کہ میں تمہیں دوں اور اہل صفہ کو نظر انداز کر دوں جب کہ اُن کے پیٹ فاقوں کی شدت سے سکڑ کے رہ گئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں اِن پہ خرچ کروں۔ اس لیے وہ لونڈیاں اور غلام جو غنیمت میں مجھے حاصل ہوئے ہیں اُن سے ملنے والا مال صرف اصحابِ صفہ کا حق ہے۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا! کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کو تم نے طلب کیا ہے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا! ضرور یا رسول اللہ کیوں نہیں۔ اس پہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا! ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد وللہ، دس دفعہ اللہ واکبر پڑھ لیا کرو یہ وظیفہ تمہیں کفایت کرے گا''۔[*50]

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور نبی اکرمﷺ کو اپنی بیٹی فاطمہؓ سے بے حد محبت تھی۔ایک روز حضرت فاطمہؓ میرے گھر تشریف لائیں اور اُن کی چال نبی اکرمﷺ کی چال سے ازحد مشابہ تھی نبی اکرمﷺ نے انھیں دیکھا تو انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا:

اے میری لختِ جگر! خوش آمدید

پھر آپﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اپنے دائیں پہلو کی طرف بٹھایا اور اُن کے کان میں کچھ سر گوشی کی۔

اور حضرت فاطمہؓ رونے لگیں۔

معماً بعد نبی اکرمﷺ نے اُن کے کان میں ایک اور سرگوشی کی اور حضرت فاطمہؓ مسکرانے لگیں۔

میں نے فرحت اور غم کو اتنا قریب قریب کبھی نہ دیکھا تھا۔

کچھ عرصہ بعد میں نے فاطمہؓ سے اُس روز رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا!

میں رسول اللہﷺ کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔اس بات کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہﷺ نے وفات پائی۔نبی اکرمﷺ کے وصال کے بعد میں نے پھر فاطمہؓ سے پوچھا کہ اُس روز نبی اکرمﷺ نے آپ سے کیا کہا تھا کہ آپ پہلے رونے لگی تھی اور بعد میں مسکرانے لگی تھیں۔

اب کی بار فاطمہؓ نے انکار نہ کیا اور مجھ سے کہا جب نبی اکرمﷺ نے مجھے بتایا کہ میری زندگی بس اب پوری ہونے کو ہے تب میں رونے لگی اور جب نبی اکرمﷺ نے مجھے یہ بتایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں سارے جہان کی عورتوں کا سردار بنایا ہے تو میں مسکرانے لگی۔[51*]

۲ ہجری میں ایمان لائے

یہاں کچھ اُن خوش بختوں کا تذکرہ مقصود ہے جنھوں نے دو ہجری میں اسلام قبول کیا۔اس ضمن میں سب سے پہلے حضرت عباسؓ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے بارے میں بہت سی متضاد روایات موجود ہیں۔اِن تمام روایات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دراصل تو حضرت عباسؓ نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا اعلان کیا تھا۔مگر انھوں نے اس کا اظہار دو ہجری میں اُس وقت کیا جب میدان بدر میں اُن کی گرفتاری عمل میں آئی۔حضرت عباسؓ دراصل رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہی شہر مکہ میں مقیم تھے اور اہل قریش کی ہر سرگرمی پہ نگاہ رکھے ہوئے تھے۔حتیٰ کہ آپ اُس وقت تک مکہ ہی میں مقیم تھے جب نبی اکرم ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے نکلے تب انھوں نے ہجرت کی اور راستے میں اسلامی لشکر سے جا ملے۔بعض لوگوں نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ غزوہ بدر تک حضرت عباسؓ اپنے آبائی دین پہ ہی تھے تو اِس میں کوئی حقیقت نہیں اس لیے کہ روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں جسے ہم نے بیان کیا ہے۔

ازاں بعد بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابورافع نے بھی دو ہجری میں اسلام قبول کیا تھا۔ یہ قبطی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ ابورافع دراصل تو حضرت عباس ابن مطلبؓ یعنی رسول اللہ ﷺ کے چچا کے غلام تھے مگر انھوں نے اپنے اس غلام کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا تھا۔ ابورافع کو بہت سے علماء نے اسلم بھی لکھا ہے۔ ابورافع کی بیوی دایہ کا کام کرتی تھیں اور اُن کا نام سلمٰی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب بہت سال بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے نوازا تو تب بھی دایہ کے فرائض ابورافع کی بیوی سلمٰی نے ادا کیے تھے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ خاتون جنت کے بچوں کی پیدائش کے وقت بھی حضرت سلمٰی ہی حضرت فاطمہ کے پاس تھیں۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت ابودرداء نے بھی دو ہجری کو اسلام قبول کیا۔ وہ انصارِ مدینہ کے اہم آدمی تھے۔ بیان کیا گیا کہ غزوہ بدر کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اُن کا اصل نام عویمر تھا۔ اُن کا باپ کون تھا اس بارے میں مورخین متفرق ہیں کسی نے کہا کہ اُن کے باپ کا نام عامر ہے، کسی نے کہا مالک ہے، کسی نے کہا ثعلبہ ہے۔ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اُن کے باپ کا نام کیا تھا۔ حضرت ابو درداء اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے، عالم تھے، اور اس سے قبل وہ اہل مدینہ کے سب سے بڑے حکیم تھے۔ اُن کے علاج سے لوگ بڑے سے بڑے امراض سے نجات پا جاتے تھے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عویمر میری امت کا حکیم ہے۔ ایک بار عویمر نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عویمر انصار میں سے ہر زیرک آدمی شاعر ہے آپ شعر کیوں نہیں کہتے تو حضرت عویمر نے جواب دیا بخدا میں بہت عمدہ شعر کہتا ہوں بس انھیں لوگوں سے بیان نہیں کرتا۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا ہمیں بھی اپنے اشعار نہ سناؤ گے تو حضرت عویمر نے کہا میری کیا مجال کہ میں آپ کی فرمائش رد کروں چنانچہ اس موقع پر حضرت عویمر نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے یہ اشعار سنائے جن کی نبی اکرم ﷺ نے

خوب تعریف کی۔

يُرِيْدُ الْمَرْءُ اَنْ يُؤْتٰى مَنَاهُ

وَ يَأبَى اللّٰهُ اِلَّا مَا اَرَادَا

ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ میری آرزوئیں پوری ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے علاوہ باقی پوری نہیں ہونے دیتا۔

يَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدَتِىْ وَ مَالِىْ

وَتَقْوَى اللّٰهِ اَفْضَلُ مَا اسْتَفَادَا

آدمی کہتا ہے کہ میرے مال میں اضافہ ہو مجھے فائدہ پہنچے حالانکہ اللہ کا ڈر تمام مفید چیزوں سے افضل ہے۔[52*]

بیان کیا گیا کہ حضرت ابودرداء نے 32 ہجری میں وفات پائی، وہ خلافت عثمانی میں کسی اہم عہدے پہ فائز تھے اور دمشق میں تھے جب انھوں نے وفات پائی اور یہ واقدی کا قول ہے۔

ولید بن مغیرہ کے بیٹے ولید ابن ولید نے بھی دو ہجری میں اسلام قبول کیا۔ اسیران بدر کے ضمن میں اس سلسلے کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ ولید حضرت خالد بن ولید کا بھائی تھا۔ اُن کا باپ مغیرہ

جس کا تعلق بنومخزوم سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا۔ ولید اہل قریش کی طرف سے جنگ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آیا تھا مگر مدینہ میں چند دن قید رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل کو روشن کر دیا تھا۔ چنانچہ اُن کے بھائی مکہ سے آئے اور اُن کا فدیہ ادا کیا اور انھیں رہائی دلائی۔ تاہم مکہ پہنچ کر حضرت ولید نے اپنے بھائیوں کو بتایا کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تب اُن کے بھائیوں نے انھیں قید کر دیا تا کہ کہیں وہ مدینہ نہ بھاگ جائیں ۔ ولید ابن ولید کا ارادہ بھی یہی تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ بنومخزوم نے حضرت ولید ابن ولید کو قید کر لیا ہے تو آپ ﷺ دعائے قنوت پڑھنے لگے اور اللہ سے دُعا کی اے اللہ بنومضر کے کافروں کو سزا دے جنھوں نے کمزور مسلمانوں کو محصور کر رکھا ہے۔ یاد رہے کہ عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور ولید ابن ولید کافروں کی قید میں تھا اگرچہ تھوڑے عرصے بعد ہی نبی اکرم ﷺ کے حکم سے صحابی مدینہ سے آئے اور اہل مکہ سے چھپ چھپا کے انھیں رہا کرا کے لے گئے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت خبیب بن اساف ؓ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے انھوں نے بھی دو ہجری میں اسلام قبول کیا تھا۔ اُن کا تعلق بنوخزرج سے تھا۔ جنگ بدر کے لیے جب مسلمان مدینہ سے روانہ ہوئے تو خبیب بن اساف بھی اُن کے ساتھ تھا مگر وہ اپنے آبائی دین پہ تھا۔ بنوخزرج کے صحابہ اس بات سے خوش تھے کہ اُن کے ساتھ اساف جیسا شہ سوار ہے جسے عرب سو سواروں پہ بھاری قرار دیتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اُسے لشکر اسلام میں شامل ہونے سے روک دیا۔ جنگ شروع ہونے سے تھوڑی دیر قبل جب رسول اللہ ﷺ نے اُسے دیکھا تو آپ نے فرمایا میں پہلے تم سے کہہ چکا ہوں کہ ہمیں کافروں کی معاونت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تب حضرت اساف نے اس بات کی گواہی دی کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں۔تب نبی اکرم ﷺ نے انھیں جنگ میں شامل ہونے کی اجازت فرما دی۔انھوں نے خوب دادِ شجاعت دی۔جنگ کے دوران ہی ایک شدید چوٹ کے باعث اُن کے جسم میں کجی آ گئی جس کی وجہ سے وہ معذور ہو گئے۔تاہم نبی اکرم ﷺ نے اُن کے جسم پہ ہاتھ پھیرا اور اُن سے کہا جاؤ جنگ کرو اور وہ ٹھیک ہو گئے اور پھر سے جنگ میں شامل ہو گئے۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امیہ بن خلف کو حضرت خبیب بن اساف نے ہی قتل کیا تھا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

جنگ بدر کے بعد ہی عمیر بن وہب جمحیؓ نے اسلام قبول کیا۔مکہ سے وہ ایک بد ارادہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔تاہم جب نبی اکرم ﷺ نے اُسے بتایا کہ مجھے میرے اللہ نے اُن سب باتوں سے آگاہ فرما دیا ہے جو تو نے حرم پاک میں بیٹھ کر صفوان بن امیہ سے کی تھیں۔تب عمیر بن وہب کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور اُس نے جانا کہ اب اُسے قتل کر دیا جائے گا۔اگر رسول اللہ ﷺ اُسے قتل کرا دیتے تو اِس میں کوئی عجیب بات بھی نہ تھی اس لیے کہ وہ خود بھی تو مکہ سے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ ہی سے روانہ ہوا تھا۔تاہم رسول اللہ ﷺ کی منشا تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔چنانچہ اپنے سامنے بیٹھے کانپتے ہوئے عمیر بن وہب سے کہا جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا اور صفوان سے جا کر کہہ دینا کہ وہ اس بات پہ قادر نہیں جس کی وہ خواہش رکھتا ہے۔مگر عمیر بن وہب کے دل میں اب روشنی ہو چکی تھی اس لیے اُسے کسی صفوان کی اب کوئی پرواہ نہ تھی۔چنانچہ اُس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے اپنی غلامی میں لے لیں تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی کو لے جاؤ اور اسے قرآن پڑھاؤ۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

دو ہجری میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عبدالرحمان عوفؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے ایک

بازار میں دیکھا تو آپ ﷺ سے دریافت کیا آپ ﷺ بازار میں کیوں تشریف لائے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا گھر کے کام سے تو حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کے ساتھ ایک نہایت تنو مند حبشی غلام تھا جس کا نام شقران تھا۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ آج سے یہ غلام آپ کا ہے یہ آپ کے چھوٹے موٹے کام کیا کرے گا۔یوں شقران رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے وصال تک آپ کے ہمراہ رہا وہ اِن خوش قسمت لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو غسل دیا۔

ان شب و روز کا کیا ہی کہنا جب قرآن اتر رہا تھا دین کی تکمیل ہو رہی تھی، رسول اللہ ﷺ فلاح بانٹ رہے تھے اور مشتاقان دید اللہ کے رسول کے ہر حکم کی پیروی کے آخری حد تک شائق تھے۔

۲ ہجری بمطابق ـــ جولائی 623ء ـــ جون 624ء

2 ہجری، احکام وقوانین

خالق کے انکاری بعض لوگوں کی زبان سے میں نے سنا کہ مذہب تو ہم پرستی اور رسم و رواج کے مجموعے کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکار کرنے والے یہ لوگ تاریخ کے ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ تاہم آج کے عصر میں اُن کی ایک مہیب تعداد خطہ ارض پہ موجود ہے۔ چین و جاپان سے لے کر کیوبا اور تھائی لینڈ تک، روس سے لے کر رہوڈیشیا تک خالق کے انکار کرنے والوں کا ایک ہجوم ہے جو زندگی کو بغیر کسی اخلاقی جواز کے گزارنا چاہتے ہیں اور گزار رہے ہیں۔ اتفاق سے یا زمانے کی کروٹ سے انھیں خدا پرستوں کے مقابل کچھ بہتر مالی وسائل بھی دستیاب ہو گئے جس کی وجہ سے اُن کی زندگیوں میں آسانی در آئی تو انھوں نے خیال کیا کہ وہ طرز زیست جیسے انھوں نے اپنایا ہوا ہے وہی سب سے بہتر طریق زندگی ہے۔ چنانچہ اس نظم کائنات میں انھوں نے اپنی زندگیوں کو تمام تر روحانی اور اخلاقی قدروں سے آزاد تصور کیا اور مذہب پسندوں پہ تنقید کی اور انھیں رجعت پسند اور جاہل قرار دیا۔ خالق کا انکار کرنے والوں کو یہ جرأت اس لیے ہوئی کہ خطہ ارض پہ انسانوں کی ایک

کثیر تعداد ایسی بھی آباد ہے جو خود کو مذہب پسند کہتے ہیں بلکہ خود کو الہامی دین کا پیروکار بتاتے ہیں مگر عملاً اُن کی زندگی اور خالق کا انکار کرنے والوں کی زندگی میں بالشت بھر کا فاصلہ بھی نہیں ہے۔ پورا یورپ انگلینڈ اور امریکہ اس کی مثالیں ہیں۔ جہاں کے عام شہری کو سودی کاروبار شراب اور عورت کے حصول کے علاوہ کسی چیز کی ہوس نہیں اس لیے کہ اُن کی زندگی ختم ہونے تک اُن کی یہ ہوس اُن کے ساتھ ہی رہتی ہے اس لیے خود کو دین مسیح کا پیروکار بتانے کے باوجود اُن کے کردار و عمل میں کسی تہذیب، شائستگی یا اخلاقی رفعت کا کوئی عکس نہیں پایا جاتا۔

چنانچہ قرآن حکیم میں کس قدر حق بات کی گئی کہ یہ سارے لوگ ایک ہی گروہ سے ہیں جن سے کسی اچھائی کی توقع نہیں۔ الحمدو للہ دین اسلام کے پیروکار میں نہ صرف اخلاقی جرأت موجود ہوتی ہے بلکہ اُس کی زندگی میں کردار و عمل کا وہ مضبوط عکس بھی پایا جاتا ہے جو فی نفسہٖ مطلوب ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ وابستگی ہے مسلمان ہمیشہ اپنی اخلاقی اقدار سے وابستہ رہا ہے اور اُس کی اخلاقی اقدار کا تعین وحی کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے کردار کو دیکھ کے حیرت ہوتی ہے کہ پندرہ سو سال گزر گئے مگر اُن کے اخلاقی زوال کی داستان میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا یہودی ہو یا آج اکیسویں صدی کا یہودی ہو جل، بد نیتی، انکار، ضد، ہٹ دھرمی، بزدلی، خیانت اور حق کے خلاف سازش میں اسی طرح سرگرم نظر آئے گا جس طرح کہ شہر مدینہ کا کوئی یہودی ہو۔ اُن لوگوں پر خدا کی لعنت ہو جنھوں نے اُس کے وجود سے انکار کیا اور اُن لوگوں پر بھی خدا کی لعنت ہو جنھوں نے کہا کہ ہم ایک الہامی دین کے پیرو ہیں مگر دن رات شراب و زنا میں مصروف رہتے ہیں۔

آیئے دو ہجری میں نازل ہونے والے احکام و قوانین پہ ایک نگاہ ڈالیں اور اپنے ایمان کو پختہ کریں تا کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

❐❐❐

تحویل قبلہ

مورخین نے بیان کیا ہے کہ تحویل قبلہ کے حکم پہ یہودی اکٹھے ہوکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ اپنے پہلے قبلے پہ واپس آ جائیں تو ہم سب اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بتا دیا کہ اُن کے دل میں بغض ہے اور یہ کبھی اسلام قبول کرنے والے نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے دل میں یہ خواہش تو ایک مدت سے موجود تھی کہ وہ اُس گھر کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں جو اُن کے آباء نے تعمیر کیا تھا اور وہی واحد مقام تھا جو لوگوں کو مرکزیت فراہم کرسکتا تھا۔ بیان کیا گیا ہے جب مسلمانوں نے مدینہ میں کسی حد تک اپنے قدم جما لیے تو یہودی اپنے حسد اور بغض کی بنا پہ مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔ کیونکہ وہ قوم بنی اسرائیل سے الگ ہوکر دین اسلام کو قبول کرنے پہ تیار نہ ہوئے تھے۔ اس لیے اُن کی دشمنی اور بغض ایک فطری سی بات لگتی ہے اور اس لیے بھی کہ مسلمانوں کے مدینہ آنے سے پہلے وہ خود کو عربوں سے برتر تصور کرتے تھے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ عرب اُن کے طریقہ عبادت اور اُن کے ہاں کتاب الٰہی کی موجودگی کی وجہ سے اُن سے مرعوب تھے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد اور جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح نے یہودیوں کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی اور اس کے بعد تحویل قبلہ کے حکم سے وہ یہ بھی جان گئے تھے کہ مسلمانوں میں ایک الگ ملی تشخص اور برتر قومی شناخت کا شعور بدرجہ اُتم موجود ہے اور تحویل قبلہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ نے اُس روز کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس روز مسلمانوں پہ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم اتارا گیا اُس روز نبی اکرمﷺ اپنے ایک محبوب صحابی بشر بن ورآءؓ کی والدہ سے ملاقات کے لیے اُن کے گھر محلّہ بنی سلیم میں تشریف لے گئے تھے۔

آپﷺ نے دوپہر کا کھانا حضرت بشر بن ورآءؓ کے گھر ہی کھایا۔

اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو نبی اکرمﷺ نے اُن کے ساتھ انھیں کے محلّہ کی ایک مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ جب آپ دو رکعتیں پڑھ چکے تو حضرت جرائیلؑ اللہ کی طرف سے یہ حکم لے کے اترے کہ اب آپ اپنا رخ انور مسجد حرام کی طرف موڑ لیں۔ اور نبی اکرمﷺ بیچ نماز کے ہی شمال سے جنوب کی طرف گھوم گئے۔ صحابہ نے آپﷺ کی پیروی کی اور اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیا۔ حضرت جرائیل علیہ السلام اُس وقت جو آیات لے کر اترے انھیں ہم یہاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے کہ!

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ○

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ آیات-- 144)

ترجمہ؛

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانو) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ کو اس کی طرف"۔

تب سارے مدینہ شہر میں لوگ ابھی اپنے سابقہ قبلے پہ ہی نماز ادا کر رہے تھے جب کچھ صحابہ نے اپنے ساتھیوں کو خبر دی کہ اب قبلہ بدل چکا ہے۔محلّہ بنی حارثہ میں لوگ عصر کی نماز میں مشغول تھے اور حالت رکوع میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے پکار کے کہا![*53] میں اللہ کے نام پہ اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیت اللہ کی طرف منہ کے نماز ادا کی ہے۔تب اُن لوگوں نے حالت رکوع میں ہی اپنا منہ بیت الحرام کی طرف موڑ لیا اسی طرح کی ایک روایت امام بخاریؒ نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے بیان کرتے ہو لکھا ہے،

ہم محلّہ بنی عبداشہل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہو گیا ہے کہ وہ اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیرلیں۔چنانچہ یہ اعلان سنتے ہی امام نے دوران نماز ہی اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرلیا۔

روزہ

روزہ اور نماز ایسی عبادات ہیں جن تذکرہ تمام الہامی مذاہب میں موجود ہے روزہ تو اُن عبادات میں شامل ہے کہ غیر الہامی مذاہب میں بھی اس کا تصور موجود ہے جیسا کہ ہندومت اور بدھ مت وغیرہ۔ ۲ ہجری میں ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے روزے رکھا کریں۔حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ یہ قبلہ تبدیل ہونے سے ایک ماہ بعد کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پہ روزے فرض کیے۔روزے فرض ہونے سے پہلے مسلمانوں کا عام معمول یہ تھا کہ وہ ہر مہینے تین روزے رکھا کرتے تھے اور یہ تین دن وہ ہوتے تھے جنھیں عرب "**ایام ابیض**" کہتے تھے۔یعنی مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرویں تاریخیں۔ چنانچہ ترمذی میں امام رازیؒ نے یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں عاشورہ کے دن قریش کے لوگ عہد جاہلیت کے زمانہ میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ بھی عاشورہ کے دن روز رکھتے تھے تاہم مکی دور میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس کی ترغیب نہ دلائی مگر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے نہ صرف خود عاشورہ کا روزہ رکھا بلکہ اپنے اصحاب کو بھی حکم دیا کہ وہ عاشورے کا روزہ رکھیں۔پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اور لوگ رمضان کے روزے رکھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔اسی طرح حضرت ابن عباسؓ

کی ایک روایت میں عاشورہ کے روزے کے بارے میں کہا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ لوگ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے پوچھا یہ لوگ عاشورہ کا روز کیوں رکھتے ہیں؟

لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دن بہت ہی مقدس دن ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون کی فوجوں پہ غلبہ عطا فرمایا تھا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! سبحان اللہ

ہم اُن سے زیادہ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس دن کا روزہ رکھیں۔

تب آپ ﷺ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور اپنے اصحاب کو بھی حکم دیا کہ وہ اس دن کو روزے کا اہتمام کریں۔

❐❐❐

صدقہ فطر

عید کی نماز بھی اسی سال مشروع ہوئی اور صدقہ فطر عید سے دو روز پہلے فرض ہوا مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ عید سے پہلے لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ نماز سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر دیا کرو۔ اور نبی اکرمﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ نصیحت اس لیے کی تھی تا کہ اُن کے غریب بھی اُن کے امیروں کی طرح عید کی خوشیوں میں شامل ہوں سکیں۔ اسی طرح صدقہ فطر کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کو اپنے مال سے زکواۃ نکالنے کا حکم دے دیا گیا۔

اِن احکام سے اللہ کی مرضی یہ تھی کہ لوگ اپنے مال کی وجہ سے غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور بخل اُن پہ غلبہ نہ پا لے۔ دین اسلام لوگوں کو مال جمع کرنے سے منع نہیں کرتا بلکہ مال سے چمٹ جانے اور لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے سے منع کرتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے مال پہ معاشرے کے اُن لوگوں کا حق تسلیم کرے جو نادار ہیں یا اللہ کی طرف سے اُن کو کم رزق دیا گیا ہے۔ چنانچہ اُن لوگوں پہ جن پہ اللہ نے فضل کیا یہ فرض ادا کیا گیا کہ وہ اِن لوگوں کا خیال رکھیں۔

فدیہ کی وصولی

فدیہ کی وصولی کا حکم بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔جس سے لوگوں پر آسانی کی گئی۔جنگ بدر کے بعد پہلی دفعہ مسلمانوں کو جنگی قیدیوں کے مسئلے سے نمٹنا پڑا۔جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ اس سے مسئلے میں مشاورت کی تو مختلف تجاویز سامنے آئیں ۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کی رائے کو اختیار کیا اور طے ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ لیا جائے۔ازاں بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تصدیق آ گئی۔

ارشاد ہوا کہ:

لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ O

القرآن الحکیم(سورۃ الانفال 68/8)

ترجمہ:

”اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو تم پر فدیہ لینے کی وجہ سے دردناک عذاب نازل ہوتا“۔

نماز میں کلام کی ممانعت

دو ہجری میں ہی نماز کو چار رکعت فرض کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ اس سے قبل نماز ۲ رکعت ہی تھی مگر دو ہجری میں نماز کو چار رکعت کر دیا گیا البتہ مسافر کے لیے نماز دو کعت ہی رہی۔ دو ہجری میں ہی غزوہ بدر سے پہلے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ دوران نماز ایک دوسرے سے باتیں مت کیا کرو۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب ہم نجاشی شاہ حبشہ کے دربار سے لوٹے تو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے اور اس سے قبل ہم نماز میں سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ارقم سے بھی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ ہم نماز میں ایک دوسرے سے بات کر لیا کرتے تھے حتی کہ قرآن حکیم میں یہ آیت اتری جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ نماز میں رب کریم ﷺ سے ساتھ باتیں ہوتی ہیں اس لیے آپس میں بات نہ کیا کرو۔ جس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو نماز میں کلام کرنے سے منع کیا اُس کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہوا:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ O

القرآن الحکیم (سورۃ بقرہ 238/2)

ترجمہ:

”اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ اور خاموش کھڑے رہا کرو“۔

قصاص ودیت

اگرچہ مدینہ میں نبی اکرمﷺ کو جو حالات میسر آئے مورخین نے اُن کو اطمینان بخش قرار دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فریضہ نبوت کبھی بھی کسی بھی لمحے آسان نہیں ہوسکتا۔اس لیے مکہ کی طرح مدینہ میں بھی نبی اکرمﷺ کو بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔اس نوزائیدہ ریاست کی حفاظت کا اہتمام کرنا اس نوزائیدہ ریاست کے لیے آئین کو مرتب کرنا،اس نوزائیدہ ریاست کے خارجی اور داخلی حالات پہ کڑی نگاہ رکھنا۔اس لیے کہ خارجی طور پہ بہت سے عرب قبائل تھے جو مدینہ کے اردگرد بستے تھے جو اپنے کفر میں پختہ تھے وہ اسلام کے خلاف قریش کے معاون بن سکتے تھے۔اور مدینہ کا داخلی منظر اپنے اندر اس سے بھی زیادہ پیچیدگیاں رکھتا تھا۔وہاں منافقین تھے جو مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرتے اِن کی محفلوں میں اسلام اور اللہ کے رسول کی تعریفیں کرتے اور جب وہاں سے اٹھتے اور یہودیوں کی محفل میں بیٹھتے تو اسلام اور رسول اللہﷺ کے خلاف زہر اگلتے۔مگر اِن حالات میں بھی قرآن اتر تا رہا تھا نبی اکرمﷺ قرآن کے احکامات لوگوں تک منتقل کر رہے تھے اور لوگ محبت اور یقین سے احکامات قرآن کی پیروی کر رہے تھے۔

چنانچہ اسی دوران قصاص ودیت کا قانون اتارا گیا جس میں انسانی خون کو ابدی حرمت عطا فرمائی گئی۔

ارشاد ہوا کہ!

”یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ اَخِیْہِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْہِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ رَحْمَۃٌ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ ○

القرآن الحکیم (سورۃ البقرۃ آیات144/2)

ترجمہ؛

”اے ایمان والو!فرض کیا گیا ہے تم پہ قصاص جو ناحق مارے جائیں آزاد کے بدلے آزاد،غلام کے بدلے غلام،عورت کے بدلے عورت۔پس جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی (مقتول کا وارث) کی طرف سے کوئی چیز تو چاہے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث)خون بہا۔دستور کے مطابق اور قاتل کو چاہیے کہ اسے ادا کرے اچھی طرح یہ رعایت تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے تو جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو!تا کہ تم قتل سے پرہیز کرنے لگو“۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اِن آیات سے واضح ہوا کہ!

اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشروں میں استحکام امن کے لیے قانون قصاص نازل فرمایا۔حقیقت یہ ہے

کہ اگر قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے تو معاشرے سے قتل مٹ جاتا ہے۔ جن معاشروں میں قتل و غارت گری عام ہوتی ہے اس کی تہہ میں قانونِ قصاص پہ عمل درآمد نہ ہونا بنیادی وجہ ہے۔ اس لیے کہ قاتل اگر ایک دفعہ بچ جائے تو پھر اُس کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ پھر سے کسی کو قتل کر سکتا ہے اور ہر معاشرے میں ایسے لوگ بہر حال موجود ہوتے ہیں جو حدود و قانون کو توڑنے میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ جب کوئی معاشرہ ایسے لوگوں کو کھلی چھٹی دے دیتا ہے تو اُس معاشرے میں امن کا خواب دیکھنا عبث ہے اس لیے فرمایا گیا کہ قوانینِ قصاص میں معاشرے کے لیے حیات ہے چنانچہ اگر اللہ کی عطا کی ہوئی حدود کو قائم رکھا جائے تو معاشرے جنت کی صورت اختیار کر جاتے ہیں ہر طرف امن و سکون لہریں لیتا ہے اور لوگ امن و آشتی سے بھرپور زندگی گزارتے ہیں۔ مگر افسوس کہ انسان ناشکرا اور جلد باز ہے وہ متکبر ہے اور اللہ کے احکامات سے انکار کرتا ہے اور اس انکار میں مسلمان اور غیر مسلم سب شامل ہیں کیونکہ کفار اور اللہ کی ہدایت سے انکار کرنے والی دیگر اقوام کی طرح مسلمانوں میں بھی بہت سے ہیں جو زبان سے اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور عمل سے اُس کے احکامات کا انکار کرتے ہیں اور اسی لیے قرآن پہ قائم کوئی معاشرہ آج لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں اور نہ ہی اُن برکات اور فیوض کا ظہور ہوتا ہے جو حدود قائم کرنے کے نتیجے میں کسی معاشرے کو حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ ہمیں ہدایت عطا فرمائے! آمین

پردہ

پردے کے احکام بھی اسی دوران نازل فرمائے گئے۔اگر ہم کہتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں۔اس لیے کہ اسلام کے احکامات اس بات کی دلیل ہیں کہ خالق انسان کے فطری داعیات کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔حیا انسان کے اندر فطری طور پہ ودیت کی گئی ہے اور بے حیائی انسان کو منزل سے بہت دور لے جاتی ہے۔قرآن حکیم میں پردے کے متعلق اترنے والی آیات انسان کے اسی فطری داعیہ کو تقویت فراہم کرتی ہیں۔ذرا سے غور کرنے پہ یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ خالق نے انسان کے لیے جو راستہ مقرر کیا ہے اُسی میں اس کے لیے فلاح رکھی ہے۔باقی ہر رستہ منزل سے عاری اور دکھ کا باعث ہے۔اگرچہ تاریخ انسانی کے ہر دور میں انسان نے کسی حد تک پردے کا خیال رکھا ہے اور برہنگی کو شرف انسانیت کے خلاف جانا ہے اور دنیا کے اکثر مذاہب بھی پردے کی تاکید کرتے ہیں اور انسانی شہوات کی حد بندی کی جاتی ہے۔تاہم دیگر مذاہب چاہے وہ الہامی ہوں یا رسمی اس معاملے میں یا تو افراط کا شکار ہوئے ہیں یا تفریط کا۔جیسا کہ ہندو مذہب میں جنسی فعل پہ کوئی خاص قدغن نہیں رکھی گئی۔مگر دوسری طرف عیسائیت میں اس کو اس قدر گھناؤنا فعل قرار دیا ہے کہ انسان کی نجات ہی اس سے دور رہنے میں قرار دی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج

برطانیہ اور امریکہ جیسے نام نہاد مہذب معاشروں میں پچاس فیصد سے زائد بچوں کو اپنے باپ کا نام تک معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ اس معاملے میں اہل مغرب نے اُس راستے کو اختیار کیا جس کی طرف اُن کی عقل نے راہنمائی کی۔ اگر چہ اُن کو صاحبِ کتاب قوم ہونے کا دعویٰ بھی ہے مگر انھوں نے اپنے نفس کی خواہش کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور عورت کو گھر سے نکال کر بازار میں لے آئے۔ انھوں نے عورت کو اس بات کا فریب دیا کہ چونکہ عورت اور مرد برابر ہیں اس لیے دونوں کو زندگی کی عملی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیے۔ اسلام نے اگر چہ عورت کو عملی زندگی میں حصہ لینے سے منع نہیں کیا تاہم اُس نے عورت کے دائرہ عمل کو کچھ حدود میں مقید کیا ہے اور مغرب نے انھی حدود سے بغاوت کی جو دراصل فطرت سے بغاوت تھی۔ فطرت سے اس بغاوت کے کس قدر بھیانک نتائج کا سامنا آج کے مغرب کو ہے یہ ہمارا موضوع نہیں اگر چہ اس پہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے پہل حضرت عمرؓ نے اس بات کو برا محسوس کیا کہ اُن کی عورتیں جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے غیر مردوں کے سامنے آتی ہیں۔ اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا اظہار بھی کیا مگر رسول اللہ ﷺ اللہ کا حکم آنے تک خاموش رہے۔

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ!

وہ اور حضرت سودہؓ جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں قضائے حاجت کے لیے شہر سے باہر اُس مقام کی طرف جا رہی تھیں جہاں وہ اس سے قبل جایا کرتی تھیں۔

تب حضرت عمرؓ نے اِن کا راستہ روکا اور کہا:

سودہؓ تم پہچانی جا رہی ہو دیکھو تم کس طرح نکل آئیں۔

حضرت انسؓ سے روایت کہ!

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ سب سے پہلے پردے کی آیات کب اتریں۔

وہ رسول اللہ ﷺ کی شادی کا دن تھا اور آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح کیا تھا اور ولیمے میں ایک بکری ذبح کی تھی جس کا گوشت کھانے کے بعد لوگ بہت دیر تک رسول اللہ ﷺ کے

ہاں ہی بیٹھے رہے۔اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی منشا یہ تھی کہ یہ لوگ اب رخصت ہو جائیں تا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس جاسکیں مگر لوگ اپنے معمول کے خلاف بہت دیر تک نہ اٹھے اور رسول اللہ ﷺ میں حد درجے کی حیا تھی وہ کسی سے کہہ نہ سکتے تھے کہ وہ وہاں سے چلے جائیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کبھی باہر جاتے اور تھوڑی دیر گزار کے پھر تشریف لے آتے اور دیکھتے کہ وہ لوگ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ بھی اُن کے ہمراہ بیٹھ جاتے اس کے بعد آپ ﷺ پھر تشریف لے جاتے اور پھر واپس آ جاتے مگر وہ لوگ تھے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔اور جب وہ چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ بھی اپنے حجرے کی طرف تشریف لے گئے مجھے کوئی بات یاد آئی اور میں بے دھڑک رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں داخل ہوا اور جب میرا ایک قدم ابھی اندر اور ایک باہر تھا تب میں نے رسول اللہ ﷺ پہ وحی کی کیفیت دیکھی اور تب میرے اور آپ ﷺ کے درمیان پردہ حائل تھا جسے آپ ﷺ نے نہ اٹھایا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اپنا قدم باہر نکال لو کہ اب پردے کا حکم آ گیا ہے۔اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو پردے کا حکم دے دیا اور یہ ایک ازلی حکم تھا اور دنیا کے آخری دن تک اس میں فلاح ہے اگر کوئی جانے تو۔

یکم محرم 3 ہجری بمطابق 27 جولائی 624ء

غزوہ اُحد

غزوہ حمراالاسد

حضرت حمزہؓ کی شہادت

اُم کلثومؓ کا نکاح

حضرت حسن کی پیدائش

زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح

نوحہ کی ممانعت

وراثت کا قانون

ربیع الاول ۳ ہجری ۔۔۔ جون 624ء

سریہ سالم بن عمیرؓ

اکثر مورخین نے اس واقعے کو فوجی مہم قرار نہیں دیا مگر ہم سمجھتے ہیں نبی اکرمﷺ چند افراد کو کسی مقصد کے لیے روانہ کریں یا کسی لشکر جرار کو۔ اس کو فوجی مہم ہی کہا جائے گا اور سالم بن عمیرؓ بھی نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ ایک برے شخص کی تلاش میں نکلے تھے اس لیے اس کو فوجی مہم ہی تصور کیا جائے گا۔ اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ جب مدینہ پہنچے تو اس کی سب سے زیادہ تکلیف یہودیوں کو ہوئی اور وہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ کھلی دشمنی پہ اتر آئے۔ یہودیوں نے نبی اکرمﷺ اور اسلام کی راہ روکنے میں کس قدر خبث باطن کا مظاہرہ کیا اُس کا تفصیلاً تذکرہ تو ہم الگ سے کریں گے۔ یہاں ہم صرف اس واقعہ کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جس کی بنا پہ نبی اکرمﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھے ابوعفک سے نجات دے۔

ابوعفک ایک بد باطن اور عمر رسیدہ یہودی تھا۔

یہودیوں نے اگرچہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا مگر انھوں نے دل سے کبھی اس معاہدے کی تکریم نہ کی تھی۔ جس کی وجہ سے کبھی تو وہ انفرادی طور پہ نبی اکرمﷺ کے لیے وجہ

تکلیف بنے اور کبھی اجتماعی صورت میں۔ چنانچہ یہودیوں کے دل نبی اکرم ﷺ سے دشمنی اور بغض سے بھر چکے تھے اور اُن کو مسلمانوں کی اذیت سے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ وہ کوئی ایسا موقع ضائع نہ کرتے تھے جس سے مسلمانوں یا آنحضرت محمد ﷺ کو اذیت پہنچ سکے۔

ابو عفک ایک سن رسیدہ شاعر تھا جو نبی اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتا۔ اُس کا اور کوئی کام نہ تھا وہ دن رات نبی اکرم ﷺ کی ہجو کرتا اور منافقین مدینہ کو خوش کرتا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کی بدزبانی کی اطلاع کافی دنوں سے پہنچ رہی تھی مگر آپ ﷺ اپنی نرم طبع کے باعث اُس کو نظر انداز کر رہے تھے۔ پھر اُس کی بری باتوں نے صحابہ رسول کو مشتعل کر دیا تاہم نبی اکرم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ وہ یہودیوں سے جنگ کریں اور اس سے عربوں کو یہ بات کہنے کا موقع مل جائے گا کہ آپ ﷺ پہلے کسی قوم سے دوستی کا معاہدہ کرتے ہیں پھر اس پہ حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ تاہم جب ابو عفک کی سرگرمیاں حد سے گزر گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی ایک محفل میں اُن سے خطاب کے دوران کہا:

کون ہے جو مجھے ابو عفک کی زبان سے نجات دلا دے۔

حضرت سالم بن عمیرؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجیے یا میں اُس کو قتل کر کے آؤں گا یا آپ ﷺ کے پاس یہ خبر پہنچے گی کہ انھوں نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی اور دو صحابہ کو اُن کی معاونت کا حکم دیا۔ یہودی قلعہ بند بستیوں میں رہتے تھے اور اُن کے قلعے میں داخل ہونا اور اُن کے ایک آدمی کو قتل کر کے آسانی کے ساتھ واپس آ جانا آسان نہیں تھا۔ اس لیے بلاشبہ یہ ایک دشوار مہم تھی۔ حضرت سالم بن عمیرؓ اپنے ساتھیوں سمیت یہودیوں کے اُس قلعے میں داخل ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی طرح اُن کے کھیتوں میں مزدوری کرنے لگے مگر وہ اپنے دشمن کے معمولات پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔

اسی طرح کئی دن گزر گئے۔

پھر حضرت سالم بن عمیرؓ نے ابوعفک کو قتل کرنے کے امکانات پہ غور کیا اور اس کے لیے رات کا وقت چنا۔حضرت سالمؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوعفک کے گھر کے قریب چھپ گئے اور رات کی تاریکی کا انتظار کرنے لگے۔جب رات ہوگئی اور انھوں نے چاند کی روشنی میں دیکھ لیا کہ ابوعفک سونے کے لیے اپنے صحن میں آ چکا ہے تب وہ لوگ تیار ہوگئے مگر ابھی اُن کی کامیابی میں کچھ وقت تھا اس لیے وہ رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگے اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ابوعفک گہری نیند سو جائے۔پھر عمل کا وقت آیا اور حضرت سالم بن عمیرؓ اپنے دونوں ساتھیوں کو ابوعفک کے گھر کے باہر چھوڑ کر دیوار پہ چڑھ گئے اور چپکے سے ابوعفک کے سر پہنچ گئے۔انھوں نے اپنا ایک ہاتھ ابوعفک کے منہ پہ رکھا اور اپنی تلوار اُس کے سینے پہ رکھ کے اپنا سارا بوجھ تلوار کے دستے پہ ڈال دیا۔

تلوار آہستگی اور ملائمت سے اُس خبیث کے جسم میں اتر گئی۔

حضرت سالم بن عمیرؓ کو یہ خدشہ بھی تھا کہ کوئی آ نہ جائے کیونکہ اِس صورت میں اُن کا قتل ہو جانا ناگزیر تھا کہ وہ یہودیوں کے اس قلعے میں محض اللہ کی نصرت کے بھروسے اترے تھے۔

پھر ایک آہٹ سن کر حضرت سالم بن عمیرؓ وہاں سے ہٹ گئے۔

وہ سمجھے تھے کہ ابوعفک ٹھنڈا ہو چکا ہے مگر ایسا نہیں تھا۔اس لیے کہ جونہی انھوں نے اس کے منہ سے ہاتھ اٹھایا وہ ذبح ہوتے کسی اونٹ کی طرح ڈکرایا۔

اور اُس کی دردانگیز کراہ نے خاموشی کی رِدا چاک کر دی۔

چند لمحوں میں ہی بہت سے لوگ اکھٹے ہو گئے۔

حضرت سالم بن عمیرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اِن لوگوں میں گھل مل گئے کہ لوگ انھیں اپنے کھیت مزدور کی حیثیت سے جانتے تھے۔دوسری طرف حضرت سالم بن عمیرؓ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر انھوں نے بھاگنے کی کوشش کی یا کسی بے چینی کا اظہار کیا تو یہ لوگ جان جائیں گے کہ انھوں نے ہی ابوعفک کو قتل کیا ہے۔اس لیے اگلے روز بھی جب ابوعفک کو وہ لوگ دفن کر چکے

تھے تب بھی حضرت سالم بن عمیرؓ بدستور اُس کھیت میں کام کرتے رہے جہاں آپ پہلے کام کرتے تھے اس لیے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن پہ شک کیا جائے۔

جب بات کسی حد تک ٹھنڈی پڑ گئی تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو ایک ایک کر کے نکل جانے کا اشارہ دیا۔ سب سے آخر میں وہ خود نکلے۔

ادھر نبی اکرم ﷺ کو حضرت سالم بن عمیرؓ کے کارنامے کی خبر مل چکی تھی مگر ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ اُن کے بارے میں پریشان بھی تھے۔

پھر حضرت سالم بن عمیرؓ کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ سالم خیریت سے ہیں اور ایک دو روز میں وہاں سے نکل آئیں گے۔ پھر سالم بن عمیرؓ خود بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ابو عفک کے قتل کی تفصیلات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی شجاعت اور ذہانت کو سراہا اور اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

اسی قبیل کی ایک عورت عصماء بھی تھی اور وہ بھی یہودن تھی اور اُس کا شغل بھی یہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی ہجو کرتی اور مسلمانوں کو برے القاب سے یاد کرتی۔

اُس کا تعلق بنو خطمہ کے خاندان سے تھا۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو اُس کی بدکلامی اطلاع پہنچائی مگر نبی اکرم ﷺ نے درگزر سے کام لیا۔ مگر ایک دن جب وہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں سرِ عام گستاخی کر رہی تھی تو آنحضرت محمد ﷺ کے ایک صحابی حضرت عمیر بن عوفؓ سے یہ سب برداشت نہ ہوا اور انھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اسے قتل کروں گا اور آج ہی قتل کروں گا ۔ وہ اس کی گھات میں بیٹھ گئے ۔ تاہم انھیں آدھی رات کے بعد موقع ملا کہ وہ اسے قتل کر سکیں ۔ حضرت عمیر بن عوفؓ نے عصماء نامی اس یہودن کو قتل کر دیا اور اس کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو کی ۔ آپ ﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت عمیر بن عوفؓ نے جب اس یہودن کو قتل کیا تو وہ خود کو لوگوں سے نہ چھپا سکے اور بہت

سے لوگوں نے اِن کو پہچان لیا۔اگلی صبح جب وہ لوگ اُس یہودن کو دفنا چکے تو اُن کا سامنا حضرت عمیر بن عوفؓ سے ہوا۔انھوں نے حضرت عمیر بن عوفؓ کو للکارا!

حضرت عمیر بن عوفؓ بھی کسی شیر کی طرح دھاڑے اور اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اُن سے کہا،تم میں سے جسے موت کی جلدی ہو وہ میری طرف آجائے۔

بنو خطمہ کے لوگ اب اُن سے کترانے لگے۔حضرت عمیر بن عوفؓ نے فرمایا یاد رکھو!

خدا کی قسم! میں نے اس عورت کو اس لیے قتل کیا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔اور سن لو! اگر کسی اور نے بھی یہ جرأت کی تو میں اُس کو بھی قتل کر دوں گا۔بنو خطمہ میں سے کئی لوگ تھے جنھوں نے دل میں دین اسلام کی صداقت کا یقین کر لیا تھا مگر اپنے قبیلے میں مشرکوں کو بہتات کی وجہ سے وہ اپنے دین کو ظاہر کرنے سے گریزاں تھے۔اس لیے جب حضرت عمیر بن عوفؓ نے خود اُن کی گڑھی میں کھڑے ہو کر جرأت اور استقلال سے اُن کو للکارا تو بنو خطمہ کے کئی نوجوان اپنے قبیلے کے خلاف اُن کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور اپنے دین کا اظہار بھی کر دیا اور ساتھ ہی لوگوں کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر لڑنا ہے تو مردوں کی طرح باہر نکلو۔مگر کوئی شخص اُن کے مقابلے کے لیے باہر نہ نکلا اور حضرت عمیر بن عوفؓ اُن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جنھوں نے ابھی ابھی اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا۔نبی اکرم ﷺ نے اُن لوگوں اور حضرت عمیر بن عوفؓ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

عرب دنیا کے معروف اصولوں سے ہٹ کے زندگی گزارتے تھے۔اُن کے جغرافیائی حالات اور بدوی بودوباش نے اُن کے اندر جفاکشی اور تندخوئی پیدا کر دی تھی وہ صحرائی عقاب بن گئے تھے۔غارت گری اُن کا پیشہ تھااسی پہ ان کی گزر بسر تھی۔

۲۱ ربیع الاول ۳ ہجری۔۔۔جون 624ء

غزوہ ذی امر

غارت گری اہل عرب میں معمول کی بات تھی۔ بلکہ اکثر بدوی عربوں کا تو پیشہ ہی غارت گری تھا۔وہ تجارتی شاہراہوں پہ منڈلاتے رہتے اور جونہی کوئی قافلہ اُن کی زد میں آتا اُسے لوٹ لیتے۔اس کے علاوہ اُن قبائل اور خاندانوں کے مسکن بھی غارت گری کی زد میں رہتے جو معاشی طور پہ دوسرے عربوں سے قدرے آسودہ تھے۔ مدینے میں اسلام کی روشنی پھیلی اور بدر کی شکست کے بعد جب مدینے کے مسلمان آسودہ حال ہوگئے تو عربوں کے بعض قبائل جن کے دل میں اسلام سے بغض بھی بھرا ہوا تھا نے مسلمانوں پہ حملے کا ارادہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جلد ہی اطلاع مل گئی کہ عربوں کے بعض قبائل اپنا لشکر اکٹھا کر رہے ہیں تاکہ وہ شہر مدینہ پہ غارت ڈال سکیں۔اور اُن میں بنو غطفان تھے اُن کے دو حلیف قبائل بنو ثعلبہ اور بنی محارب بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے بنو غطفان کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع ہونے کا حکم دیا جب مسلمان مسجد میں جمع ہوگئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو جہاد کی ترغیب دی، اُن کو فضائل جہاد سے آگاہ کیا۔

صحابہ نے لبیک کہا؛

تب نبی اکرم ﷺ چار سو مجاہدین کے ساتھ اِن قبائل کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ نبی اکرم ﷺ کا لشکر ذوالقصہ کے مقام پہ پہنچا تو آپ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جس کا نام جبار بن ثعلبہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بنو ثعلبہ کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔

اُس نے کہا:

بنو ثعلبہ اور بنو غطفان کبھی آپ کے مقابلے پہ نہ آئیں گے۔ میں آپ کو اُس مقام تک لے جا سکتا ہوں جہاں اُن کا لشکر موجود ہے۔ اس شرارت کا سرغنہ دعثور بن ثعلبہ تھا جو بنو غطفان کا سردار تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ؛

نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر جبار بن ثعلبہ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ مسلمان لشکر کی راہنمائی کرنے لگا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے جبار بن ثعلبہؓ کو دین سکھانے کے لیے حضرت بلالؓ کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں کا لشکر اس علاقے کے ایک معروف چشمے ذی امر پہ پہنچا جہاں دشمن سے سامنے کی توقع تھی۔ مگر نبی اکرم ﷺ کے لشکر کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بنو غطفان اور دیگر دشمن پہاڑوں پہ چڑھ گئے یا غاروں میں چھپ گئے کہ وہ تو غارت گر تھے اور کسی منظّم لشکر سے لڑنا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اسی چشمے پہ اترے اگرچہ مسلمان لشکر کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں مختلف سمتوں میں دشمن کی تلاش میں سرگرم رہیں۔

اُس سے اگلے روز چشمہ ذی امر پہ زور کی بارش ہوئی سارے مسلمان بھیگ گئے نبی اکرم ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے آرام کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کپڑے سوکھنے کے لیے اسی درخت پہ لٹکا رکھے تھے۔ دور سے بنو غطفان غاروں اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔

بنوغطفان میں سے کسی شخص نے دعثور سے کہا:

کہ تجھے اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا کہ تم وہ کارنامہ کر جاؤ جس کا سارا عرب مشتاق ہے۔

دعثور ابن حرث غطفانی اُن میں سب سے بہادر تھا اور اعلیٰ شہ سوار تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اُس درخت کے نیچے تنہا پا کر اُس کے اندر لالچ نے سر اٹھایا اور وہ دبے پاؤں نبی اکرم ﷺ کے سر تک پہنچ گیا۔

اُس نے آپ ﷺ کے سر پہ تلوار تانی اور کہا:

اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے اطمینان سے جواب دیا۔

میرا اللہ!

اور وہ نبی اکرم ﷺ کے رعب میں آ گیا اسی دوران حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور دعثور کے سینے پہ زور سے ہاتھ مارا جس سے وہ دور جا گرا۔ تلوار دعثور کے ہاتھ سے گر پڑی تھی اور اسے نبی اکرم ﷺ نے اٹھا لیا تھا۔

اب نبی اکرم ﷺ نے اُس سے کہا:

بتا اب میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا۔

چونکہ دعثور مشرک تھا اور اُس کا کوئی خدا نہ تھا اس لیے وہ ششدر رہ گیا اور نبی اکرم ﷺ سے رحم کی درخواست کرنے لگا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

مجھے معاف کر دیا جائے میں کبھی آپ ﷺ کے رستے میں نہیں آؤں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، جا میں نے تجھے معاف کیا۔

اور وہ نبی اکرم ﷺ کی اس دریا دلی اور سخاوت سے بہت متاثر ہوا اور اسلام قبول کر لیا پھر وہ اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اُس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ تھکے تھکے قدموں اپنے ساتھیوں کی

طرف جارہا تھا اُس کے ساتھیوں نے بھی اُس کی بدلی ہوئی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔

چنانچہ اُس کے لوگوں نے پوچھا تجھ پہ کیا گزری ہے؟

دعثور نے کہا:

وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں اُن پہ ایمان لے آیا ہوں۔ بخدا! نہ کوئی اُن کو قتل کر سکتا ہے اور نہ ہی اُن سے جنگ کر سکتا ہے۔ جب میں نے اُن پہ اپنی تلوار سونتی تو ایک بڑے قد والے فرشتے نے میرے سینے پہ زور کا ہاتھ مارا جس سے میں دور جا گرا۔

اور وہ یقیناً اللہ کا فرشتہ تھا۔

اُس نے اپنے لشکریوں سے کہا!

یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے وہاں کافی دن قیام کیا۔[*54]

مگر کسی دشمن سے سامنا نہ ہوا بلکہ غارت گر اس علاقے سے دور چلے گئے۔ بنو غطفان اور دیگر قبائل اسلامی لشکر کے رعب میں آئے ہوئے تھے اس لیے مقابلے کے لیے نہ نکلے بلکہ میدان چھوڑ کے بھاگ نکلے۔ نبی اکرم ﷺ بغیر کسی خونریزی کے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ ذی امر کے چشمہ کی وجہ سے لوگوں نے اس غزوہ کو غزوہ ذی امر کا نام دیا بعض نے اس واقعہ کو غزوہ غطفان کے نام سے بھی تحریر کیا ہے اور بعض نے اسی مہم کو غزوہ بحران کے نام سے بھی تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم

عہدرسالت میں صحابہ ہر اُس شخص کو قتل کر دیتے تھے جو
رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا
اور اس ضمن میں ابوعفک ، عصما اور کعب بن اشرف
سمیت کئی دیگر لوگوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں
جنھیں رسول اللہ ﷺ سے بدزبانی کی بنا پہ قتل کیا گیا۔

۱۲ تا ۱۷ رمضان ۲ ہجری۔۔۔ 8 to 13 مارچ 624ء

کعب بن اشرف کا قتل

روزِ بدر قریش مکہ کی ہزیمت کا جو دکھ قریش کو تھا وہ تو ایک فطری دکھ تھا مگر اس کے ساتھ ہی عربوں میں دیگر بہت سے گروہ اور خاندان تھے جن کو قریش کی اس شکست سے دھچکا پہنچا اور انھی میں ایک قوم یہود بھی تھی جس کو قریش کی اس شکست نے حیرت سے دوچار کر دیا تھا۔ اگرچہ میثاق مدینہ کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے حلیف تھے مگر اُن کی دلی ہمدردیاں ہر اُس شخص یا گروہ کے ساتھ تھیں جو نبی اکرم ﷺ اور اسلام سے بغض رکھتا ہو۔ کعب بن اشرف یہودیوں کا اہم آدمی تھا۔ اُس کا تعلق قبیلہ بنی طے کی شاخ بنی نبہان سے تھا۔ جب اُسے غزوہ بدر میں قتل ہونے والے قریشی سرداروں کے بارے میں علم ہوا تو اُس نے کہا اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہ گیا۔ ہمارے لیے اب زمین کے سینے سے زمین کو گود بہتر ہے۔

اس کے بعد وہ مکہ چلا آیا تا کہ قریش کے قتل ہونے والے سرداروں کی تعزیت کر سکے۔ مکہ میں

وہ عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن ضیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔اُس کی بیوی عاتکہ بھی اُس کے ہمراہ تھی۔اہل قریش نے کعب کی بہت خاطر مدارت کی۔اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کیا۔وہ مقتولین بدر کا نوحہ کرتا اور روتا رہتا۔وہ قریش کو انتقام پہ اکساتا اور اُن کے جذبات کو مہمیز فراہم کرتا۔

نبی اکرم ﷺ کعب بن اشرف کی اِن حرکتوں سے آگاہ تھے مگر یہودیوں کے ساتھ معاہدے کی وجہ سے اُسے نظر انداز کر رہے تھے۔اس کے بعد وہ مدینہ لوٹ آیا اور مسلمانوں کے خلاف ہجویہ اشعار کہتا رہا جس سے مسلمان اذیت محسوس کرتے۔ازاں بعد اس نے اپنے اشعار میں مسلمان خواتین کی بے حرمتی شروع کر دی، جسے مسلمان کسی بھی صورت برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔آخر جب مسلمان اُس کے ہاتھوں انتہائی دکھی ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی ایک مجلس میں فرمایا:تم سے کون ہے جو مجھے کعب کے بیٹے اشرف سے نجات دلائے۔

تب حضرت محمد بن مسلمہ اٹھے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ اس امر کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر کی۔

جب وہ مجلس برخاست ہوئی تو حضرت محمد بن مسلمہ گھر آ گئے اور سوچنے لگے کعب بن اشرف کو کس طرح قتل کیا جائے۔یاد رہے کہ کعب بن اشرف یہودیوں کا نہایت اہم اور مالدار سردار تھا۔وہ بلندی پر بنے ایک محفوظ قلعے میں رہتا تھا اس لیے اُس کا قتل کوئی آسان بات نہ تھی۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ سوچتے رہے اور پریشان ہوتے رہے۔یہاں تک کہ انھوں نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔

اسی حالت میں تین دن گزر گئے۔صحابہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچادی کہ محمد بن مسلمہ بہت پریشان ہیں اور انھوں نے کھانا پینا بھی چھوڑ رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بلا بھیجا۔

جب وہ تشریف لے آئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا تم کس بات سے پریشان ہو۔

انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک ایسی بات کا ذمہ اٹھالیا ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ میں کامیاب بھی ہوسکوں گا یا نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

تمھارے ذمہ تو صرف کوشش کرنا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ اس میں حیلہ ناگزیر ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کو اجازت ہے تم جو چاہو کرو۔

تب حضرت محمد بن مسلمہؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس سے اٹھے اپنے چند دیرینہ دوستوں کے ہاں پہنچے تا کہ اس سلسلہ میں وہ اُن سے مشورہ کرسکیں۔

چنانچہ اُس رات حضرت محمد بن مسلمہؓ نے مدینہ سے باہر حضرت ابو نائلہ سلکان بن سلامہ، حضرت عبادہ بن بشر، حضرت حارث بن عوص بن معاذؓ اور ابوعبس بن جابر حارثی سے مشاورت کی جو کعب بن اشرف کے قتل میں اُن کی معاونت کو تیار تھے۔

یاد رہے کہ اِن اصحاب میں کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابو نائلہ بھی شامل تھے۔ اِن صحابہ نے وہیں ایک منصوبہ ترتیب دیا جس پر عمل کرنے سے وہ اپنا مقصد حاصل کرسکتے تھے۔

منصوبے کے مطابق سب سے پہلے انھوں نے ابو نائلہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا تا کہ وہ جال بچھائے۔ جس کے بعد باقی صحابہ کی مدد سے باقی منصوبے پر عمل کیا جاسکے۔ چنانچہ حضرت ابو نائلہ کعب بن اشرف کے پاس پہنچے اور اُس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو اشعار سنائے۔

ابو نائلہ نے کعب بن اشرف کے اشعار کی بہت تعریف کی جس سے وہ بہت خوش ہوگیا۔ جب

اُن کی محفل خوب جم گئی تو حضرت ابونائلہ نے کعب بن اشرف سے کہا:

اے ابن اشرف، دراصل تو میں تمھارے پاس اپنی ایک ضرورت سے آیا ہوں۔

کعب بن اشرف نے کہا: کھل کے بات کرو آخر تم میرے بھائی ہو۔

حضرت ابونائلہ نے کہنا شروع کیا، دراصل جب سے یہ شخص (نبی اکرم ﷺ) مدینے آیا ہے اور ہم نے اُن کی پیروی اختیار کی ہے تب سے ہمارے حالات بہت ابتر ہیں، سارا عرب ہمارا دشمن ہوگیا ہے اور ہمارے بچے بھوکوں مرنے لگے ہیں یقین کرو نوبت فاقوں تک آ پہنچی ہے۔

ابونائلہ کی اس بات سے کعب بہت خوش ہوا کہ وہ تو پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔

اس لیے وہ اچھل پڑا اور کہا: اے بن اسلامہ

میں نے تمھیں پہلے ہی اس امر سے آگاہ کر دیا تھا، ابھی تو آغاز ہے، ابھی تو تم لوگوں کو مزید برے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ابونائلہ نے کہا: تو اس حالت میں کیا تم اپنے بھائی کی مدد نہیں کرو گے؟

کعب بن اشرف حضرت ابونائلہ کی چکنی چپڑی باتوں میں آچکا تھا اس لیے اُس نے فوراً کہا:

میں ضرور تمھاری مدد کروں گا مجھے بتاؤ کہ تمھاری پریشانی کیا ہے؟

ابونائلہ نے اُس سے کہا:

مگر اس سے قبل تمہیں اس بات کا وعدہ کرنا ہوگا کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کیونکہ اگر عربوں کو اس بات کا پتا چل گیا کہ ہم فاقوں مر رہے ہیں تو ہماری عزت کوڑی کی نہیں رہ جائے گی۔

کعب بن اشرف نے حضرت ابونائلہ سے رازداری کا وعدہ کر لیا۔

تب حضرت ابونائلہ نے کہا:

دراصل میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں کچھ رہن رکھ کر غلہ حاصل کر سکوں۔

کعب بن اشرف نے کہا: تم اپنے بچے میرے پاس رہن رکھ دو میں تمہیں غلہ دے دوں گا۔

حضرت ابونائلہ نے کہا:

تم جانتے ہو کہ عربوں میں اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی شخص غلہ کے بدلے اپنے بیٹے رہن رکھے، اس طرح تو ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔

کعب بن اشرف نے کہا:

تب تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو۔

ابو نائلہ نے اُس کو ٹالتے ہوئے کہا:

اے ابن اشرف تم جانتے ہو کہ تم سے زیادہ حسین جوان عرب بھر میں نہیں ہے اس لیے ہمیں اپنی عورتوں کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ تمہاری طرف مائل نہ ہو جائیں۔ تم ایسا کرو کہ ہمارے ہتھیار رہن رکھ لو اور اس بات پر میرے کئی دوست بھی رضامند ہیں۔

کعب بن اشرف ابو نائلہ اور اُن کے دوستوں کو ہتھیاروں کے عوض غلہ دینے پر تیار ہو گیا۔

تب حضرت ابو نائلہ نے اُس سے اگلی رات آنے وعدہ کیا اور اُس سے کہا کل میرے ساتھ میرے کچھ دوست بھی ہوں گے جو ہتھیاروں کے عوض تم سے غلہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔

کعب بن اشرف نے رضامندی کا اظہار کیا، حضرت ابو نائلہ اُس سے رخصت ہو گئے۔

حضرت ابو نائلہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے اور انھیں اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا حضرت محمد بن مسلمہ جو اس مہم کے سربراہ تھے وہ اگرچہ حضرت ابو نائلہ کی کارکردگی سے مطمئن تھے تاہم انھوں نے اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کو اعتماد میں لینا مناسب خیال کیا۔

چنانچہ وہ چاروں صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے منصوبے کی تعریف کی اور اگلی رات جب وہ چاروں صحابہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے نکلے تو آنحضرت محمد ﷺ بھی اُن کے ساتھ نکلے اور بقیع الغرقد تک اُن کے ساتھ تشریف لائے اُن کے لیے دُعا کی اور اُن سے فرمایا:

اللہ کے نام پہ روانہ ہو جاؤ۔

وہ ایک چاندنی رات تھی جب حضرت ابونائلہ نے کعب بن اشرف کے قلعے کے نیچے سے اُسے آواز دی۔

کعب بن اشرف اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ تھا۔

اُس نے بستر ایک طرف پھینکا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اُس کی بیوی نے اُسے روکا اور کہا:

تم ایک ایسے شخص ہو جس کے بہت سے دشمن ہیں اس لیے رات کے اس وقت تم کو باہر نہیں جانا چاہیے۔

مگر کعب بن اشرف نے اُس کی بات کو نظرانداز کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اسی دوران حضرت ابونائلہؓ نے کعب کو پھر پکارا!

کعب بن اشرف کی بیوی نے اُس کا دامن پکڑ لیا اور کہا:

بخدا مجھے اس آواز سے خون کی بو آ رہی ہے۔

کعب نے اُس سے کہا:

یہ تمھارا وہم ہے، شاید تم نہیں جانتی کہ مجھے پکارنے والا میرا بھائی ہے، اگر کوئی مجھے طعنہ دے تو یہ شخص میری طرف سے اُس کو جواب دے گا۔

اتنا کہنے کے بعد کعب بن اشرف نیچے اتر آیا۔

نیچے ابونائلہؓ اور اُن کے ہتھیار بند ساتھی موجود تھے۔

ابونائلہ نے کعب بن اشرف سے کہا:

کیا ہی اچھا ہو اگر ہم چاندکی اس مہکی رات کو یادگار بنالیں کیوں نہ ہم شعب العجوزہ تک چلیں اور وہاں چل کر تمھارے کچھ شعر سنیں۔

کعب بن اشرف خوش ہو گیا اور کہا:

اچھا! جیسے تمھاری مرضی۔

وہ وہاں سے چل دیئے کچھ دیر چلنے کے بعد ابو نائلہؓ نے کعب بن اشرف کے سر میں ہاتھ ڈالا اور پھر نکال لیا۔

ابو نائلہؓ نے کعب بن اشرف کے عطر کی بے حد تعریف کی۔

اور کہا بخدا! میں نے آج تک اتنی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی۔

تھوڑی دیر تک وہ چلتے رہے تب ابو نائلہؓ نے کعب سے ایک بار پھر اجازت مانگی اور کہا:

ابن اشرف مجھے اجازت دے میں ایک بار پھر یہ مسحور کن خوشبو سونگھ لوں۔

کعب نے ابو نائلہؓ کو اجازت دے دی۔

ابو نائلہ نے کعب کے سر میں ہاتھ ڈالا اور پھر سے اس کے عطر کی تعریف کی۔

اس کے بعد ابو نائلہؓ نے اپنے ساتھیوں کو آنکھ سے تیار رہنے کا اشارہ کیا اور ایک بار پھر اپنا ہاتھ کعب کے بالوں میں ڈال دیا اور اس بار ابو نائلہؓ نے کعب بن اشرف کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

اس دشمن خدا پہ حملہ کرو۔

حضرت ابو نائلہؓ کے ساتھیوں کی تلواریں ایک ساتھ اُس پہ پڑیں مگر اُن کی تلواریں ایک دوسرے کی تلواروں پہ پڑیں اور کعب بن اشرف کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ انھوں نے پھر حملہ کیا اور اس بار وہ اس کو زخمی کرنے میں کامیاب رہے اس دوران محمد بن مسلمہؓ نے اپنی تلوار اُس کے پیٹ میں گھسا دی۔

وہ دشمن خدا خوفناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

اور کعب بن اشرف کی دردناک چیخ سنتے ہی چشم زدن میں یہودیوں کے قلعوں پہ آگ روشن کر دی گئی۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کی تلوار حضرت حارث بن اوسؓ کو لگی اور اُن کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ یہودیوں نے روشنی کر دی تھی اس لیے ہمارا جلد از جلد وہاں سے نکل جانا

بہت ضروری تھا۔ چنانچہ ہم وہاں سے نکلے اور بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض کے مقام پہ پہنچے ہم وہاں رک گئے اور ہم حضرت حارث بن اوسؓ کے بارے میں فکر مند تھے مگر وہ تھوڑی دیر بعد خود ہی پہنچ گئے۔

اُن کا پاؤں زخمی تھا اس لیے ہم نے انھیں اٹھالیا اور تیزی سے مدینہ کی طرف اترے۔ رات کا آخری پہر تھا جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ اس وقت نماز میں تھے۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے آپ ﷺ کو اپنی کامیابی اور اپنے ساتھی کے زخمی ہونے کی اطلاع دی۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لیے دعائے خیر فرمائی اور اپنے حجرے کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن اسحاقؒ نے کعب بن اشرف کے قتل ہونے پہ عربوں کے بہت سے اشعار درج کیے ہیں ہم اختصار کے لیے صرف چند شعر درج کریں گے۔

فَغُوْدِرَ مِنْهُمْ کَعْبٌ صَرِیْعًا
فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِہٖ النَّضِیْرُ

پس اُن میں سے کعب کو پچھاڑ دیا گیا اور اس کے گرنے کے بعد بنو نضیر ذلیل وخوار ہو گئے۔[*55]

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلَی الْکَفَّیْنِ ثَمَّ وَقَدْ عَلَتْہُ
بِاَیْدِیْنَا مُشَھَّرَۃٌ ذُکُوْرُ

وہاں وہ ہتھیلیوں کے بل گرا پڑا تھا دراں حالیکہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی برہنہ تیز تلواریں اس پہ چھائی ہوئی تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِاَمْرِ مُحَمَّدٍ اِذْ دَسَّ لَیْلاً
اِلٰی کَعْبٍ اَخَا کَعْبٍ یَسِیْرُ

یاد کرو جب نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ سے بنی کعب کا ایک شخص رات کے وقت کعب بن اشرف کی طرف نکلا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَمَا کَرَہٗ فَاَنْزَلَہٗ بِمَکْرٍ
وَمَحْمُوْدٌ اَخُوْثِقَۃٍ جَسُوْرُ

پس اُس نے اِس کے ساتھ خفیہ چال چلی اور خفیہ تدبیر سے اسے اتارا اور اپنی عزت پہ بھروسا کرنے والا شخص قابل تعریف ہوتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لِلّٰہِ دَرٌّ عِصَابَۃٍ لَّا قَیْتُھُمْ
یَا ابْنَ الْحَقَیْقِ وَاَنْتَ یَاابْنَ الْاَشْرَفِ

اس جماعت کا کیا کہنا جس سے ابن ابی الحقیق تم دوچار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

یَسْرُوْنَ بِالْبِیْضِ الْخِفَافِ اِلَیْکُمْ
مَرَحًا کَاُسْدٍ فِیْ عَرِیْنٍ مُّغْرَفِ

جب وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لیے تمھاری طرف اکڑتے ہوئے نکلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

حَتّٰی اَتَوْکُمْ فِیْ مَحَلِّ بِلَادِکُمْ
فَسَقَوْکُمْ حَتْفًا بِبِیْضٍ ذُفَّفِ

یہاں تک کہ وہ تمھارے شہر میں تمھاری قیام گاہ میں تمھارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلایا۔

مُسْتَنْصِرِیْنَ لِنَصْرِ دِیْنِ نَبِیِّهِمْ
مُسْتَنْصِرِیْنَ لِکُلِّ اَمْرٍ مُّجْحِفِ

درآں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر جانتے تھے۔[66*]

جمادی الآخر ۳ ہجری --- اکتوبر 624ء

غزوہ الفرع

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ذی امر کے مقام پہ بنوغطفان اور اُن کے حلیف قبائل کی بغاوت فرو کر کے واپس مدینہ تشریف لائے تو اس کے بعد ربیع الاول کے بقیہ دن آپ ﷺ نے مدینہ ہی میں قیام کیا۔ اُس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بنوسلیم کے اُن لوگوں پہ توجہ کی جن کے متعلق آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنی قوت کو مجتمع کر رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ دراصل میدانِ بدر میں قریش کی عبرت ناک شکست کے بعد عربوں کے اکثر قبائل نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے دشمنی پہ اتر آئے تھے۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش صدیوں سے اُن کی مذہبی و روحانی راہنمائی کرتے چلے آئے تھے اس لیے عرب قریش سے یک گونہ عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب قریش کے بہت سے نامور سردار مارے گئے تو اہل عرب کو اس بات کا خدشہ پیدا ہو گیا کہ اب عرب سے بت پرستی کا نام و نشان تک مٹ کے رہ جائے گا اس لیے ہر وہ قوم یا قبیلہ جو بت پرست تھا صرف اس وجہ سے مسلمانوں کا دشمن بن گیا تھا کہ

مسلمان لوگوں کو بت پرستی سے روکتے تھے اور اُن قبیلوں کی نقل وحرکت اور بد ارادوں کی وجہ سے مسلمان مسلسل جہاد میں مصروف تھے۔وہ کسی قبیلے کو اس بات کی اجازت دینے کے لیے تیار نہ تھے کہ وہ پوری تیاری کرے اور اس کے بعد مدینہ پہ یلغار کردے۔اس لیے نبی اکرمﷺ کو جونہی کسی قبیلے کے سر اٹھانے کی اطلاع ملتی تو آپﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ اُس کے سر پہ جا پہنچتے اور اس کو ہمت ہی نہ ہوتی کہ وہ باہر نکل کر آپﷺ کے اصحاب کا مقابلہ کرسکیں۔چنانچہ اِن فوجی مہموں کے درمیان ہم نے اکثر و بیشتر اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ مختلف عرب قبائل نے اس بات کا ارادہ تو ضرور کیا کہ وہ مسلمانوں کو دکھ پہنچائیں یا انھیں نقصان سے دوچار کریں مگر نبی اکرمﷺ کی تیز تر فوجی نقل وحمل انھیں مجتمع ہی نہ ہونے دیتی تھی اور ابھی وہ کہیں اکٹھے بھی نہ ہو پاتے کہ اسلامی لشکر کے شہ سوار اپنے نبی کے ہمراہ اُن کے سروں پہ پہنچ جاتے اور اُن کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں کہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے اُن میں نہ تو جرأت تھی اور نہ ہی اُن کے وسائل اس قابل تھے کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرسکیں۔

اس لیے جب نبی اکرمﷺ کو بنوسلیم کے مجتمع ہونے کی اطلاع ملی تو نبی اکرمﷺ تین سو صحابہ کے ہمراہ مدینے سے نکل کھڑے ہوئے۔آپﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم کلثومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور لشکر کے ہمراہ بنوسلیم کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوگئے۔[57*]

مسلمانوں کے لشکر کی اچانک آمد سے بنوسلیم ہراساں ہوگئے۔

دراصل انھیں نبی اکرمﷺ کی روانگی اور اسلامی لشکر کے اُن کے سروں پہ پہنچ جانے کی کوئی اطلاع ہی نہ تھی۔اس لیے ایک صبح جب ابھی سپیدہ سحر بھی نہ پھیلا تھا تب اُن کے مخبریوں نے اطلاع کی کہ بھاگو!

نبی اکرمﷺ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ آپہنچے ہیں۔

اور اُن کی فوج میں کوئی نظم نہ تھا اس لیے جدھر جس کا منہ سمایا وہ بھاگ اٹھا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ؛

وہ بحران کا مقام تھا جہاں بنو سلیم کا لشکر مقیم تھا اور وہیں سے وہ نبی اکرم ﷺ کی آمد کا سن کر بھاگ اٹھے تھے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ؛

بحران حجاز میں فرع کی جانب ایک معدن ہے جہاں سونے کی کانیں ہیں۔ بقول علامہ واقدی نبی اکرم ﷺ بحران میں دس روز تک ٹھہرے رہے حتیٰ کہ فتنہ دب گیا۔ اور اس بار بھی نبی اکرم ﷺ بغیر کسی خونریزی کے مدینے واپس تشریف لے آئے۔ بعض نے اس کو غزوہ بنو سلیم بھی لکھا ہے۔

جمادی الآخر ۳ ہجری ۔۔۔نومبر 624ء

سریہ زید بن حارثہؓ

قریش نے روزِ بدر کی ہزیمت کے بعد شام جانے والی مدینہ کی تجارتی شاہراہ کو چھوڑ دیا تھا تاہم وہ صدیوں سے تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے اس لیے تجارت کو چھوڑنا اِن کے لیے ناممکن تھا۔چنانچہ اُن کے تجارتی کارواں اب بھی رواں تھے اگرچہ وہ مدینہ سے دور عراق کی تجارتی شاہراہ کو استعمال کرتے تھے جو بحر احمر کے کنارے پہ واقع تھی۔ مدینہ سے گزرنے والی تجارتی شاہراہ پر اب مسلمانوں کا مکمل قبضہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ قریش کو جونہی معاشی آسودگی حاصل ہوئی وہ روزِ بدر کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ پہ ضرور حملہ کریں گے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ اُن کو معاشی طور پہ مستحکم نہ ہونے دینا چاہتے تھے اور یہ سریہ زید بن حارثہؓ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

اہل قریش نے اگرچہ جنگ بدر کے بعد بھی مدینہ کی تجارتی شاہراہ پہ اپنے قافلوں کو روانہ کیا تھا مگر اِن میں سے بیشتر قافلوں کو مسلمانوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لیے کافی مہینے گزر گئے تھے کہ شہر مکہ سے قریش کا کوئی تجارتی کارواں روانہ نہ ہو سکا تھا۔

چنانچہ اس صورت حال پہ غور کرنے کے لیے مکہ کے ایک رئیس صفوان بن امیہ نے اہل قریش کا ایک اجلاس دارالندوہ میں منعقد کیا۔

سب سے پہلے اُس نے خود خطاب کیا اور اپنی قوم سے کہا:

اے اہل قریش! ہم صدیوں سے تجارت سے وابستہ ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب تم اس سے گریزاں نظر آتے ہو اور اس گریز کی وجہ سے ہم سب خوب واقف ہیں کہ مسلمان اب کسی قیمت پر ہمارے تجارتی کاروانوں کو اُس قدیمی تجارتی شاہراہ سے نہیں گزرنے دیں گے جس پہ ہم صدیوں سے تجارت کرتے چلے آئے ہیں۔

مگر اس مسئلہ کا حل یہ نہیں کہ ہم ریت میں منہ چھپائے رہیں اور اپنی جمع پونجی کھاتے رہیں وہ آخر کب تک ہمارا ساتھ دے گی۔

کیوں نہ ہم نئے رستوں کی تلاش کو نکلیں۔

اسود بن مطلب نے کہا؛

اِن حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں ہم ساحل سمندر سے عراق کی طرف جانے والا راستہ اختیار کریں گے میں تمھیں ایک راہبر کا پتا دیتا ہوں جو اِن علاقوں سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور اُس نے لوگوں سے فرات بن حیان کا تعارف کرایا جو اس کے ساتھ تھا اور اُس نے کہا بنو بکر بن وائل کا یہ شخص ہمارے تجارتی کارواں کی راہنمائی کرے گا۔

لوگوں نے اپنا تجارتی کارواں روانہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

قریش نے اس تجارتی قافلے میں کافی سرمایہ کاری کی جس میں سونا اور خاص طور پہ چاندی کی کافی زیادہ مقدار شامل تھی۔ صفوان بن امیہ اس تجارتی قافلے کا سردار تھا چنانچہ وہ اپنا قافلہ لے کر عراق کی طرف نکلا۔

ادھر نبی اکرم ﷺ کو بھی قریش کے اس تجارتی قافلے کی روانگی کی خبر ہوگئی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو سو شہ سواروں پہ امیر مقرر کیا اور انھیں اس قافلے کا راستہ روکنے کا حکم دیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ اُس منزل کو روانہ ہوئے جس کی نشان دہی نبی اکرم ﷺ نے کی تھی۔

حضرت زید بن حارثہؓ نے اپنے سواروں کے ساتھ القردہ نامی چشمے پہ صفوان بن امیہ کے قافلے کا راستہ روکا۔ صفیان بن امیہ اور اس کے قریشی ساتھی مسلمانوں سے اتنے خوفزدہ تھے جیسے کہ انھوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ اس لیے جونہی مسلمانوں کا لشکر اُن کے سر پہ پہنچا تو اہل قریش سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگے انھوں نے اپنے قیمتی تجارتی کارواں کی پرواہ بھی نہ کی اور تمام مال واسباب چھوڑ کے خالی ہاتھ بھاگ اٹھے۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ کثیر اموال غنیمت لگا۔

چنانچہ انھوں نے تمام مال غنیمت کو سمیٹا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ کو اُن کی کامیابی سے بہت خوشی ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ نے خمس نکال کے اموال غنیمت مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ!

اہل قریش نے اس قافلہ میں کافی سرمایہ کاری کی تھی جس میں سونا چاندی اور دیگر اموال شامل تھے جس کو چھوڑ کر وہ بھاگ نکلے تھے۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے سریہ زید بن حارثہؓ سے جو خمس نکالا صرف اُس کی مالیت بیس ہزار درہم سے زیادہ تھی۔ یہ قریش کو ایک اور بڑی معاشی زک تھی جو مسلمانوں کی طرف سے پہنچی تھی۔ چنانچہ جب صفوان بن امیہ خالی ہاتھ مکہ میں داخل ہوا تو وہاں پھر سے آہ وفغاں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس لیے کہ ابھی روزِ بدر کے زخموں سے لہو رس رہا تھا کہ انھیں مسلمانوں کے خلاف ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کا انھیں شدید دکھ تھا اور شاید یہی دکھ انھیں

احد کے دامن میں کھینچ لایا جہاں انھیں ایک بار پھر ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب قریش نے مدینہ کی تجارتی شاہراہ کو چھوڑ دیا اور دور عراق کی طرف سے اپنے قافلے کو لے کر گزرنے لگے تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے قریش کی ہجو میں ایک قصیدہ کہا جس کے چند اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا
جِلَادٌ كَأَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْأَوَرِكِ

اے قریش! شام کے جاری چشموں کو چھوڑ دو کہ تمھارے اور اُن کے بیچ ایسی چمکدار اور تیز تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح خوفناک ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

طَحَنَتْ رَحٰى بَدْرٍ لِمُهْلِكِ أَهْلِهٖ
وَلِمِثْلِ بَدْرٍ تَسْتَهِلُّ وَتَدْمَعُ

بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے چلی تھی اور بدر کے واقعات پہ ابھی آنکھیں نم ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

قُتِلَتْ سَرَاةُ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمْ
لَا تَبْعُدُوْا إِنَّ الْمُلُوْكَ تُصَرَّعُ

لوگوں کے سردار اپنے ہی حوضوں کے ارد گرد قتل کر دیئے گئے، اسے بعید از حقیقت نہ

سمجھو کیونکہ بادشاہ بھی پچھاڑ دیتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بَاَیْدِیْ رِجَالٍ هَاجِرُوْا نَحْوَرَبِّهِمْ
وَانْصَارِهٖ حَقًّا وَّ ایْدِی الْمَلَائِکِ

یہ تلواریں اِن لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اوراس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِذَا سَلَکَتْ لِلغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ
فَقَوْلَا لَهَا لَیْسَ الطَّرِیْق هُنَا لِكِ

بطن صالح کے نشیب کی طرف جب کوئی قافلہ چلے تو اس سے کہہ دینا ادھر سے کوئی راستہ نہیں نکلتا۔[*58]

❁❁❁❁❁❁❁❁

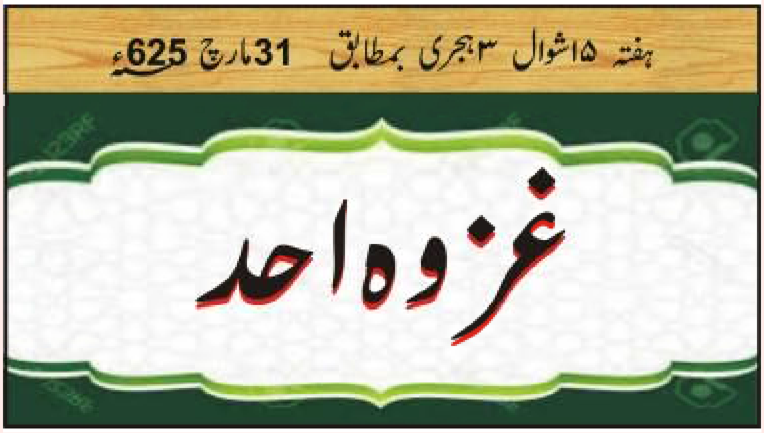

سال بھر قریش اُن زخموں کو چاٹتے رہے جو میدان بدر میں اُن کو مسلمانوں کی طرف سے لگے تھے۔مگر اُن کی دانش نے اُن کی راہنمائی حق قبول کرنے کی طرف نہ کی بلکہ انہیں انتقام پہ اکسایا اور اُن کا یہی فہم اُن کی کج روی کا ثبوت تھا۔قریش اگرچہ صاحبِ دانش تھے، دنیا کے معاملات کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے، مگر نجانے کیوں وہ حق قبول کرنے سے رُکے ہوئے تھے۔صرف اسی معاملے میں اُن کی آنکھوں اور دلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شہر مکہ کی فضائیں ابھی تک اشرافِ قریش کے اُس خون کی بو سے بوجھل تھیں جو میدان بدر میں رسول اللہ ﷺ کے شیدائیوں نے بہایا تھا۔قریش کی آنکھوں سے روزِ بدر کی ہزیمت کسی آسیب کی طرح جھانکتی تھی اور اُن کا پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔

اُن کے دلوں میں ایک قہر لہریں لیتا تھا اور اُن کو چین کی نیند نہ آتی تھی۔وہ انتقام کی آگ میں اندھے ہو رہے تھے، اسی وجہ سے اُن کے دل سخت ہو چکے تھے اور ہدایت قبول کرنے سے عاری بھی۔اگر وہ اپنی عقل سے کام لیتے اور اُس دلیل کو پہچانتے جو اُن کی شکست کی وجہ تھی کہ

حق ہمیشہ غالب رہا ہے۔تب شاید اُن کے دلوں میں سلگتے انتقام کے آلاؤ ٹھنڈے پڑ جاتے اور اُن کے قلب ہدایت کی طرف راغب ہو جاتے۔

مگر دنیا کا سارا حسن، زندگی کی ساری رعنائیاں، تمناؤں کے سارے سوتے، آرزو کی ہر منزل، دلیل کے سارے اسلوب، عقل کا ہر پہلو، سکوتِ شب کا تغیر، روپہلی سحر کا بانکپن، بارش کی بوندوں کا تسلسل، ستاروں کی مدھم چاندنی، چاند کا خنک نور، بہاروں کی سرسراہٹیں بگولوں کی آوارگی، صحرا کی شدت، کوہساروں کی عظمت، رسموں کا جمود، روایات کا طوق حیرتوں کی شدت، یقین کے پڑاؤ، وحشت کے سائے، گہرے زخموں کے نشاں، شرف کی عظمت، قبیلے کی عصبیت، عقائد کی گمراہی، شرک کی عادت، ظلم کی پکار، شب وسحر کا تسلسل ہر چیز ہر جذبہ ہر احساس اُن کے بغض وانتقام کی نذر ہو گیا تھا اور اُن کی زبان پہ صرف ایک ہی تکرار تھی انکار اور انتقام۔چنانچہ پوری قومِ قریش کی طرف سے اٹھتی اِن آوازں نے شہر مکہ میں پھر سے جنگ کا سماں پیدا کر دیا تھا۔تب عربوں کا ایک وفد ابوسفیان کے پاس گیا اور اُن میں وہ سب لوگ شامل تھے جن کے بھائی یا بیٹے یا باپ میدانِ بدر میں خاک آلود ہوئے تھے۔اُن میں عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور دیگر بہت سے اہل قریش شامل تھے[*59]۔

انھوں نے ابوسفیان سے کہا:

اے سردارِ قریش!

محمدﷺ اور اُن کے ساتھیوں نے تمہارے چوٹی کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے سارا عرب اس بات کا منتظر ہے کہ ہم کب اُن کا انتقام لینے کے لیے اترتے ہیں اس لیے آج کوئی فیصلہ کرلو۔

یاد رہے کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جس کی حفاظت کی خاطر بدر کا میدان سجا تھا اُس کا تمام مال اور منافع ابھی دارالندوہ میں پڑا تھا، اُس کو تقسیم نہ کیا گیا تھا کہ ابھی میدان بدر میں لگے زخموں سے خون ٹپکتا تھا۔چنانچہ اُن میں سے کچھ لوگوں نے تجویز پیش کہ اس قافلے کا اصل زر تو اُن

لوگوں کو واپس کر دیا جائے جنہوں نے اس قافلے میں سرمایہ کاری کی تھی مگر اُن کا تمام تر منافع جنگی مصارف کے لیے روک لیا جائے۔

لوگوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

ابوسفیان نے کہا! میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنا مال پیش کرتا ہوں اور بنی عبدمناف بھی میرے ساتھ ہیں۔

قرآن حکیم میں بھی اس واقعے کا تذکرہ موجود ہے اس لیے کفار کے اِن ارادوں کی تکذیب کرتے ہوئے بیان کیا گیا کہ!

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورة الانفال آیات ـ8/ 36)

ترجمہ؛

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کرتے رہیں گے اپنے مال مگر پھر ہوجائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت وافسوس پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا وہ سب دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اس کے بعد ابوسفیان نے جواب اہل قریش کا سردار تھا نے اپنی قوم سے کہا!

تم لوگ جلد از جلد لوگوں کو اپنا حلیف بناؤ۔ اُن کو جنگ اور انتقام پہ اکساؤ۔ بنو کنانہ کے قبائل

اور تہامہ کے جنگجوؤں کو تیار کرو۔ چنانچہ اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے باہم مشورے سے ایک وفد کو ترتیب دیا اور اُس میں ابوعزہ شاعر بھی تھا جو روز بدر قید ہوا تھا اور اُس نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی غربت اور اعیال داری کا واسطہ دے کر کہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مجھ پہ احسان فرمائیں اور مجھے رہا کر دیں۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا؛

اگر تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ آئندہ تم مجھے اپنی زبان سے اذیت نہ پہنچاؤ گے تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا اور ابوعزہ نے اس وعدے پہ رہائی حاصل کی تھی۔ مگر اب وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا تھا اور اہل عرب کو اپنے اشعار سے جنگ کی ترغیب دلاتا تھا۔

وہ بنو کنانہ اور تہامہ کے قبائل کی طرف اہل قریش کے وفد کے ساتھ نکلا اور اس کی زبان پہ یہ اشعار تھے۔

اِیھًا بَنِیْ عَبْدِ مُنَاۃَ الرُّزَّامْ
اَنْتُمْ حُمَاۃٌ وَّ اَبُوْکُمْ حَامْ

میدان میں جم کے لڑنے والے عبدمناۃ! تم بڑے محافظ ہو اور تمہارا باپ بھی بڑا محافظ تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

لَا تَعِدُوْنِیْ نَصْرَکُمْ بَعْدَ الْعَامْ
لَا تُسْلِمُوْنِیْ لَا یَحِلُّ اِسْلَامْ

اس سال کے بعد تم میرے ساتھ اپنی مدد و نصرت کا وعدہ نہ کرنا اب ہمیں دشمن کے حوالے مت کرو کیونکہ ایسا کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَامَالِ مَالِ الْحَسَبُ الْمُقَدَّمِ
اَنْشُدُو ذَا الْقُرْبٰی وَ ذَالتَّذَمُّمِ

اے بنی مالک! اس پہلی شرافت وغیرت کو کیا ہو گیا ہے کہ میں کبھی اس قرابتدار کو اور کبھی اس ذمہ دار آدمی کو تلاش کرتا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مَنْ كَانَ ذَا رُحْمٍ وَّمَنْ لَّمْ يَرْحُمْ
الْحِلْفَ وَسْطَ الْبَلَدِ الْمُحَرَّمِ
عِنْدَ حَطِيْمِ الْكَعْبَةِ الْمُعَظَّمِ

مجھے بتاؤ رحم اور ہمدردی کرنے والے کون تھے اور کعبہ معظّمہ کے مقام حطیم کے نزدیک حرمت والے شہر مکہ کے درمیان کسی نے ہماری مدد نہیں کی بلکہ تمہیں لوگوں نے کی تھی مگر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔[60*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو بھی اس جنگ کے لیے تیار کیا اور اُس سے کہا اگر تم میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ اُس کے چچا طعیمہ بن عدی کو روزِ بدر شیر رسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ وحشی حربہ چلانے میں ماہر تھا جو ایک چھوٹا نیزہ ہوتا ہے۔ کفارِ قریش زور شور سے جنگی تیاریوں میں مصروف تھے وہ اپنے حلیفوں کو تیار کر رہے تھے اپنے ہتھیاروں کو تیز کر رہے تھے اور لوگوں کے اندر جنگ اور انتقام کی آگ کو بھڑکا رہے تھے۔ تب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت محمد ﷺ

کو قریش کی تیاریوں سے خبردار کرنے کے لیے ایک خط لکھا اور بنی غفار کے ایک شخص کو اس بات پہ معمور کیا کہ وہ یہ خط لے کر تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوجائے اور رازداری کا خاص اہتمام کرے۔ چنانچہ وہ شخص تین دن اور تین راتوں کے سفر کے بعد قبا میں اترا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو قبا میں ہی سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔

اُس شخص نے خط نبی اکرم ﷺ کے حوالے کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے وہ خط حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تاکہ وہ خط پڑھیں۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے یہ خط نبی اکرم ﷺ کو پڑھ کے سنایا جس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا تھا کہ اہل قریش عنقریب مدینہ پہ حملہ کرنے کے لیے نکلنے والے ہیں اور اس ضمن میں انھوں نے بے حد تیاری کی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے خط سنا اور حضرت سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ ہر طرف سے خیر ہمارے ساتھ شامل رہے گی مگر ابھی تم اس بات کو پوشیدہ رکھنا۔ مگر وہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی اس لیے کہ جب وہ خط حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو پڑھ کے سنایا تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اُن کی بات سن لی تھی۔ نبی اکرم ﷺ مدینے کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ صحابہ سے اس امر کے متعلق مشورہ کرسکیں۔ دوسری طرف لشکر قریش کی تیاریاں اپنے آخری مرحلے میں داخل ہوچکی تھیں اور انھوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو بھی اپنے ساتھ رکھیں گے تاکہ لوگ فرار ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں۔

چنانچہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ اُس کے ہمراہ تھی۔

عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام بھی اُن کے ساتھ تھی حارث بن ہشام کی بیوی برزہ بنت مسعود بھی ساتھ تھی۔

صفوان بن امیہ کی بیوی ریطہ بنت سعد بھی ساتھ تھی۔

طلحہ بن ابی طلحہ کی ماں خناس بنت مالک بھی ساتھ تھی۔

عمیر کی بیوی عمرہ بنت علقمہ جو حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں وہ بھی کفار قریش کی طرف سے جنگ میں نکلیں تھیں، یہ وہ خواتین تھیں جن کے ساتھ اُن کے شوہر تھے اگرچہ اُن کے علاوہ بھی عربوں کی بہت سی عورتیں اس جنگ میں شامل ہوئیں تھیں۔اُن میں کچھ کا تعلق تو اشرافِ قریش سے تھا اور بہت سی ایسی تھیں جو کنیزیں تھیں جن کا کام ناچنا گانا تھا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ؛

اہل قریش کے ساتھ پندرہ عورتیں تھیں، جو دف بجاتی تھیں، گانے گاتی تھیں اور اپنے اشعار سے لوگوں کو جنگ پہ ابھارتی تھیں۔وہ مقتولین بدر کا نوحہ کرتی تھیں اور اپنی سپاہ کے جوش و جذبے میں اضافہ کرتی تھیں۔اہل مکہ نے اس بار خوب تیاری کی تھی اور ابوسفیان کی قیادت میں اُن کے ساتھ ایک لشکر جرار تھا، جس میں اہل قریش کے علاوہ بنو کنانہ اور تہامہ کے قبائل کے لوگ بھی شامل تھے اور حبشیوں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی جو مال غنیمت کے لالچ میں اہل قریش کے ساتھ ہو گئے تھے وہ کل تین ہزار سے زائد تھے۔

اُن کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے۔

اُن کے پاس تین ہزار سے زائد اونٹ تھے۔

اور سات سو زرہ پوش تھے۔

عیون الاثر میں بیان کیا گیا ہے۔

کہ وہ حبشی جو اہل قریش کے ساتھ نکلے تھے اُن کا تعلق بنی مصطلق اور بنی ہون ابن خزیمہ سے تھا۔اِن کو حبشی کہنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ کالے رنگ کے وہ حبشی تھے جن کو عام طور پہ حبشی کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ عرب تھے اور اُن کو حبشی یا احابیش محض اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ مکہ کے زیریں حصے میں حبش نامی پہاڑ کے پاس رہتے تھے۔چنانچہ جب قریش اہل مدینہ کو نیست و نابود کرنے کے ارادے سے مکہ سے روانہ ہوئے تو احابیش کی ایک معقول تعداد بھی

اُن کے ہمراہ ہوگئی تا کہ وہ اہل قریش کی معاونت کر سکیں۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

کہ احابیش کے لشکر میں دو سوار تھے اور سات سو زرہ پوش پیدل سپاہی تھے۔

قریش کے ساتھ ابو عامر فاسق بھی نکلا اور اس کے ساتھ ستر سوار تھے۔

ابو عامر راہب کا تعلق مدینہ سے تھا اور وہ قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا بہت پہلے ہی وہ عربوں کے مذہب سے بے زار ہو گیا تھا۔ اُس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور راہبانیت کو اپنا لیا تھا۔ مدینہ کے لوگ اُس کے تقویٰ کو تسلیم کرتے تھے اور دعاؤں کے لیے اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور اُس کی مقبولیت میں انتہائی کمی آ گئی تو وہ رسول اللہ ﷺ سے حسد میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا نبی اکرم ﷺ نے اُس کو ابو عامر فاسق کہہ کے پکارا اور اس کے بعد اُس کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ اُس نے ابوسفیان کو یقین دلا رکھا تھا کہ جب وہ اہل مدینہ کے سامنے جائے گا تو قبیلہ اوس کا ہر فرد نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ کر اس کی طرف آ جائے گا۔

لشکر قریش کی روانگی

ابوسفیان کا لشکر تین ہزار سے زائد تھا۔وہ مکہ سے نکلے اور ابواء کے مقام پہ پہنچے۔۔وہاں پہنچ کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے شرارتی ذہن میں یہ ترکیب آئی کہ یہیں کہیں رسول اللہ ﷺ کی والدہ دفن ہیں۔چنانچہ اُس نے اپنے شوہر ابوسفیان سے کہا؛ کیوں نہ ہم رسول اللہ ﷺ ی والدہ کی قبر کھود ڈالیں اور اُن کی ہڈیاں نکال لیں اور جب تمہارے لوگ اُن کے ہاتھ قید ہوں تو تم ایک ایک ہڈی کے بجائے اپنے قیدی رہا کراتے رہنا۔اس پہ قریش کے صاحب دانش لوگ آگے آئے اور انھوں نے اس تجویز کو پوری شدت سے رد کیا اور کہا، اگر یہ روایت شروع ہو گئی تو پھر کسی کی قبر محفوظ نہ رہے گی ہمیں یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہیے ورنہ کل کو بنو بکر کے ہاتھوں ہمارے آباء کی کوئی قبر محفوظ نہ رہے گی۔اہل مکہ کا لشکر منزلوں پہ منزلیں مارتا مدینہ کے قریب پہنچا اور شہر مدینہ کے باہر وادیٔ قناۃ کے وسط میں جبل اُحد کے قریب دو چشموں کے ایک طرف اترا۔انھوں نے اپنے خیمے نسب کئے اور جنگ کے بارے میں مشاورت کی۔وہ بدھ کے روز بارہ شوال کو مدینہ پہنچے۔

مسلمانوں کی مشاورت

دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کو اہل مکہ کی تمام خبریں پہنچ رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کے دونو جوان بیٹے انس اور مونس لشکر کفار کی معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔وادیٔ عقیق میں اُن کا سامنا لشکر قریش سے ہوا انھوں نے مطلوبہ معلومات حاصل کیں اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ لشکر کفار نے عریض کے علاقے میں مسلمانوں کی چراگاہوں میں اپنے جانور چھوڑ رکھے ہیں جنھوں نے اُن کے کھیت کے اجاڑ دیئے ہیں اور وہاں سبزہ کا ایک دانہ تک نہیں چھوڑا۔

نبی اکرم ﷺ نے انس اور مونس سے یہ حالات سنے تو فرمایا!

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَجُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ۔۔

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے اے اللہ میں تیری قوت سے ہی حملہ کرتا ہوں اور اُن کا مقابلہ کرتا ہوں۔

یہودی اور منافقین خوش تھے اور گھی کے چراغ جلا رہے تھے اُن کو یقین تھا کہ قریش کا یہ لشکر جرار مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے گا۔مگر اسلامیانِ مدینہ اور نبی اکرم ﷺ کے تمام شیدائی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور مشاورت میں تھے اور نبی اکرم ﷺ کی محفل میں تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کو بتایا کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گائے ذبح کر رہا ہوں اور میں نے اپنی تلوار میں شکستگی دیکھی ہے میں نے مزید دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں دے دیا ہے۔

صحابہ نے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ !اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا!

اس میں تمہارے لیے رنج کی کوئی بات نہیں کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں نے گائے کو ذبح کیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ میرے کچھ اصحاب شہادت کی خلعت پہنیں گے اور میں نے اپنی تلوار میں جو دندانے دیکھے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ میرے خاندان کا کوئی فرد شہید ہوگا اور مضبوط زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے جسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اولین سیرت نگار ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے روایت کی ہے کہ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا:

اے لوگو! اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر ہی ٹھیرو اور کفار کو اسی جگہ رہنے دو جہاں وہ ہیں اس لیے کہ اگر وہ باہر ٹھہرے رہیں گے تو یہ ٹھہرنا اُن کے لیے تکلیف کا باعث ہوگا اور اگر انھوں نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ہم اُن سے لڑیں گے اور شہر کے پیچ وخم سے ہم اُن سے زیادہ آگاہ ہیں۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے بھی نبی اکرم ﷺ کی اس رائے کی تائید کی اور لوگوں سے کہا ہم نے جب بھی اپنے شہر کا دفاع شہر کے اندر رہتے ہوئے کیا ہم کامیاب ہوئے ہیں اور جب بھی ہم نے شہر سے باہر نکل کے دشمن کا مقابلہ کیا ہے تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ تاہم بہت سے صحابہ اس رائے سے متفق نہ تھے اور اُن میں بہت سے وہ نوجوان شامل تھے جو غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے اور انھیں اس بات کا بہت دکھ تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اُن کے ساتھ شامل تھے اُن کا خیال تھا کہ اس طرح شہر میں چھپے رہنا بزدلی ہے جوانمردی اسی

میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکلا جائے اور اُن کے سامنے جا کے اُن سے مقابلہ کیا جائے۔

عبداللہ بن ابی نے جذبہ جہاد سے سرشار اِن مجاہدین کے خیال کی مخالفت کی اور نبی اکرم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اِن لوگوں کو رہنے دیں اور شہر میں ہی ٹھیرے رہیں اس لیے کہ کفار کا شہر سے باہر ٹھیرنا اُن کے لیے باعث اذیت ہوگا اور اگر انھوں نے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے مرد اور نوجوان اپنی تلواروں کے ساتھ اُن کا چہرہ پھیر دیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے چھتوں سے اُن پہ پتھراؤ کریں گے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو اپنے اس موقف پہ قائم تھے کہ ہر حالت میں شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ چونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اس لیے نماز کا وقت ہونے پر نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب سب کام بھول کر نماز کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے۔ نماز کے بعد صحابہ کے درمیان اسی بات پہ بحث جاری رہی کہ جنگ شہر مدینہ کے اندر رہ کے لڑی جائے یا شہر سے باہر نکلا جائے۔ چنانچہ جب شور حد سے بڑھا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

لوگ مسجد میں ہی تھے اور اُن کے درمیان مباحثہ جاری تھا کہ انصار میں سے حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اُن نوجوانوں کو سرزنش کی جو شہر سے باہر نکل کے جنگ کرنے کے حامی تھے۔

انھوں نے کہا! رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی آتی ہے اس لیے تمہارے لیے مناسب نہ تھا کہ تم نبی اکرم ﷺ پہ اس قدر دباؤ ڈالتے۔

چنانچہ وہ صحابہ شرمندہ ہوگئے اور اپنے عمل پہ ندامت ظاہر کی۔ پھر وہ لوگ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت محمد ﷺ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

نبی اکرم ﷺ جب گھر سے نکلے تو آپ ﷺ نے جنگی ہتھیار لگا رکھے تھے آپ ﷺ نے دو

زرہیں اوپر نیچے پہن رکھی تھیں [61 *]۔

آپ ﷺ نے تلوار حمائل کر رکھی تھی اور تیر کمان بھی ہمراہ تھے۔

لوگوں نے اس بات پہ اپنی شرمندگی کا اظہار کیا کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ پہ شہر سے باہر نکل کے جنگ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ!

یہ لوگ اپنی بات پہ شرمندہ ہیں آپ جنگ کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کریں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

وہ بات جو ہونی تھی وہ تو ہو چکی اور اللہ کے کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب وہ ہتھیار پہن لے تو انھیں دشمن سے جنگ کرنے سے پہلے اتارے۔اس لیے جنگ کی تیاری کرو، اللہ تمہارا مددگار رہے، ہم شہر سے باہر نکل کر دشمن سے جنگ کریں گے۔

اُحد پہاڑ کی طرف روانگی

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور مسلمانوں میں علم تقسیم کیئے۔ نیزے پہ باندھا ہوا ایک جھنڈا آپ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور یہ علم بنو اوس کے لیے تھا۔ اسی طرح کا ایک اور جھنڈا نبی اکرم ﷺ نے بنی خزرج کو بھی عطا کیا اور اُن کا علم بردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

مہاجرین مکہ کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تفویض کیا گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ شہر مدینہ سے نکلے اور آپ ﷺ کے ہمراہ ایک ہزار کے قریب لوگ تھے۔

نبی اکرم ﷺ سکب نامی گھوڑے پہ سوار تھے۔ آپ ﷺ کے گلے میں کمان آویزان تھی اور دستِ مبارک میں ایک چھوٹا نیزہ تھا اور ذوالفقار نامی تلوار تھی جو میان میں تھی۔ اسلام کے اِن جانبازوں کی آنکھوں میں اِک قہر تھا اور دلوں میں وہ عزم جو سمندروں کو بھی ہلا دے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آگے آگے چل رہے تھے آپ ﷺ کے لیے راستہ صاف کر رہے تھے اور لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا شان و شوکت سے مزین مجاہدین اسلام کا یہ لشکر ثنیہ کے مقام پہ پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہاں پہلے سے مسلح افراد کا ایک لشکر موجود ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے لوگوں سے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟

نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن ابی کے حلیف ہیں وہ یہودی ہیں اور دین اسلام کی مدد کو آئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اِن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟

لوگوں نے کہا! نہیں

تب نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ ناگواری کے اثرات ابھرے اور آپ ﷺ نے فرمایا اِن لوگوں کو واپس بھیج دو، ہمیں اِن کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔

صحابہ نے اُن لوگوں کو واپس کردیا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ شیخین کے مقام پہ اترے اور شیخین دو ٹیلوں کو کہا جاتا تھا۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک بار پھر اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور یہاں آپ ﷺ نے کم سن مجاہدین کو واپس مدینے بھیج دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مقام سے جن نوجوانوں کو واپس کیا اُن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے، زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ، عرابہ بن عوص رضی اللہ عنہ اور سعد ابن حبتہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ [62*]

سعد بن حتبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھا کہ انہیں غزوہ خندق میں جنگ کی اجازت عطا فرمائی گئی۔ تب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ وہ خوب جنگ کررہے ہیں اس پہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے خیر کی دعا فرمائی۔

حضرت سعد بن حتبہ رضی اللہ عنہ جنگ کے بعد فرمایا کرتے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی دعا ہی کا اثر ہے کہ میں چالیس بھتیجوں کا چچا ہوں، چالیس بھانجوں کا ماموں ہوں اور خود میرے بیس بیٹے ہیں۔ یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مشہور عالم دین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ انھی کی اولاد سے تھے۔

انھی میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ تھے اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ تھے جنہیں جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ تاہم صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ رافع رضی اللہ عنہ تو بہت عمدہ تیرانداز

ہے۔تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمادی۔

جب اس بات کا علم حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو ہوا تو وہ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا:

یارسول اللہ ﷺ! آپ نے رافع رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمادی ہے اور مجھے منع فرمادیا ہے حالانکہ میں اُس سے زیادہ طاقت ور ہوں آپ چاہیں تو ہماری کشتی کرالیں۔

نبی اکرم ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے کشتی لڑیں۔چنانچہ دونوں نوجوان صحابہ میدان میں اترے اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے جلد ہی حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو پچھاڑ دیا۔تب نبی اکرم ﷺ نے دونوں صحابہ کو جنگ میں شرکت کی اجازت عطا فرمادی۔

لشکر کے معائنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے شیخین کے مقام پہ ہی نماز مغرب اور عشاء ادا فرمائی۔اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔آنحضرت محمد ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پچاس سواروں پہ امیر مقرر کیا اور انھیں رات کو لشکر گاہ کی حفاظت پہ متعین فرمایا۔خاص رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی حفاظت حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمے لی تھی اور نہایت تندہی سے اپنا فرض ادا کیا۔رات کے آخری حصے میں نبی اکرم ﷺ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور ایک مقام شوط پہ نماز فجر ادا کی۔یہیں سے عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو ساتھیوں سمیت نبی اکرم ﷺ کے لشکر سے الگ ہوگیا اور واپس چلا گیا۔

عبداللہ بن ابی نے کہا کہ آپ ﷺ نے نادان لڑکوں کی بات مان لی ہے اور ہماری بات کو پس پشت ڈال دیا ہے اس لیے ہم کیوں اپنی گردنیں کٹوائیں۔

عبداللہ بن ابی کے ساتھ جانے والے اکثر لوگوں کا تعلق بنو خزرج سے تھا۔

چنانچہ بنو خزرج کا ایک اور سردار عبداللہ بن عمرو ابن حرام رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور منافقین سے کہا

بخدا! تم نے اُس وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑا ہے جب دشمن کی تلواریں بے نیام ہو چکی ہیں اس لیے تمہاری اس غداری کو اللہ رب العزت کبھی معاف نہیں کریں گے۔

عبداللہ نے ابی نے کہا؛

تم فکر نہ کرو ہم جانتے ہیں کہ یہاں کوئی جنگ نہ ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن حرام رضی اللہ عنہ نے انھیں واپس جاتے دیکھ کر فرمایا؛

جاؤ! اللہ تمہیں ہلاک و برباد کرے انشاء اللہ جلد ہی حق تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تم سے مستغنی کر دے گا۔

یہیں دو اور گروہوں کے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ وہ واپس چلے جائیں اور اُن کے دل زور سے دھڑکے مگر چونکہ وہ منافق نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اِن کے دلوں پہ سکون اتار دیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ دو گروہ جن کا ذکر قرآن حکیم میں کیا گیا ہے وہ اوس میں سے بنی حارثہ اور خزرج میں سے بنی سلمہ کے خاندان تھے۔ قرآن حکیم میں اِن کا ذکر اِس آیت میں کیا گیا ہے۔

”اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَاتَّقُوْا اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران آیات 4/3)

ترجمہ؛

”یاد کرو جب تم میں سے دو گروہوں نے دل میں خیال کیا کہ وہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو اِن دونوں جماعتوں کا مددگار تھا پس مسلمانوں کو صرف اللہ ہی پہ بھروسہ کرنا چاہیے“۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

منافقین کی واپسی کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

تم میں سے کوئی ہے جو ہمیں اِس ٹیلے کی طرف سے احد کی طرف لے جائے۔

حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ جن کا تعلق بنی حارث بن حارث سے تھا انھوں نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ ! میں ایسے راستے کو جانتا ہوں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ اور لشکر اسلام کو بنی حارثہ کے پتھریلے میدانوں اور اُن کے کھیتوں سے گذارتے ہوئے مربع بن قنیطی کے چشمہ پہ پہنچا اور وہ بد بخت منافق تھا۔

جب ہم اُس منافق کے باغ سے گذرے تو وہ زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کی طرف پھینکنے لگا اگر چہ وہ اندھا تھا۔

اُس نے کہا:

اگر میں دیکھ سکتا تو میں یہ مٹی تمہارے رسول کے منہ پہ پھینکتا۔

صحابہ نے اُس کی یہ بکواس سنی تو اُسے مارنے کے لیے دوڑے۔

اگر چہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو منع کر دیا تھا کہ اس کو چھوڑ دو یہ آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ دل سے بھی اندھا ہے مگر اس سے قبل ہی حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان سے اس منافق کا سر پھوڑ دیا تھا۔

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ؛

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے جبل احد کے قریب وادیٔ کے کنارے ایک گھاٹی میں پڑاؤ کیا جبل احد آپ ﷺ کی پشت پہ تھا۔

اور یوں اسلام اور کفر کا لشکر آمنے سامنے ہوئے۔

غزوہ احد کا بہ نظر غائر مشاہدہ کریں تو روز احد کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

دن کا پہلا حصہ جب مسلمانوں کو اللہ نے واضح فتح عطا فرمائی۔

دن کا دوسرا حصہ جب مسلمانوں نے گھاٹی چھوڑ دی تو کفار نے پلٹ کر مسلمانوں پہ حملہ کر

دیا مسلمانوں کو قتل کیا اور رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا۔

دن کا تیسرا حصہ جب مسلمانوں کو علم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ جھوٹی تھی تو وہ پلٹ آئے اور اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر کفار کا منہ توڑ دیا۔ تب قریش مسلمانوں کے زیادہ نقصان کے باوجود جنگ کرنے سے گریزاں نظر آئے اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ واپس روانہ ہو گئے جب کہ مسلمانوں نے اُن کے جانے کے بعد لشکر گاہ کو چھوڑا۔

چنانچہ غزوہ احد کو ہم اسی ترتیب کے مطابق بیان کریں ۔

انشاءاللہ

دن کا پہلا پہر

وہ میدان احد تھا اور مسلمان اللہ رب العالمین کا نام بلند کرنے کو بے چین تھے اور کفار تھے جو اللہ رب العزت کا نام لینے والوں کے خون کے پیاسے تھے۔ وہ اس عزم سے معمور تھے کہ آج وہ اللہ کے نام لینے والے ہر فرد کو قتل کر دیں گے اور جبل احد تھا جو اُن سارے منظروں کا چشم دید گواہ بننے والا تھا۔ جو حق و باطل کے اُس معرکے میں پیش آنے والے تھے، اور دامن احد کی پتھریلی زمین تھی جس نے ابلتے خون کو اپنے دامن میں جذب کرنا تھا، جس نے مقدس جسموں کو اپنی آغوش میں لینا تھا اور اللہ کے رسول تھے جن کی دعاؤں نے عرش کو ہلا دینا تھا اور صحابہ تھے جن کے اندر مچلتے جذبات کی تپش کو سمندر بھی نہ بجھا سکتے تھے اور اُن کے یقین کے آگے تمام جہاں سرنگوں تھے اور عزیمت و شجاعت کی وہ داستانیں تھیں جن کا ذکر رہتی دنیا تک کیا جانا تھا اور وہیں کہیں وحشی تھا جو کسی بڑے پتھر کی اوٹ میں رسول اللہ ﷺ کے چچا کی تاک میں تھا اور کفار قریش کی رقاصائیں تھیں جن کی پازیبیں نغمگی بکھیرتی تھیں اور کفار قریش کو اُن کے کفر پہ پختہ کرتی تھیں اور اہل بدر کا نوحہ کہتی ہندہ تھی اور اپنے سپاہیوں کے دلوں میں شعلے بکھیرتی تھی اور کفار کے وہ سوار تھے جن کو اپنے ہتھیاروں اور تیز رفتار گھوڑوں پہ ناز تھا اور وہیں کچھ ایسے تھے جن کے ہتھیاروں کی نسبت اُن کی نگائیں زیادہ شعلے اگلنے پہ مائل تھیں کہ انھیں یقین کی

دولت سے نوازا گیا تھا۔

سورج نے اس صبح جب اپنی کرنیں دامن احد میں بکھیریں تو رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کی صفیں سیدھی کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو لشکر سے الگ کیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اُن پہ امیر مقرر کیا۔ اور اس دستے کو گھاٹی پہ متعین کیا جو مسلمانوں کی پشت کی جانب تھی اور دشمن وہاں سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔

اس دستے کو ہدایات دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

تم نے اُس وقت تک اپنا مورچہ نہیں چھوڑنا جب تک کہ میں تمہیں واپس نہ بلاؤں۔ اگر تم دیکھو کہ اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمادی ہے اور ہم دشمن کو روند رہے ہیں تب بھی تم نے اپنا مورچہ نہیں چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ ہمیں شکست ہوگئی ہے اور پرندے ہمیں اچک کے لے جا رہے ہیں تب بھی تم نے اپنا مورچہ نہیں چھوڑنا اور اگر گھڑ سوار تم پہ حملہ آور ہوں تو اُن پہ تیروں کی بارش کرنا۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں کہ ہماری پشت کو خالی مت چھوڑنا یاد رکھو جب تک تم اپنی جگہ جمے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! میں تمہیں اِن پہ گواہ بناتا ہوں کہ میں نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو ایک عظیم الشان خطاب کیا جس کا متن ہم یہاں "سبل الھدیٰ جلد چہارم" سے درج کر رہے ہیں۔

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ !

اُوْصِیْکُمْ بِمَآ اَوْصَانِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ مِنَ الْعَمَلِ بِطَاعَتِہٖ وَالتَّنَاھِیْ عَنْ مَحَارِمِہٖ ثُمَّ اِنَّکُمُ الْیَوْمَ فِیْ مَنْزِلِ اَجْرٍ وَّذُخْرٍ لِمَنْ ذَکَرَ الَّذِیْ عَلَیْہِ ثُمَّ وَطَّنَ نَفْسَہٗ لَہٗ عَلَی الصَّبْرِ وَالْیَقِیْنِ وَالْجِدِّ وَالنِّشَاطِ فَاِنَّ جِھَادَ الْعَدُوِّ شَدِیْدٌ کَرِیْہٌ قَلِیْلٌ مَنْ یَّصْبِرُ عَلَیْہِ اِلَّا مَنْ عَزَمَ اللّٰہُ

تَعَالٰی رُشْدَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَعَ مَنْ اَطَاعَہٗ وَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ مَنْ عَصَاہٗ فَافْتَتِحُوْا اَعْمَالَکُمْ بِالصَّبْرِ عَلَی الْجِهَادِ وَالْتَمِسُوْا بِذٰلِكَ مَا وَعَدَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَلَیْکُمْ بِالَّذِیْ اَمَرَ کُمْ بِہٖ فَاِنِّیْ حَرِیْصٌ عَلٰی رُشْدِکُمْ وَاِنَّ الْاِخْتِلَافَ وَالتَّنَازُعَ وَالتَّثْبِیْطَ مِنْ اَمْرِ الْعَجْزِ وَالضُّعْفِ مِمَّا لَا یُحِبُّ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا یُعْطِیْ عَلَیْہِ النَّصْرَ وَ الظَّفَرَ ۔

یٰاَیُّهَاالنَّاسُ !

جُدِّدَ فِیْ صَدْرِیْ اَنَّ مَنْ کَانَ عَلٰی حَرَامٍ فَرَّقَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ وَمَنْ رَغِبَ لَہٗ عَنْہٗ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ ذَنْبَہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلَائِکَتُہٗ عَشْرًاوَمَنْ اَحْسَنَ مِنْ مُسْلِمٍ اَوْکَافِرٍ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ فِیْ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ فِیْ عَاجِلِ دُنْیَاہُ وَاٰجِلِ اٰخِرَتِہٖ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَیْہِ الْجُمُعَةُ اِلَّا صَبِیًّا اَوِامْرَاۃً اَوْمَرِیْضًا اَوْ عَبْدًا مَّمْلُوْکًا وَمَنِ اسْتَغْنٰی اللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ مَآ اَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَا اَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی النَّارِ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَا اَعْلَمُ مِنْ عَمَلٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی النَّارِ اِلَّا وَ قَدْ نَهَیْتُکُمْ عَنْہٗ وَاَنَّہٗ قَدْ نَفَثَ فِیْ رُوْعِی الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ اِنَّہٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَوْفِیَ اَقْصٰی رِزْقِهَا لَا یُنْقَصُ مِنْہُ شَیْءٌ وَاِنْ اَبْطَأَ عَنْهَا فَاتَّقُوْا اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَاَجْمِلُوْا فِیْ طَلَبِ الرِّزْقِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اِسْتِبْطَاءُہٗ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعْصِیَةِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنَّہٗ لَایَقْدِرُ عَلٰی مَا عِنْدَہٗ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ قَدْبَیَّنَ لَکُمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ غَیْرَ اَنَّ بَیْنَهُمَا شُبَهًا مِّنَ الْاَمْرِ مَنْ وَقَعَ فِیْهَا کَانَ کَالرَّاعِیْ اِلٰی جَنْبِ الْحِمٰی اَوْشَكَ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ وَلَیْسَ مَلِكٌ اِلَّا وَاِنَّ حِمَی اللّٰہِ

تَعَالٰی مَحَارِمُہٗ وَالْمُؤمِنُ مِنَ الْمُؤ مِنِیْنَ کَالرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی تَدَاعٰی عَلَیْہِ سَائِرُ جَسَدِہٖ

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ"۔

ترجمہ؛

اے لوگو!

"میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔ آج تم اجر وثواب کے مقام پہ کھڑے ہو تو جس نے اپنے مقام کو یاد رکھا اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر یقین جہد مسلسل اور خوشدلی کا خوگر بنایا کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے اور کم ہی لوگ اس آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہیں بجز اُن لوگوں کے جنہیں اللہ نے سیدھے راستہ پہ استحکام عطا فرمادیا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے بے شک شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہو۔ آج اپنے اعمال کی ابتداء جہاد میں صبر سے کرو اور اپنے رب سے طلب کرو اس صبر کا بدل جو فتح کی صورت ہو اور جس کا اللہ نے تم سے وعدہ فرمارکھا ہے تو جس چیز کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی کرو اس لیے کہ میں تمہاری ہدایت یابی کا مشتاق ہوں ۔ باہمی اختلاف، جھگڑا اور بزدلی عجز کمزوری کی علامتیں ہیں اور اللہ اِن چیزوں کو پسند نہیں کرتا وہ ایسے لوگوں کو کبھی کامیابی اور فتح سے نہیں نوازتا۔

تو اے لوگو!

اللہ تعالیٰ نے یہ چیز پھر سے میرے سینے میں ڈال دی ہے کہ جو شخص حرام کاموں سے باز نہیں آتا اللہ تعالیٰ اسے خود سے دور فرمادیتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے حرام کاموں سے رُک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیتا ہے۔ یادرکھو کہ جو شخص

مجھ پہ ایک بار درود وسلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔ جو شخص احسان کرے اور کسی مسلمان پر یا کافر کے ساتھ تو اس کا اجر اللہ کے ہاں محفوظ ہو جاتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پہ ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے بجز نابالغ بچے کے، عورت کے بیمار اور غلام کے اور جو شخص نماز جمعہ سے بے پرواہی برتے گا تو اللہ تعالیٰ بھی بے نیاز ہے غنی ہے اور سب تعریفوں کا سزاوار ہے۔ میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس کو بجالانے کا حکم دیا ہے اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں آتش دوزخ سے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔ میرے دل میں جبرائیل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی اپنے حلق سے نہ اتار لے اور اس میں سے ذرا کم نہ ہوگا اور نہ اس میں دیر ہوگی پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو اور رزق طلب کرنے کے خوبصورت طریقے اختیار کرو اور جب رزق کے تم تک پہنچنے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو اس بات کا برا نہ منانا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رزق حاصل کرو اس لیے کہ جو چیز تیرے رب کے پاس ہے اسے تو عاجزی سے ہی حاصل کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال و حرام کو بیان کر دیا ہے۔

اِن کے علاوہ اِن کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں تو جو اِن کی طرف لپکے گا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے کنارے تک پہنچ جاتا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس محفوظ چراگاہ میں داخل ہو جائے کوئی بادشاہ ایسا نہیں مگر اس کی چراگاہ محفوظ ہوتی ہے۔

خبردار! اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اس کے محارم ہیں ایک مومن دوسرے مومنوں کے

لیے اس طرح ہے جیسے کہ سر کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جب سر بیمار ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔

تم پہ اللہ کی طرف سے سلامتی ہو"۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اس فصیح و بلیغ خطبے کے بعد نبی اکرمﷺ صحابہ کی صفوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

کون ہے جو اس تلوار کو اس وعدے کے ساتھ لیتا ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے گا کئی صحابہ آگے بڑھے تاکہ یہ سعادت اُن کے حصے میں آئے۔ جن میں حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور حضرت زبیرؓ شامل تھے۔ مگر نبی اکرمﷺ نے اِن صحابہ کو تلوار عطا نہ کی۔

پھر حضرت ابودجانہؓ صف سے آگے نکلے اور فرمایا:

یارسول اللہﷺ اس تلوار کا حق کیا ہے؟

نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس تلوار سے دشمن پہ اس قدر وار کئے جائیں کہ یہ تلوار مڑ کے رہ جائے۔

حضرت ابودجانہؓ نے عرض کی!

یارسول اللہ!ﷺ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس تلوار کا خوب حق ادا کروں گا۔

نبی اکرمﷺ نے یہ تلوار حضرت ابودجانہؓ کو عطا فرمادی۔

لشکر اسلام میں شوق شہادت کا جذبہ لہریں لیتا تھا اور وہ کفار قریش کا خون بہانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ وہ موت سے ذرا بھی خوفزدہ نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھوں سے جھانکتی سرخی اس بات کی غماز تھی کہ دنیا کی کوئی طاقت اُن کو سرنگوں نہیں کر سکتی اور نہ اِن پہ فتح حاصل کر سکتی ہے۔

جب جذبوں کا عالم یہ ہو کہ موت کی خواہش میں لوگ جلدی کرنے لگیں تو میدان کا منظر کبھی نہیں بدلتا بلکہ اُن کی شجاعت اُن کی آرزوؤں کو تکمیل تک پہنچا دیتی ہے۔

اور یہی جذبہ تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے مورخین نے لکھا؛

جنگ سے ذرا پہلے جب صحابہ مدینے سے نکلے تو راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ ساتھ ساتھ تھے کسی پڑاؤ پہ وہ رکے تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا:

کل حق و باطل کے درمیان میدان سجے گا آؤ پروردگار عالم سے اپنی کامیابی کی دُعا مانگ لیں۔

چنانچہ وہ دونوں صحابہ ایک طرف ہو گئے اور بارگاہ رب العزت میں فریاد کی۔

حضرت سعد بن وقاص نے پہلے دعا کی اور کہا اے میرے رب!

کل جب میدان سجے تو میرے مقابلے میں عربوں کا ایک شجاع بھیج جس کی شجاعت مسلّمہ ہو ، میں اُس سے مقابلہ کروں اور تیری راہ میں اُس سے لڑوں پھر مجھے اس پہ غلبہ عطا فرما میں اس کو قتل کروں اور اس کا سامانِ حرب اتار لوں۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کہا:

آمین (یا اللہ اس فریاد کو شرفِ قبولیت بخش)

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دُعا فرمائی اے رب العزت!

کل جب میدان سجے تو میرے مقابلے پہ کفار میں سے ایسا شخص بھیج جو طاقتور ہو فن حرب میں ماہر ہو میں تیری رضا کے لیے اُس سے جنگ کروں وہ مجھ سے جنگ کرے پھر وہ مجھ پہ غالب آ جائے وہ مجھے قتل کرے اور قتل کرنے کے بعد بھی مجھ کو نہ چھوڑے بلکہ میرا ناک اور کان کاٹ لے تاکہ روز محشر جب میں تجھ سے ملوں تو تُو مجھ سے پوچھے تیرا ناک اور کان کس نے کاٹے ہیں تو میں جواب دوں کہ یا رب یہ ناک اور کان تو میں نے تیری راہ میں کٹائے ہیں۔ تب اللہ

رب العزت اپنے ملائکہ کو مخاطب کر کے فرمائیں گے اس شخص نے سچ کہا:

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دُعا ختم کی تو حضرت سعد بن وقاصؓ نے کہا:

آمین (یا اللہ اس فریاد کو شرفِ قبولیت بخش)

جنگ کے بعد حضرت سعد بن وقاصؓ نے کہا:

وہ مجھ بازی لے گیا کہ وہ شخص مجھ سے عمدہ تھا اور اُس کی دُعا بھی مجھ سے عمدہ تھی مگر اب وقت گذر چکا تھا اس لیے جب میدان احد سجا تو حضرت سعد ابن وقاصؓ اپنے مقابل آنے والوں کو قتل کرتے رہے اور حضرت عبداللہ جحشؓ نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا اور اُن کے کان اور ناک کاٹ لی گئی۔

سرفروشوں کے جذبوں کا عجیب عالم تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی صفیں سیدھی کر رہے تھے۔

حضرت ابو دجانہ نے اپنے سر پہ سرخ پٹی باندھ لی تھی اور لوگ اسے موت کا نشان کہتے تھے اور جانتے تھے کہ جب ابو دجانہؓ اپنے ماتھے پہ سرخ پٹی باندھ لیتا ہے تو موت بھی اس سے خائف نظر آتی ہے وہ مسلمانوں کی صفوں کے آگے سینہ پھیلائے اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا اور اُن کے ہاتھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کی ہوئی تلوار تھی۔

اُسے اس حالت میں دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو یہ چال بالکل پسند نہیں مگر صرف اس موقعہ پر۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

دوسری طرف لشکر قریش میں بھی انتقام لہریں لے رہا تھا اور شیطان اُن کو اکسا رہا تھا اُن کا خیال تھا کہ آج وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں گے اُن کی عورتیں اپنے مردوں کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں اور بدر کے مقتولین کا تذکرہ کر رہی تھیں تا کہ اُن کے مرد انتقام کی سلگتی آگ کو بجھا سکیں۔

اور اُن میں ہند بن عتبہ پیش پیش تھی اور اس کی زبان پہ یہ اشعار تھے۔

وَیْحًا بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ
وَیْحًا وَحُمَاۃَ الْاَدْبَارِ
ضَرْبًا بِکُلِّ بَتَّارٍ

واہ واہ ! اے عبدالدار کے بیٹو ۔ واہ واہ ! ہماری پشتوں کی حفاظت کرنے والو اپنی کاٹنے والی تیز تلواروں سے دشمن پہ کاری ضرب لگاؤ ۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ
نَمْشِیْ عَلَی الْمَنَّارِقِ

ہم قریش کے معزز لوگوں کی بیٹیاں ہیں ہمیں نرم و گداز قالینوں پہ چلنے کی عادت ہے۔

اِنْ تَقْبَلُوْا نُعَانِقِ
اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقِ

ہمارے گلوں میں موتیوں کے ہار ہیں اور ہماری مانگ کستوری سے ہی سجتی ہے۔

اَلدُّرُّ فِی الْمَخَانِقِ
وَالْمِسْکُ فِی الْمَفَارِقِ
فِرَاقٌ غَیْرُ وَامِقِ

اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو

ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی ایسی جدائی جس کا ہمیں کوئی دکھ نہ ہوگا۔

ابوسفیان اپنے لشکر میں گھوم پھر رہا تھا اور لوگوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا وہ بنوعبدالدار کی طرف گیا اور اُن سے کہا:

اے بنی عبدالدار! تم جانتے ہو کہ جب تک کسی قوم کا علم بلند رہتا ہے تب تک وہ قوم دشمن پہ غالب رہتی ہے اور جونہی اُن کا علم گر جاتا ہے تو قوم کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں اس سے قبل اگرچہ تم نے قریش کی علم برداری کا فرض خوب ادا کیا ہے مگر مسلمانوں کے مقابلے میں روز بدر جو کچھ بھی پیش آیا وہ قوم کے لیے ہرگز خوش کن نہ تھا اس لیے اگر تم سمجھتے ہو کہ تم یہ ذمہ داری اٹھانے کے اہل ہو تو علم کو اپنے پاس رکھو دوسری صورت میں بہت سے لوگ اس اعزاز کے متمنی ہیں اور قریش میں نہ شجاعوں کی کمی ہے نہ علم برداروں کی۔

ابوسفیان کی یہ باتیں سن کر بنوعبدالدار بھڑک اٹھے اور انھوں نے کہا:

میدان جمنے دو ہم ثابت کر دیں گے کہ قریش میں ہم سے بڑھ کر کوئی بھی اس مرتبے کا حقدار نہیں۔ اور ابوسفیان کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ بنوعبدالدار کو بھڑکا دے تاکہ اُن کے سر بے شک کٹتے رہیں مگر وہ قریش کے علم کو سرنگوں نہ ہونے دیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا۔

حقیقت یہی ہے کہ جنگ احد میں بنوعبدالدار نے اس مرتبے کے تقاضوں کو احسن طور پہ پورا کیا تھا۔ ایک ایک کر کے اُن کے گیارہ علم بردار مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے مگر انھوں نے بہت دیر تک اپنے علم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

ابوسفیان نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور اس کا لشکر مسلمانوں سے چار گنا تھا اُس نے میمنہ پہ خالد بن ولید اور میسرہ پہ عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر کیا قلب میں وہ خود اپنی فوج کو کمان کر رہا تھا

۔ابوسفیان نے اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور اپنی صفوں سے آگے بڑھ کے اہل مدینہ کو پکارا!

اُس نے کہا:

اے گروہ اوس وخزرج تم لوگ ہمارے اور ہمارے خاندان کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے ابوسفیان کو جواب دیا؛

مگر ہمیں تم سے سروکار ہے اس لیے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہو اور ہم تمہارے خون سے اپنی تلواروں کو رنگنا چاہتے ہیں۔

ابوسفیان نے انہیں برا بھلا کہا اور اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔

پھر عمرو بن عامر فاسق آگے بڑھا اور اُس نے قبیلہ خزرج سے کہا قرابتداری کا خیال کرو اور محمد کو چھوڑ کر میرے ساتھ آ جاؤ۔

بنوخزرج نے اُسے جواب دیا:

او فاسق! ہم تمہارے خون کے پیاسے ہیں ذرا میدان تو سجنے دو۔

عمرو بن عامر یہ کہتا ہوا شرمندہ سا واپس آ گیا کہ میری غیر موجودگی میں میری قوم کے خیالات بدل گئے ہیں۔

اس کے بعد عرب دستور کے مطابق انفرادی مقابلوں سے جنگ کا آغاز ہوا۔

کفار کی طرف سے ایک سوار نکلا اور اُس کا سارا جسم لوہے میں غرق تھا اُس نے مسلمانوں کو پکارا اور کہا کون ہے جو میرے مقابلے پہ آتا ہے۔

کچھ دیر تک مسلمانوں کے لشکر سے اُس کے مقابلے میں کوئی بھی نہ نکلا۔

جب اُس نے تیسری بار پکارا تو حضرت زبیرؓ تیزی سے نکلے اور دوڑ لگا دی حتیٰ کہ اچھل کر اُس کافر کے اونٹ پہ چڑھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اِن میں سے جو پہلے نیچے گرے گا وہ مارا جائے گا۔

حضرت زبیرؓ اُس کے اونٹ پہ ہی اُس سے الجھ گئے اور وہ کافر اونٹ سے نیچے آرہا حضرت زبیر ؓ نے اونٹ سے اُس کے اوپر چھلانگ لگائی اور اپنی تلوار سے اُس کا پیٹ چاک کر دیا۔

یہ دیکھ کر آنحضرت محمدﷺ نے حضرت زبیرؓ کی تعریف فرمائی اور کہا:

ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

پھر نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

اگر زبیرؓ اس شخص کے مقابلے پہ نہ نکلتے تو میں خود اس شخص کے خلاف نکلتا۔

اس کے بعد قریش کی صفوں سے طلحہ بن ابن ابی طلحہ نکلا اور اس کے ہاتھ میں اہل قریش کا علم تھا۔

اُس نے مسلمانوں کے لشکر سے مبازرطلب کیا اور کہا:

کون ہے جو میرے سامنے آئے؟

اُس نے کئی بار مسلمانوں کو پکارا مگر صحابہ خاموش تھے۔

تب اُس نے کہا! محمد کے ساتھیو!

تم تو خیال کرتے ہو کہ اگر تم کو قتل کیا جائے گا تو تم جنت میں جاؤ گے اور اگر ہم میں سے کوئی قتل ہو تو وہ دوزخ میں جائے گا تو کون ہے جو تم میں سے مجھے جہنم کی طرف روانہ کرے یا میری وجہ سے خود جنت میں چلا جائے۔

خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو ورنہ میرے مقابلے پہ نہ آتے۔

صحابہ اس انتظار میں تھے کہ رسول اللہﷺ کسی کو حکم دیں مگر جب نبی اکرمﷺ نے کوئی حکم نہ دیا اور خاموش رہے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ تمام صحابہ کو اجازت ہے کہ کوئی بھی نکلے اور طلحہ کا مقابلہ کرے۔

چنانچہ حضرت علیؓ مسلمانوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکلے اور طلحہ کو للکارا؛

دونوں نے ایک دوسرے پہ حملے شروع کر دیئے اور جلد ہی حضرت علیؓ اُس کافر پہ بھاری پڑنے

لگے اور پھر حضرت علیؓ نے اپنی خاراشگاف تلوار بلند کی اور اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ طلحہ زمین پہ گرا اور حضرت علیؓ نے اُس پہ وار کرنے کے لیے تلوار لہرائی مگر اُس پہ حملہ نہ کیا اور پیچھے ہٹ آئے۔

صحابہ نے پوچھا ابن ابی طالب تم نے اپنا کام مکمل کیوں نہ کیا؟

حضرت علیؓ نے فرمایا! دراصل اس کا ستر کھل گیا تھا اور مجھے شرم آگئی پھر میں جان گیا تھا کہ وہ اب بچنے والا نہیں۔

اور واقعی تھوڑی دیر بعد وہ جہنم کو روانہ ہو گیا۔

طلحہ کے گرنے کے بعد قریش کا علم اُس کے چھوٹے بھائی عثمان بن ابی طلح نے اٹھا لیا مگر جونہی اس نے کفار کا علم اٹھایا تو حضرت حمزہؓ کسی شیر کی طرح گرجے اور عثمان بن ابی طلحہ کا وہ بازو جڑ سے کاٹ دیا جس میں اس نے قریش کا علم اٹھایا تھا۔

اب گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تھی۔

دونوں لشکر باہم مل گئے تھے اور خوب دادِ شجاعت دے رہے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ کفار کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا تھا کیونکہ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت ابودجانہؓ کے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر رہا تھا۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ!

جب نبی اکرم ﷺ نے ابودجانہؓ کو مجھ پہ فوقیت دی حالانکہ میں آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا تھا تو میں نے سوچا کہ ابودجانہؓ پہ نظر رکھوں گا اور دیکھوں گا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو مجھ پہ برتری کس لیے عطا فرمائی۔

اور میں نے دیکھا کہ وہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے۔

اَنَا الَّذِیْ عَاھَدَنِیْ خَلَیْلِی وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَی النَّخِیْلِ

اِنَّا اَقُوْمَ الدَّهْرَ فِی الْكَيُّوْلِ اَضْرِبْ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے اس وقت یہ معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامانِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا اللہ اور اس کے رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا۔

ابن سحٰق نے لکھا کہ!

حضرت ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ دشمن کے قلب میں گھس گئے تھے اُن کے چاروں طرف کفارِ قریش تھے مگر کوئی اُن کے نزدیک آنے کی جرأت نہ کرتا تھا کہ اُن کے سامنے جو بھی آتا وہ اسے گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتے تھے۔

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کفار کا ایک شخص جو یقیناً پست ذہنیت کا مالک کوئی برا شخص تھا۔ لشکرگاہ میں گھوم رہا تھا اور اُس کی راہ میں جو بھی زخمی مسلمان آتا وہ اس کا سر کاٹ دیتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خواہش کی کاش اُس کا سامنا ابو دجانہ سے ہو اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے رہے حتیٰ کہ ابو دجانہ نے اسے للکارا اور اُس پہ حضرت ابو دجانہ نے اس زور سے وار کیا کہ اُس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں؛

ابو دجانہؓ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو لوگوں کو جنگ پہ اکسا رہا تھا۔

ابو دجانہؓ کسی بجلی کی طرح اُس کے سر پہ پہنچے تلوار اٹھائی کہ اُس کا سر قلم کر دیں مگر پھر رک گئے۔ میں اُن سے کچھ دور تھا مگر جب اُن کے قریب گیا تو میں نے پوچھا کہ آپ نے اُس آدمی کو کیوں چھوڑ دیا جو لوگوں کو جنگ پہ اکسا رہا تھا۔

حضرت ابو دجانہؓ مسکرائے اور کہا:

وہ آدمی کہاں تھا وہ تو کوئی عورت تھی اس لیے میں نے اپنی تلوار کو روک لیا تھا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی محترم تلوار کو کسی عورت کے خون سے آلودہ کروں۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں ابودجانہ کے اتنا کہنے سے میں جان گیا کہ وہ ہند بنت عتبہ تھی۔

مشہور مورخ برہان الدین حلبیؒ نے حضرت زبیرؓ ہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ کفار پہ بے پناہ حملوں کی وجہ سے حضرت ابودجانہؓ کی تلوار مڑ گئی ہے اور وہ میدان جنگ کے ایک کنارے پہ بیٹھے دو پتھروں سے اپنی تلوار کو جنگ کے قابل بنانے کی کوشش کررہے تھے کہ وہ پھر سے جنگ میں مشغول ہوسکیں۔ پھر جب اُنہوں نے اپنی تلوار کو کسی حد تک سیدھا کرلیا تو پھر سے میدان جنگ میں کود پڑے اور کفار کو بے دریغ قتل کرنے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کی تلوار سے کیا گیا عہد بہ احسن طور پہ پورا کیا تھا۔

ادھر حضرت علیؓ بھی خوب دادِ شجاعت دے رہے تھے۔

اُن کے سامنے ابوسعید بن طلحہ آیا اور اُس نے حضرت علیؓ کو للکارا!

حضرت علیؓ اس کے سامنے آئے اور دونوں لوگ ایک دوسرے پہ حملہ کرنے لگے اور یہ مقابلہ لشکر کی صفوں کے عین بیچ میں ہورہا تھا۔ جلد ہی حضرت علیؓ نے اُس کافر کو زیر کرلیا اور لوگوں نے دیکھا کہ خاک وخون سے تڑپتا اُس کا لاشا میدان میں پڑا تھا اور حضرت علیؓ اپنی تلوار سے اُس کا نجس خون صاف کررہے تھے۔ میدان جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا اور وہ کفار کو بے دریغ قتل کررہے اس دوران خالد بن ولید نے تین دفعہ گھاٹی پہ حملہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی پشت پہ آکر اس جنگ کا نقشہ بدل سکے مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا تھا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں نے خالد بن ولید کے حملوں کو اپنی بے پناہ تیراندازی سے بری طرح پسپا کیا تھا۔

ادھر کفار کے علم بردار پے درپے قتل ہورہے تھے۔ پہلے طلحہ بن ابی طلحہ قتل ہوا، اس کے بعد اُس کا

بھائی عثمان بن ابی طلح قتل ہوا، پھر اُن کا تیسرا بھائی ابوسعد بن ابی طلحہ آگے بڑھا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے تیر مار کے اسے بھی قتل کر دیا، پھر طلحہ بن ابی طلحہ کے بیٹے مسافع بن ابی طلحہ نے کفار قریش کا علم اٹھایا تو اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، مسافع بن ابی طلحہ کے قتل کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی حارث بن طلحہ آگے بڑھا تو عاصم نے نعرہ مارا میں ابن افلح ہوں اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا وہ نیم جان سا اپنی ماں سلافہ بنت سعد کی گود میں پہنچا تو اُس کی ماں نے پوچھا مجھے بتا تم کو کس نے قتل کیا ہے۔

حارث بن طلحہ نے اپنی ماں سے کہا مجھے میرے بھائی اور میرے باپ کو ابن افلح نے قتل کیا ہے۔تب اُس کی ماں سمجھ گئی کہ اُس کے بیٹوں اور شوہر کو حضرت عاصم بن ثابت ابن افلح نے قتل کیا ہے۔سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اسے عاصم کا سر دستیاب ہو گیا تو وہ اس کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پئے گی۔اُس نے اعلان کیا کہ جو اسے ابن افلح کا سر لا کے دے گا وہ اس کو سو سرخ اونٹ انعام دے گی مگر اللہ تعالیٰ نے اُس مشرک عورت کی یہ قسم پوری نہ ہونے دی اور حضرت عاصم بن ثابت بہ خیر و عافیت رہے۔

وہ چشمہ رجیع پہ شہید ہوئے اور یہ معرکہ بعد میں پیش آیا تھا۔

حارث کے بعد سلافہ کا تیسرا بیٹا کلاب بن طلحہ آگے بڑھا اور اُس نے علم اٹھا لیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ بھی حضرت زبیر بن عوام کے ہاتھوں قتل ہو گیا پھر سلافہ کا چوتھا بیٹا جلاس بن طلحہ آگے بڑھا اور اُس نے قریش کا علم اٹھایا جلاس نے پرچم کو ہوا میں لہرایا اور کفار کو پکارا۔مگر ابھی اُس کی پکار ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اُس کو گرا دیا اور قتل کر دیا۔کفار کا پرچم اب ارطاۃ بن شرجیل نے اٹھایا مگر وہ بھی جلد ہی سیّدنا علیؓ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔پھر شریح بن قارض نے زمین پہ پڑے ہوئے قریش کے علم کو اٹھایا اور مسلمانوں نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا اُسے حضرت حمزہؓ نے شہید کیا۔اب قریش کا پرچم ابو زید بن عمیر نے اٹھایا جسے قزمان نے

قتل کیا۔ابوزید بن عمیر کے قتل کے بعد قریش کا پرچم قاسط بن شرجیل نے اٹھالیا جوارطاۃ بن شرجیل کا بھائی تھا قزمان نے قاسط کو بھی قتل کر دیا۔اب کفار کا پرچم زمین پہ پڑا تھا اور کفار قدرے بد دلی سے لڑ رہے تھے اس لیے کہ کفار قریش کے پرچم کو بلند رکھنے کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے بنو عبدالدار کے تقریباً تمام ہی شجاع قتل ہو چکے تھے اور اب اُس پرچم کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا پھر اُن کے ایک حبشی غلام نے اس پرچم کو اٹھالیا۔

اُس حبشی غلام کا نام صواب بیان کیا گیا ہے۔

اُس نے پرچم اٹھایا اور قریش کو للکارا!

قزمان اُس کی طرف لپکا اور صواب کے اُس بازو کو جڑ سے کاٹ دیا۔

صواب نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں اٹھالیا۔

قزمان نے اُس کا دوسرا بازو بھی کندھے سے کاٹ دیا۔

صواب نے کفار کا پرچم اپنے دانتوں سے اٹھالیا مگر وہ زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا اس لیے گرا اور اپنی قوم سے سوال کیا؟

کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی۔

مگر اب میدان میں اُس کے اِس سوال کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا اس لیے کہ پے در پے علم برداروں کو قتل کرانے کے بعد کفار اب دفاعی جنگ پہ اتر آئے تھے۔اُن کے لشکر کی ترتیب ٹوٹ چکی تھی اور وہ بھاگنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہے تھے اور آخر تھوڑی دیر بعد وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔اُن کے حوصلے اتنے پست ہو چکے تھے کہ انھیں اپنی عورتوں کا خیال بھی نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گی۔حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کا نعرہ یا شعار تھا'' **امت امت** ''اور کفار کا شعار '' **لـلعزی یا شاید للھبل** '' تھا مگر وہ اپنے نعرے کو بھول چکے تھے اور ہر طرف صرف امت امت کی آوازیں آ رہی تھیں۔میں نے اُن کو دیکھا کہ انھیں اپنی عورتوں کا ہوش بھی نہ تھا میں نے ہند اور اس کی

ہمجولیوں کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنے پائنچے اٹھائے بھاگ رہی تھیں اور اُن کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں۔

شیر خدا حمزہؓ اور وحشی

مورخین اس بات پہ متفق ہیں کہ شیر خدا حضرت حمزہؓ جنگ کے پہلے پہر میں شہید ہوئے تھے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو آپ نے انفرادی مقابلوں میں کفار قریش کے علمبردار ارطاۃ بن عبد شرجیل کو قتل کیا، ابن اسحٰق سمیت اکثر مورخین نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے واقعات وحشی ابن حرب سے روایت کئے ہیں جو حضرت حمزہؓ کا قاتل تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جنگ احد میں وحشی ہی وہ واحد شخص تھا جس کی نظریں صرف حضرت حمزہؓ پہ جمی تھیں۔

وحشی ابن حرب ابن دسمہ نے بیان کیا کہ؛

میں بنوعدی کے گھرانے اور قبیلہ قریش کے ایک معزز خاندان کا غلام تھا کفارِ قریش جب مکہ سے نکلے تو میرے مالک جبیر ابن مطعم نے مجھ سے کہا:

حمزہؓ بن عبدالمطلب نے روز بدر میرے چچا طیعمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا اگر تم اس کے بدلے میں حمزہؓ بن عبدالمطلب کو قتل کر دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔

وحشی ابن حرب کہتا ہے کہ میں حبشی النسل تھا اور مجھے حربہ چلانے میں کمال مہارت تھی میرا نشانہ خال خال ہی خطا جاتا تھا۔ [63*]

چنانچہ میں لشکر قریش کے ساتھ نکلا اور مجھے اس جنگ سے ذرا سی دلچسپی بھی نہ تھی تاہم مجھے حمزہؓ بن عبدالمطلب سے خاص دلچسپی تھی کہ اگر میں اُن کو قتل کرنے میں کامیاب ہوجاتا تو مجھے آزادی جیسی نعمت مل جاتی۔

پھر جنگ شروع ہوگئی اور میں نے اپنی نگاہیں حضرت حمزہؓ پہ جمادی تھیں۔

انھوں نے قریش کے نامور سردار ارطاۃ بن شرجیل کو قتل کر دیا تھا وہ کفار قریش کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے جو کوئی بھی اُن کے سامنے آتا حضرت حمزہؓ اسے کاٹ کر رکھ دیتے وہ اپنی تلوار ہاتھوں میں لہراتے ہوئے کفار قریش کے پیچھے بھاگ رہے تھے وہ مجھے کسی مست خاکستری اونٹ کی طرح دکھائی دے رہے تھے کہ جو کوئی بھی اُن کے سامنے آتا وہ اسے لتاڑتے ہوئے گزر جاتے۔ میں درختوں اور بڑے پتھروں کی اوٹ سے اُن کا تعاقب کر رہا تھا اس موقع کی تاک میں تھا جب میں اُن پہ اپنا نیزہ پھینکوں۔

اسی اثناء میں عربوں کا ایک اور شخص اُن کے سامنے آیا جس کا نام سباع بن عبدالعزیٰ تھا وہ شریک بن عمرو کی لونڈی اُم انمار کا بیٹا تھا۔

حضرت حمزہؓ نے اسے للکارا!

وہ حضرت حمزہؓ کی طرف مڑا تو حضرت حمزہؓ نے تلوار سے اُس کے سر پہ وار کیا اور اگلے ہی لمحے اُسے کاٹ کر رکھ دیا تب حضرت حمزہؓ کی پوری توجہ سباع بن عبدالعزیٰ کی طرف تھی اور میں ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے اسی موقع کا منتظر تھا جب حضرت حمزہؓ قدرے غافل ہوں۔

میں نے حربے کو اپنے ہاتھوں میں تولا اور حضرت حمزہؓ پہ وار کر دیا۔

نیزہ اُن کی ناف کے قریب لگا اور پار نکل گیا!

حضرت حمزہؓ نے میری طرف دیکھا اور تلوار لہراتے ہوئے میری طرف قدم اٹھایا مگر میرا وار کاری تھا حضرت حمزہؓ ایک دو قدم اٹھانے کے بعد گر گئے۔

اس کے بعد بھی میں اُن کے قریب جانے سے کتراتا تھا جب کچھ وقت گذر گیا اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ حضرت حمزہؓ شہید ہو چکے ہیں تو میں اُن کے قریب گیا اپنا حربہ اٹھایا اور ایک طرف جا کر بیٹھ گیا۔ مجھے اس جنگ میں اب کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وحشی نے ہی حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا تھا یعنی اُن کی ناک اور کان کاٹے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ جوش انتقام

میں یہ قبیح حرکت ہند بنت عتبہ نے کی تھی جو ابوسفیان کی بیوی تھی ۔اُس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال لیا اور اسے چبانے کی کوشش کی مگر اسے چبا نہ سکی اور اگل دیا۔

امام عبداللہ سہیلیؒ نے لکھا ہے!

کہ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہؓ سمیت کئی صحابہ کے ناک کان کاٹ لیے تھے اور ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لیا اس نے اپنی پازیبیں اور سونے کے ہار اتار کر وحشی ابن حرب کو انعام کے طور پہ دے دیئے۔

حضرت صالح بن قیسانؒ نے کہا کہ! ہند بنت عتبہ کے ساتھ دیگر کئی عورتیں بھی مسلمانوں کی نعشوں کا مثلہ کرنے میں مصروف تھیں اور جوش انتقام میں اندھی ہو رہی تھیں ۔مسلمانوں کی نعشوں کا مثلہ کرنے کے بعد ہند بنت عتبہ جبل احد کے ایک بلند ٹیلے پہ چڑھ گئی اور یہ اشعار کہے۔

نَحْنُ جَزَيْنَا كُمْ بِيَوْمِ بَدْرٍ
وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سُعْرِ

اے مسلمانو! ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا اور جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مَاكَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِىْ مِنْ صَبْرٍ
وَلَا اَخِىْ وَ عَمِّه وَ بَكْرِى

مجھے اپنے باپ عتبہ، اپنے بھائی ولید اس کے چچا شیبہ اور اپنے بیٹے حنظلہ کی موت پہ اب صبر آیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

شَفَيْتُ نَفْسِىْ وَقَضَيْتُ نَذْرِىْ
شَفَيْتَ وَحْشِىُّ غَلِيْلَ صَدْرِىْ

میں نے اپنا دل ٹھنڈا کرلیا اور اپنی نذر پوری کرلی۔اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن کو ٹھنڈا کردیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَشُكْرُ وَحْشِيٍّ عَلَىَّ عمْرِىْ
حَتّٰى تَرِمَّ اَعْظُمِىْ فِىْ قَبْرِىْ

پس مجھ پہ ساری عمر وحشی کا شکر ادا کرنا لازم ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں بوسیدہ ہوجائیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

شَفَيْتُ مِنْ حَمْزَةَ نَفْسىٖ بِاُحُدْ
حَتّٰى بَقَرْتُ بَطْنَهٗ عَنِ الْكَبَدْ

میں نے میدانِ احد میں حمزہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ نکالا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَذْهَبَ غَنِّىْ ذَاكَ مَا كُنْتُ اَجِدْ
مِنْ لَذْعَةِ الْحُزْنِ الشَّدِيْدِ الْمُعْتَمِدْ

اس بات نے مجھ سے انتہائی تکلیف اور شدید غم کی جلن کو دور کر دیا جو میں اپنے دل میں محسوس کرتی تھی۔

وَالْحَرْبُ تَعْلُوْكُمْ بِشُؤْبُوْبٍ بَرَدْ
تُقْدِمُ إِقْدَامًا عَلَيْكُمْ كَالْأَسَدْ

جنگ تم پہ سخت ژالہ باری کی بوچھاڑ کے ساتھ چھا جاتی ہے اور شیروں کی طرح دلیری کرتے ہوئے تمہاری طرف بڑھتی ہے۔[64*]

امام عبداللہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ!

روزِ احد حلیس بن زبان بھی قریش کا حلیف تھا اور اُن کے ساتھ جنگ کو نکلا تھا۔

وہ حارث بن عبد مناۃ سے تھا اور حلیف قبیلوں کا سردار تھا۔ جب حضرت حمزہؓ اور دیگر صحابہ شہید ہو چکے تھے تب حلیس بن زبان نے دیکھا کہ اُن کا سردار ابوسفیان حضرت حمزہؓ کی نعش کے قریب کھڑا ہے اور اپنے نیزے کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی نعش کو کچو کے لگا رہا ہے۔

حلیس بن زبان نسبتاً عمدہ اخلاق کا شخص تھا اس لیے جب اُس نے اپنے سردار کو اس قبیح حرکت میں مشغول دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور وہ کہہ اٹھا: بنو کنانہ کے سردار کو اتنی پست حرکت زیب نہیں دیتی میں جانتا ہوں کہ مقتول تمہارے چچا کا بیٹا ہے۔

حلیس بن زبان کی یہ بات سن کر ابوسفیان نہایت شرمندہ ہوا اور کہا:

ہاں تو نے درست کہا!

میں انتقام کی آگ میں پست اخلاق کا شکار ہوا ہوں مگر نادم ہوں اس بات کو اب اپنے تک ہی

رکھنا۔حضرت حمزہؓ کی شہادت نبی اکرمﷺ کے لیے نہایت دکھ اور الم کا باعث تھی چنانچہ جنگ کے بعد جب نبی اکرمﷺ شہدا کی نعشوں پہ آئے تو آپﷺ حضرت حمزہؓ کی نعش پہ کھڑے ہو کے زار و قطار روئے اور اُن کے مثلہ سے نبی اکرمﷺ کو اتنا دکھ پہنچا کہ بے اختیار کہہ اٹھے ۔اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش پہ کبھی غلبہ عطا فرمایا تو میں حمزہؓ کے بدلے اُن کے تیس مقتولوں کا مثلہ کروں گا۔صحابہ نے بھی اسی عزم کا اعادہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں قریش پہ غلبہ عطا فرمایا تو وہ اُن کی لاشوں کا ایسا مثلہ کریں گے جسے عرب صدیوں تک نہ بھلا سکیں گے۔

ابن اسحٰقؒ نے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر سے یہ روایت بیان کی کہ نبی اکرمﷺ جب حضرت حمزہؓ کی نعش پہ اترے تو آپﷺ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ غمزدہ ہوگی تو میں حمزہؓ اور دیگر اُن شہدا کی نعشیں یونہی بغیر دفنائے چھوڑ دیتا جن کا مثلہ کیا گیا ہے تاکہ روز محشر وہ درندوں اور پرندوں کی پوٹوں سے جمع کیے جائیں۔

علامہ ابن ہشامؒ نے لکھا ہے کہ!

رسول اللہﷺ حضرت حمزہؓ کی لاش پہ کھڑے رو رہے تھے۔

تب آپﷺ نے فرمایا:

اے میرے چچا! تمہارے وصال سے مجھے جو دکھ پہنچا ہے ایسا دکھ میں نے اس سے قبل محسوس نہیں کیا۔

یاد رہے کہ حضرت حمزہؓ نبی اکرمﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے کہ حضرت حمزہؓ اور رسول اللہﷺ دونوں کو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ نے کچھ عرصہ تک دودھ پلایا تھا۔پھر نبی اکرمﷺ اور حضرت حمزہؓ بنو سعد کے صحرائی ڈیروں میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے اس لیے نبی اکرمﷺ کو اپنے چچا حضرت حمزہؓ سے خاص الفت تھی۔

ابن اسحٰق نے لکھا کہ!

جب نبی اکرم ﷺ حضرت حمزہؓ کی مثلہ شدہ نعش پہ کھڑے تھے اور نہایت غضبناک تھے۔ تب آپ ﷺ نے کفار قریش کی لاشوں کا مثلہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اس کی ممانعت آ گئی اور سورۃ النحل میں یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

”وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ O وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ النحل . آیات ؛ 16/ 137-136)

ترجمہ؛

”اور اگر تم انھیں سزا دینا چاہتے ہو تو انھیں سزا دو لیکن اسی قدر جتنی کہ تمہیں تکلیف پہنچی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پہ) صبر کرو اور یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔ آپ صبر فرمایئے اور آپ کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور آپ رنجیدہ نہ ہوا کریں ان کی (ہٹ دھرمیوں پہ) اور غم کھایا کریں کفار کی فریب کاریوں پہ۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

نبی اکرم ﷺ جب حضرت حمزہؓ کی نعش پہ کھڑے تھے تو آپ ﷺ نے دور سے دیکھا کہ حضرت صفیہؓ آ رہی ہیں جو حضرت حمزہؓ کی سگی بہن تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے بیٹے حضرت زبیرؓ سے کہا:

زبیرؓ اپنی ماں کو روکو وہ حمزہؓ کی نعش نہ دیکھ سکے گی۔

حضرت زبیرؓ اپنی ماں کی طرف لپکے اور انہیں دونوں بازوؤں سے تھام لیا اور کہا:

امی جان رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔

حضرت صفیہؓ نے جواب دیا! نہیں میں واپس نہیں جاؤں گی مجھے معلوم ہے کہ حمزہؓ کی نعش کا مثلہ کیا گیا ہے مگر یہ سب تو اللہ کی رضا کی خاطر ہوا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ سے کہو میں صبر کروں گی۔

حضرت زبیرؓ نے واپس آ کر آنحضرت محمد ﷺ سے کہا:

یارسول اللہ ﷺ انھیں معلوم ہے کہ حمزہؓ کی نعش کا مثلہ کیا گیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی کہ یہ سب تو اللہ کی خاطر ہوا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو حضرت حمزہؓ کی نعش پہ آنے کی اجازت عطا فرمادی۔

حضرت صفیہؓ نے اپنے بھائی کی نعش کو دیکھا اور کمال صبر سے کام لیا اگرچہ آنکھوں سے آنسو تو بہہ رہے تھے مگر کوئی نوحہ نہ تھا پھر انھوں نے اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دُعا کی اور واپس چلی گئیں۔ جنگ کے بعد جب نبی اکرم ﷺ نے شہدا کو دفن کیا تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور حضرت حمزہؓ کو اکٹھے ایک ہی قبر میں دفن کیا کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا بھی اُسی طرح مثلہ کیا گیا تھا جس طرح کہ حضرت حمزہؓ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا۔

یادرہے کہ روزِ احد شہید ہونے والوں کو وہیں جبلِ احد کے دامن میں اُس میدان میں ہی دفن کیا گیا جہاں وہ شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔

دوسری طرف وحشی ابن حرب بن دسمہ کا بیان ہے کہ!

جب میں نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا تو میں نے اپنا مطلوب حاصل کر لیا تھا اور اب مجھے اس جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے میں ایک طرف ہو کے بیٹھ گیا پھر جنگ ختم ہوگئی اور ہم مکہ کو لوٹ آئے۔ جبیر ابن مطعم نے وعدے کے مطابق مجھے آزاد کر دیا اور میں مکہ ہی میں مقیم رہا مگر جب رسول اللہ ﷺ کی بے انت فوجیں مکہ کے دروازے ابطح کے مقام پہ اتریں تو میں طائف کی طرف بھاگ گیا۔ مگر جلد ہی اہل طائف بھی اللہ کے رسول ﷺ سے خائف ہو گئے اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا تو میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور فیصلہ کیا کہ شام

یا یمن کی طرف بھاگ جاؤں۔میں نے اپنی متاع حیات کو اٹھایا اور وہ زیادہ کچھ نہ تھی ایک چادر تھی اور ایک بوسیدہ کمبل تھا جسے میں نے اپنے بازو کے نیچے دے لیا اور کسی بے نام منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

کسی نے مجھ سے پوچھا ابن حرب کہاں جاتے ہو؟

میں نے کہا:

جہاں قسمت لے جائے کیونکہ میں کہیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ سے جائے پناہ نہیں پاتا کہ میں نے اُن کے چچا کو شہید کر دیا تھا حالانکہ میری اُن کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی مگر میں غلام تھا اور ہر غلام کی طرح میں بھی آزادی چاہتا تھا۔

اُس شخص نے مجھ سے کہا:

تیرا برا ہو تو اسلام قبول کیوں نہیں کر لیتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جس نے اسلام قبول کر لیا ہو۔اور میرے دل میں روشنی ہو گئی اور اب میں اپنی اگلی منزل سے بھی آشنا تھا اور مطمئن تھا اور میری اگلی منزل مدینہ تھی

پھر میں لوگوں سے چھپتا چھپاتا نبی اکرم ﷺ کے قریب جا پہنچا۔

نبی اکرم ﷺ اُس وقت کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے اور کھڑے تھے میں آپ ﷺ کی پشت پہ کھڑا ہو گیا اور زور زور سے کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

نبی اکرم ﷺ نے مڑ کے مجھے دیکھا اور مجھ سے سوال کیا؟

کیا تم وحشی ہو؟

اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے بازو سے تھام لیا اور بیٹھ گئے پھر فرمایا مجھے بتاؤ تم نے میرے چچا حمزہ کو کس طرح قتل کیا تھا۔

اور میں نے شروع سے سارا واقعہ نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔

اور تب میرے سمیت وہاں کوئی نہ تھا جو رویا نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا:

اپنے چہرے کو مجھ سے چھپائے رکھنا کہ مجھے اپنے چچا سے بہت محبت تھی۔

اس کے بعد میں جب بھی نبی اکرم ﷺ کی محفل میں گیا تو میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی نظریں مجھ پہ نہ پڑیں اس لیے عام طور پہ میں آپ کے دائیں یا بائیں طرف سے مجلس میں داخل ہوا کرتا۔

اور میرا یہی معمول رہا حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے انتقال فرمایا۔

پھر جب مسلیمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا تو میں نے بھی اپنا حربہ تیار کیا اور مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ ہو گیا۔ جب گھمسان کا رن پڑا تو میں نے دیکھا کہ مسلیمہ اپنے ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے اور لوگوں کو مسلمانوں پہ حملے کے لیے اکسا رہا ہے۔

میں نے اُس کو نظر میں رکھا اور اُس کے قریب ہوتا رہا۔

پھر جب میں نے محسوس کیا کہ اب میرا نیزہ اُس کا سینہ پھاڑ دیگا تو میں نے دیکھا کہ ایک انصاری نے بھی اپنی تلوار کو لہرایا ہے اور مسلیمہ پہ حملہ کیا ہے اسی دوران میرا نیزہ بھی اُس کے سینے کے پار ہو چکا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ مسلیمہ کی موت میرے حربے سے ہوئی یا اُس انصاری کی تلوار سے لیکن مجھے خوشی ہے کہ میں نے جس ہتھیار سے مسلمانوں کے بہترین شخص کو قتل کیا تھا اُسی ہتھیار سے میں نے مسلمانوں کے بدترین دشمن کو بھی قتل کیا تھا۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

مسلیمہ کذاب کو بلاشبہ وحشی ابن حرب نے قتل کیا تھا اس لیے کہ جب وحشی کا حربہ مسلیمہ کے سینے سے پار ہوا تو اُس کی ایک کنیز نے بالا خانے سے چیخ ماری اور کہا امیر المومنین کو ایک سیاہ حبشی نے قتل کر دیا ہے۔

امام عبداللہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ!

حضرت عمرؓ کے دور میں وحشی پہ شراب نوشی کی اتنی حدیں لگیں کہ حضرت عمرؓ اُس سے اُکتا کے رہ گئے اور آخر کار انھوں نے اُس رجسٹر سے وحشی کا نام نکال دیا جس میں حکومت سے وظیفہ حاصل کرنے والوں کے نام لکھے تھے۔

حضرت عمر نے صحابہ سے فرمایا کہ!

میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت حمزہ کے قاتل کو چھوڑ نا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد وحشی مدینے سے ملک شام کی طرف چلا گیا اور وہیں حمس کے مقام پہ وفات پائی۔

غسیل ملائکہ حنظلہؓ

احد کے روز جب گھمسان کا رن پڑا تو حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر بھی قتال میں مشغول تھے۔

تب اُن کا سامنا کفارِ قریش کے سردار ابو سفیان سے ہوا تو وہ تیزی سے اُن پہ حملہ آور ہوئے۔

قریب تھا کہ حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر ابو سفیان پہ غالب آ جاتے اور اُسے قتل کر دیتے کہ تھوڑی دور کھڑے شداد بن اسود نے دیکھ لیا اور پشت کی طرف سے حضرت حنظلہ بن ابی عامر پہ حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

امام سہیلی نے علامہ ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھا ہے کہ!

جنگ کے بعد شہداء کی لاشوں کے درمیان جب حضرت حنظلہ ابن عامر کو تلاش کیا گیا تو صحابہ نے دیکھا کہ اُن کے بالوں سے پانی بہہ رہا ہے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انہیں ابھی ابھی غسل دیا گیا ہو۔

صحابہ نے یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچائی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا!

اس بارے میں اُس کی بیوی سے دریافت کرو چنانچہ صحابہ نے جب حضرت حنظلہ کی بیوی جمیلہ بنت ابی سلول سے پوچھا؟

تو اُس نے بتایا کہ جب وہ جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو انہیں غسل جنابت کی حاجت

تھی۔لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کواس واقعے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید اسی وجہ سے اللہ کے فرشتوں نے اُن کو غسل دیا ہے اس لیے حضرت حنظلہ بن ابی عامر کو غسیل ملائکہ کہا گیا ۔یاد رہے کہ حضرت حنظلہ ابن ابی عامر فاسق کے بیٹے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی دولت سے نوازا تھا جب کہ اُن کا باپ حالت کفر ہی میں مر گیا تھا۔

حضرت حنظلہ کے قتل کے بعد سالارِ قریش ابوسفیان یہ اشعار کہے۔

وَلَوْ شِئْتُ نَجَّتِنِىْ كُمَيْتٌ طِمِرَّةٌ
وَلَمْ اَحْمِلِ النَّعْمَاءَ لِابْنِ شَعُوْبِ

اگر میں چاہتا تو میرا تیز رفتار کمیت گھوڑا مجھے بچالے جاتا اور مجھے ابن شعوب کا احسان نہ اٹھانا پڑتا۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

وَمَا زَالَ مُهْرِىْ مَزْجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ
لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰى دَنَتْ لِغُرُوْبِ

میرا یہ گھوڑا صبح سے غروبِ آفتاب تک اُن سے صرف اتنے فاصلے پر برابر جما رہا جتنے فاصلوں سے کتوں کو دھتکارا جاتا ہے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

اُقَاتِلُهُمْ وَ اَدَّعِىْ يَالَ غَالِبِ
وَاَدْفَعُهُمْ عَنِّىْ بِرُكْنٍ صَلِيْبِ

میں اُن سے مسلسل لڑتا رہا اور بنی غالب کو پکارتا رہا اور ایک محکم قوت سے اپنی مدافعت

کرتا رہا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَبَكِّي وَلَا تَرْعِي مَقَالَةَ عَاذِلِ
وَلَا تَسْأَمِي مِنْ عَبْرَةٍ وَّنَحِيْبِ

پس گریہ زاری کرلو اور ملامت کرنے والوں کی بات کا لحاظ نہ رکھو اور آنسو اور شدید آہ و بکا سے ہرگز نہ اکتاتا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

اَبَاكِ وَّ اِخوَنًا لَّهٗ قَدْ تَنَا بَعُوْا
وَ حَقٌّ لَهُمْ مِنْ عَبْرَةٍ بِنَصِيْبِ

اپنے باپ اور بھائیوں پر خوب رولو کہ جو لوگ قتل ہو رہے ہیں وہ تمہارے آنسوؤں کے حق دار ہیں۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

دن کا دوسرا پہر

بیان ہو چکا ہے کہ قریش کو ایک ہزیمت ناک شکست کا سامنا تھا اُن کا علم خاک نشیں تھا کہ بنو عبدالدار نے اگرچہ اس علم کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر اس کوشش میں وہ ایک ایک کر کے قتل ہوتے رہے تھے، کہ پہلے ابوطلحہ قتل ہوا، پھر اُس کا بھائی عثمان بن طلحہ مسلمانوں کی تلواروں کا نشانہ بنا، اُس کے بعد ابو ابن طلحہ کے چار بیٹے کفارِ قریش کے علم کو سر بلند رکھنے کی کوشش میں خاک وخون ہوئے۔ اُن میں مسافحہ ابن طلحہ، حرث ابن طلحہ، کلاب ابن طلحہ اور جلاس ابن طلحہ شامل تھے۔ چنانچہ کفار اپنے سامنے اُس شکست کو دیکھ رہے تھے جس کی انھیں کوئی توقع نہ تھی۔ اُن کی عورتیں اس حالت میں بھاگ رہی تھیں کہ اُن کی پنڈلیاں عریاں ہوتی تھیں اور اُن کی پازیبوں سے خوشی کے نغموں کی بجائے اب خوف کی صدائیں تھیں۔ بنو عبدالدار کے سب شاہسوار اپنے علم پہ قربان ہو چکے تھے، قریش کا علم زمیں بوس تھا اور وہ پیٹھ پھیرے بھاگ رہے تھے۔ اللہ نے مجاہدین اسلام سے اپنا وعدہ پورا کیا تھا ایک روشن اور واضح فتح اُن کے سامنے تھی۔ قریش کی فوجی ترتیب بکھر چکی تھی اور وہ تیزی سے پسپا ہو رہے تھے۔ اُن کو اپنی عزت اور حمیت کا ذرا بھی احساس نہ تھا، زمین و آسمان شاہد تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے ہمراہ تھی، جبل احد کے دامن میں بکھرے مناظر میں کہیں بھی کفر کا بول بالا نہ تھا۔ بلکہ اہل قریش بکریوں کے اُس گلے کی مانند ہو چکے تھے جس میں کوئی بھیڑیا گھس آیا ہو،

جبل اُحد کی سبک خرام ہوائیں اس غرور میں مستغرق تھیں کہ حق کو برتری حاصل ہوئی تھی اور باطل کو ذلت کا سامنا تھا۔تب مسلمان جو کفارِ قریش کا پیچھا کر رہے تھے پلٹے اور اپنے ہتھیار ایک طرف رکھ کے مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھاٹی پہ ڈٹے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنی تیراندازی سے دو دفعہ خالد بن ولید کا منہ موڑا تھا۔جب گھاٹی والوں نے دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہیں اور جنگ کا فیصلہ ہو چکا تو اُن میں سے بعض نے اپنے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر سے کہا:

جنگ کا فیصلہ تو ہو چکا کیوں نہ ہم بھی مال غنیمت اکٹھا کرنے میں شامل ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے اُن کو سختی سے منع کیا اور کہا:

کیا تم کو رسول اللہ ﷺ کا حکم یاد نہیں کہ تم نے اُس وقت تک مورچہ نہیں چھوڑنا جب تک میں تمہیں اس امر کی اجازت عطا نہ کردوں۔مگر بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ بن جبیر سے حجت بازی کی اور کہا: نبی اکرم ﷺ کے حکم کا یہ مطلب نہیں تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد بھی ہم یہیں بیٹھے رہیں۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے اُن سے کہا:

جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے نہیں بلاتے کوئی شخص مورچہ نہ چھوڑے گا۔

کچھ لوگوں نے آوازیں بلند کیں اور اُن میں اختلاف در آیا اب اُن میں اکثریت اس بات کی حامی تھی کہ وہ مورچہ چھوڑ دیں۔

اور انھوں نے اپنے سردار کا حکم نظرانداز کرتے ہوئے مورچہ چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ اب صرف آٹھ دس لوگ ہی بچے تھے جنہوں نے اپنے سردار کی بات مان لی تھی۔وہ اپنے مورچے پہ مستعد تھے اور دشمن پہ گہری نظر رکھے ہوئے تھے مگر اُن کا دشمن بھی پورے دن کا شاطر تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ مورچہ اب کمزور ہو چکا ہے۔اس لیے خالد بن ولید نے پوری قوت سے گھاٹی والوں پہ حملہ کر دیا۔حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور اُن کے

ساتھی دلیری سے لڑے مگر حملہ آور بہت زیادہ تھے اور نہایت بپھرے ہوئے تھے اس لیے مسلمان ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے اور مورچہ خالی ہو گیا مسلمانوں کا لشکر جو مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھا اور اُس کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ دشمن پلٹ آیا ہے۔

دوسری طرف جب کافی دیر تک قریش کا جھنڈا میدانِ جنگ میں خاک آلود ہوتا رہا پھر قریش کے ساتھ آئی ہوئی عورتوں میں سے ایک عورت آگے بڑھی اور اُس نے قریش کا علم اٹھالیا۔ علم کو بلند دیکھ کر قریش کے بھاگتے قدم رُک گئے اور وہ میدان جنگ کی طرف پلٹنے لگے جب وہ قریب ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ عمرو بنت عقلمہ جارثیہ نے قریش کا علم اٹھایا ہوا ہے۔ اُس نے قریش کے شاہسواروں کو خوب لعن طعن کی اور کہا یہ چوڑیاں لو اور انہیں پہن لو ہم خود ہی جنگ لڑ لیں گی۔ ہند بنت عتبہ بھی اُس کے ساتھ تھی اور انھوں نے اہل قریش کو ایک بار پھر سے بھڑکا دیا تھا۔ وہ تیزی سے مسلمانوں پہ حملہ آور ہوئے جو پہلے ہی خالد بن ولید کے حملے کی زد میں تھے اور انھیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اُن کے ساتھ یہ کیا ہوا ہے۔

جب خالد بن ولید نے اُن پہ حملہ کیا تو وہ ہراساں ہو گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر چونکہ حملہ بہت ہی شدید تھا اس لیے مسلمان قتل ہو رہے تھے۔ دوسری طرف جب میدان جنگ سے بھاگنے والے قریش اُن پہ حملہ آور ہوئے تو انھوں نے جانا کہ وہ دو طرف سے دشمن کے گھیرے میں آگئے ہیں اور جنگ کا بے پناہ دباؤ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے۔ مگر اس کے باوجود مسلمان بے دلی سے ہی سہی مقابلہ ضرور کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں وہ خبر ملی جس نے اُن کی ساری طاقت کو سلب کر لیا اور وہ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہ رہے۔

اور وہ خبر یہ تھی کہ کفارِ قریش میں سے ابن قمیئہ نے حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک تو حضرت مصعب بن عمیر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے دوسرے جنگی ہتھیاروں یعنی خود اور زرہ کی وجہ سے بھی اُس کو اشتباہ ہوا اور ابن قمیئہ نے ابوسفیان کو جا کر بتایا

کہ اُس نے نبی اکرمﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح مسلمانوں کے لشکر میں بھی پھیل گئی اور مسلمان بددل ہو کے بیٹھ گئے۔ جو جنگ میں تھے وہ بے دلی لڑ رہے تھے اور کفارِ قریش نہایت آسانی سے اُن کو قتل کر رہے تھے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے جو مغلوب تھے اب غالب آ چکے تھے اور مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اپنے سالار اور اللہ کے رسول محمدﷺ کی شہادت کے بعد اب وہ کیا کریں جنگ لڑیں ہتھیار ڈال دیں یا قتل ہو جائیں۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ تو اس حد تک بددل ہوا کہ اُس نے اب میدان جنگ میں بھی ٹھیرنا مناسب نہ جانا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں مدینہ کی عورتوں نے اُن کو پتھر مارے اور میدان جنگ چھوڑنے کی وجہ سے اُن کو مطعون کیا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

حضرت انس بن نضر میدان جنگ کی طرف لپکے تو انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے ہتھیار زمین پہ ڈال رکھے ہیں۔

حضرت انس نے اُن سے سوال کیا؟

اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟

حضرت عمر نے جواب دیا!

رسول اللہﷺ شہید ہو چکے ہیں اور ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ اب ہم کیا کریں؟

حضرت انس نے کہا!

اٹھو! اور اُس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جنگ کرو جس کی خاطر نبی اکرمﷺ شہید ہوئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر کی یہ بات صحابہ کے دل کو لگی اور اٹھ کھڑے ہوئے اور اِن چند لوگوں نے اہل قریش پہ اس بے جگری سے حملہ کیا کہ اُن کا منہ موڑ دیا۔ حضرت انس بن نضر کے بھتیجے

حضرت انس بن مالک نے روایت کی کہ اُس روز حضرت انس بن نضر نے اس قدر شدید جنگ لڑی کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نہ تھا جس پہ زخم نہ آیا ہو۔کفار نے اُن کا مثلہ بھی کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی لاش پہچانی نہ جاتی تھی۔اُن کے جسم پہ ستر سے زائد زخم آئے تھے اُن کی بہن نے اُن کی لاش کو بمشکل انگلیوں کی پوروں سے پہچانا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف کے جسم پہ بیس سے زیادہ زخم آئے کفار نے اُن کی ٹانگ بھی کاٹ دی تھی اور اُن کے دانت بھی توڑ دیئے تھے بعد میں ساری زندگی وہ لنگڑا کے ہی چلتے رہے۔

مسلمان اگرچہ منتشر ہو چکے تھے اور نبی اکرمﷺ کی شہادت کی خبر سے بددل ہو چکے تھے۔مگر نبی اکرمﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت تھے اور صحابہ کی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے تھے۔

پھر سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک نے نبی اکرمﷺ کی چمکتی آنکھوں کو خود کے اندر سے پہچانا نعرہ تکبیر بلند کیا اور صحابہ کو پکارا:

یہ رہے اللہ کے رسولﷺ!

نبی اکرمﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔مگر میری خوشی دیدنی تھی اس لیے میں نے مسلمانوں کو مبارک باددی کی رسول اللہﷺ بخیریت ہیں۔اس دوران کفارِ قریش پہ بھی اپنی غلطی کھل چکی تھی اور وہ جان گئے تھے کہ آنخضرت محمدﷺ زندہ ہیں اور چونکہ اب میدان اُن کے ہاتھ تھا اور مسلمان قدرے منتشر تھے اس لیے انھوں نے صحابہ کی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ نبی اکرمﷺ کو گھاٹی کی طرف جاتے دیکھ لیا اور بھرپور حملہ کر دیا اور کسی بھی صورت نبی اکرمﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔تب نبی اکرمﷺ کے ساتھ حضرت عمرؓ تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ تھے حضرت سعد بن وقاصؓ تھے اور چند انصاری تھے جو دشمن کی بے پناہ یلغار کا سامنا کرتے تھے اور جام شہادت نوش کرتے تھے۔

نبی اکرمﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ بدستور گھاٹی کی طرف جا رہے تھے جب دشمن کے ایک

تازہ دم دستے نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو گھیر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

کون ہے جو میرا دفاع کرتے ہوئے جنت میں داخل ہونا چاہے۔

حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری نوجوانوں کے ساتھ آگے بڑھے اور کفارِ قریش کے سامنے ڈٹ گئے وہ خوب لڑے اور جی بھر کے دادِ شجاعت دی وہ ایک ایک کر کے گرتے رہے اور دشمن کو نبی اکرم ﷺ سے دور رکھا۔

اُن کی شہادت کے بعد نبی اکرم ﷺ کے جانثاروں کا ایک اور گروہ آگے بڑھا اور کفار قریش کا راستہ روک لیا۔

نبی اکرم ﷺ اُس جگہ رُک گئے اور صحابہ سے فرمایا:

زیاد ابن سکن کو اٹھا لاؤ۔

صحابہ زیاد ابن سکن کو اٹھا لائے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی گود میں اپنا سر رکھ دیا اور سوال کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا میں نے حق ادا کر دیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ہاں!

اور حضرت زیاد ابن سکن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت کعب بن عمرو انصاری سے روایت کرتے ہوئے امام برہان الدین نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ روز احد اگر چہ ہم کو کچھ دیر تک اُس صدمے کا سامنا کرنا پڑا جو ہمارے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ مگر جب ہم نے جانا کہ نبی اکرم ﷺ خیریت سے ہیں تو ہمارے حوصلے پلٹ آئے اور ہم جی جان سے دشمن کے سامنے ڈٹ گئے اور اللہ کی مدد بھی تو ہر دم ہمارے ساتھ تھی اور ہم ایک ایسے خمار میں تھے جس کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ بس وہ سکینت تھی ایک اونگھ اور نیند کا ایک خمار تھا جس کے سائے تلے ہمیں کسی چیز کی پرواہ نہ تھی اور ہم پہ ایک بے فکری طاری تھی۔

ہم میں سے کوئی نہ تھا جس کا سینہ کسی دھونکنی کی طرح نہ چلتا ہو اور اُس کے منہ سے خراٹوں کی سی آوازیں نہ نکلتی ہوں۔

اور اس اونگھ میں خمار میں صحابہ کے سر اپنے ہی ہتھیاروں سے ٹکراتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ بشر بن براء ابن معرور کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر گئی اور انہیں اس بات کا کوئی احساس ہی نہ تھا۔ حالانکہ مشرکین ہمارے سروں پہ چڑھے آ رہے تھے۔ قرآنِ حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس اونگھ کو نصرت خداوندی قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ!

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔۔ الاخیر

القرآن الحکیم (سورۃ آلِ عمران ؛ آیات 3/ 154)

ترجمہ؛

”پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پہ چین بھیجا یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہوا اور ایک جماعت وہ تھی کہ اِن کو اپنی جان ہی کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے ساتھ خلافِ واقعہ خیالات کر رہے تھے جو کہ محض ایک حماقت کا خیال تھا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

علامہ ابن اسحٰق نے اصحاب احد سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ!

وہ دن سخت آزمائش کا دن تھا۔ کفار بڑھ بڑھ کر نبی اکرم ﷺ پہ حملے کر رہے تھے۔ ابن قمئیہ نے ایک بار نبی اکرم ﷺ پہ حملہ کیا مگر حضرت مصعب بن عمیرؓ اُن کے آڑے آئے۔ ابن قمئیہ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو شہید کر دیا تو نبی اکرم ﷺ کے لشکر کو پانی پلانے والی ایک بہادر

خاتون ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ آگے بڑھیں اور حضرت معب بن عمیرؓ کی تلوار اٹھا کے ابن قمیئہ پہ حملہ کر دیا انھوں نے کہا! میں نے دو دفعہ اُس مردود پہ حملہ کیا مگر اُس نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی اس لیے میرے حملوں سے اُس کا کچھ نہ بگڑا مگر جب اُس نے مجھ پہ حملہ کیا تو میرے بازو کے اوپر والے حصے میں گہرا زخم آیا اور میں گر گئی۔

اور میں نے گرتے ہوئے دیکھا کہ عتبہ بن ابی وقاصؓ نے نبی اکرم ﷺ کے منہ پہ روز سے ایک پتھر مارا جس سے نبی اکرم ﷺ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے اور اندر کی جانب سے ہونٹ کٹ گئے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر ابن قمیئہ کی تلور نبی اکرم ﷺ کے خود پہ پڑی جس کو آپ نے اپنے سر چڑھا رکھا تھا، خود کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک تو محفوظ رہا مگر عارض مبارک پہ زخم آیا جس سے مزید خون بہنے لگا۔

نبی اکرم ﷺ سے صحابہ نے روایت کی ہے کہ اگرچہ خود کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ ابن قمیئہ کے اس وار سے محفوظ رہے تاہم جنگ کے بعد ایک مہینہ تک نبی اکرم ﷺ کی گردن میں اس چوٹ کا درد موجود رہا۔

حضرت حاطب کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ زخمی ہیں تو میں نے صحابہ سے پوچھا؟

نبی اکرم ﷺ کو کس نے زخمی کیا ہے؟

صحابہ نے کہا: عتبہ بن ابی وقاص نے۔

میں نے اُن سے پوچھا نبی اکرم ﷺ کو زخمی کرنے کے بعد وہ کس طرف گیا ہے نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنی تلوار لہرائی اور اُس طرف کو دوڑا جس طرف عتبہ بن ابی وقاص گیا تھا جلد ہی میں نے اُسے دیکھ لیا۔

میں دوڑتا ہوا اُس کے سر پہ جا پہنچا اور اُسے للکارا!

اور میں شدید غصے میں تھا کہ اُس نے نبی اکرم ﷺ کو زخمی کیا تھا میں نے اُس پہ ایک زوردار

حملہ کیا اور اُس کا سر کٹ کر دور جا گرا۔میں نے اُس کی تلوار اور گھوڑے پہ قبضہ کر لیا اور اُس کا سر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔صحابہ بدستور نبی اکرم ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے گھاٹی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ابو عامر فاسق کے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر گئے جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے خود کی کڑیاں آپ ﷺ کے رخساروں میں اتر گئیں اور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ لہولوہان ہو گیا۔

حضرت علی نے نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑا کہ آپ ﷺ کو گڑھے سے نکال لیں مگر نبی اکرم ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھیں تھیں اس لیے نبی اکرم ﷺ کے لیے اُس گہرے گڑھے سے نکلنا دشوار ثابت ہو رہا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس گڑھے میں کود گئے اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے جھک گئے اور کہا:

میری کمر پہ پاؤں رکھ کے گڑھے سے باہر آ جائیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت طلحہ کی کمر پہ پاؤں رکھ کے گڑھے سے باہر آ گئے اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے طلحہ کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو تھاما ہوا تھا اور گھاٹی کی طرف لے جا رہے تھے نبی اکرم ﷺ کے سر اور جسم سے خون بدستور بہہ رہا تھا۔

تب نبی اکرم ﷺ کی زبان سے نکلا!

اللہ اُس قوم کو ہدایت کیسے عطا فرمائے گا جس نے اپنے نبی کا چہرہ لہولہان کر دیا ہے۔

صحابہ نبی اکرم ﷺ کو گھاٹی پہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

جہاں حضرت علیؓ ایک چشمے سے اپنی ڈھال میں پانی لائے تا کہ نبی اکرم ﷺ کے زخموں کو دھویا جا سکے، نبی اکرم ﷺ کو پیاس لگی ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا پہلے مجھے پانی پلاؤ۔حضرت علی نے نبی اکرم ﷺ کو وہ پانی پیش کیا مگر وہ پانی قدرے بدبودار تھا،اس لیے نبی

اکرم ﷺ نے اُس کو پینا پسند نہ کیا۔

تب حضرت محمد بن مسلمہ کسی اور چشمے سے پانی لے کر پہنچے جو صاف اور ٹھنڈا تھا نبی اکرم ﷺ نے جی بھر کے پانی پیا اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کے لیے دُعا کی۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ کے زخموں کو دھویا اور نبی اکرم ﷺ کے چہرے سے خون کو صاف کیا۔

کفارِ قریش کی طرف سے حملہ بدستور جاری تھا۔

اور صحابہ نبی اکرم ﷺ کے دفاع میں ڈٹے ہوئے تھے۔

حضرت ابو طلحہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی کمانوں سے بے پناہ تیر اندازی کر رہے تھے جس کی وجہ سے کفار گھاٹی سے دور ہٹ رہے تھے۔اور کفار کی طرف سے آنے والے تیر حضرت ابو دجانہؓ اپنی کمر پہ روک رہے تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی آڑ میں لے رکھا تھا۔

علامہ برہان الدین حلبی میں لکھا ہے کہ!

جنگ احد میں نبی اکرم ﷺ نے خود بھی قتال میں حصہ لیا تھا اور آپ ﷺ اپنی کمان سے جس کا نام کتوم تھا کفار پہ تیر برساتے تھے۔

اور کتوم ایک چھوٹی مگر بہت عمدہ کمان تھی جس کے تیر دور تک جاتے تھے۔

اُس روز نبی اکرم ﷺ نے اُس کمان سے دشمن پہ اس قدر تیر پھینکے کہ وہ ایک طرف سے ٹوٹ گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے پاس کھڑے ایک صحابی حضرت عکاشہ ابن محصنؓ سے کہا!

اس کی تانت باندھو۔

حضرت عکاشہ ابن محصن نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ !ڈوری چھوٹی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اسے کھینچو وہ پوری ہو جائے گی اور نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق میں نے ڈوری کو کھینچا اور اِس کو کمان پہ چڑھا کے باندھ دیا۔ میں نے جب کمان نبی اکرم ﷺ کے حوالے کی تو نبی اکرم ﷺ دشمن پہ پتھر پھینک رہے تھے کیونکہ دشمن قریب آ گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جانثاروں کی ایک جماعت تھی جو قریش کے زبردست حملوں سے نبی اکرم ﷺ کا دفاع کر رہی تھی۔

حضرت ابو طلحہؓ دشمن پہ بے پناہ تیر پھینک رہے تھے اور بار بار نبی اکرم ﷺ کو اس بات سے منع کرتے کہ آپ کھڑے نہ ہوں مبادا کہ کہ دشمن کا کوئی تیر آپ ﷺ کو گزند پہنچائے۔

جب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوتے تو حضرت طلحہؓ بھی کھڑے ہو جاتے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوتے تاکہ دشمن کی طرف سے آتے تیروں کو اپنے سینے پہ روک سکیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نبی اکرم ﷺ کے سب سے ماہر اندازوں میں سے ایک تھے، نبی اکرم ﷺ اُن کے ایک طرف کھڑے تھے اور تیر اٹھا اٹھا کر اُن کو پکڑاتے جاتے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ تم پہ قربان دشمن پہ بدستور تیر برساتے رہو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ!

میں نے سعد کے سوا کسی کے لیے نبی پاک ﷺ کو اپنے ماں باپ جمع کرتے نہیں دیکھا۔ یعنی آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کے سوا یہ دُعا کسی کو نہ دی کہ میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ہوں۔

اور حضرت سعدؓ کے ہر تیر سے ایک کافر گرتا تھا۔

جب کوئی نبی اکرم ﷺ کے قریب سے گزرتا تو آپ ﷺ اُس سے فرماتے اپنے تیر سعد کے آگے پھینک دو۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے، کوئی ہے جو میرے ماموں سے زیادہ تیر اندازی میں ماہر ہو۔ اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعدؓ کو اپنا ماموں اس لیے کہا کہ اُن کا تعلق بنو زہرہ سے تھا جو نبی اکرم

ﷺ کا ننھیال تھا۔

محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔

پھر کفار کی طرف سے ایک سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سیدھا گھاٹی پہ چڑھ آیا اور وہ ابی بن خلف تھا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ کو مبازرت کے لیے پکارا!

حضرت عمرؓ آگے بڑھے۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور فرمایا:

رہنے دو اسے میں ہی قتل کروں گا۔

وہ مکہ سے قسم کھا کے نکلا تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو قتل کرے گا۔

کیونکہ جنگ بدر میں اُس کے باپ امیہ بن ابی خلف کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ابی بن حلف جنگ بدر میں گرفتار ہوا تھا اور فدیہ دے کر رہائی حاصل کی تھی۔ مکہ پہنچ کر اُس نے ایک خوبصورت گھوڑے کو پالا جسے وہ روزانہ بارہ مد چارہ کھلایا کرتا تھا اور وہ لوگوں سے کہا کرتا کہ اب جب بھی اُن کا سامنا مسلمانوں سے ہوا تو وہ اس گھوڑے پہ سوار ہو کے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرے گا۔

جب یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وہ نہیں البتہ میں اُس کو قتل کروں گا۔

جب میدان احد میں ابی بن خلف نے نبی اکرم ﷺ کو للکارا تو آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھ کھڑے ایک صحابی حضرت حرث ابن صمّہ سے اُس کا نیزہ لیا اور لوہے میں گم ابن ابی خلف کی گردن پہ ہلکا سا وار کیا جس سے اُس کی گردن پہ خراش پڑ گئی وہ گھوڑے سے گرا اور بلبلا نے لگا۔ قریش اُسے اٹھا کر دور لے گئے انھوں نے اُس کے زخم کو دیکھا اور اُس کو طعن کی۔ تمھیں صرف ایک ہلکی سی خراش آئی ہے اور تم نے آسمان کو سر پہ اٹھا رکھا ہے کچھ غیرت کرو اور خاموش

ہو جاؤ۔

ابن ابی خلف نے کہا:

بخدا! میں ہی جانتا ہوں اس زخم نے مجھے کتنی تکلیف پہنچائی ہے خدا کی قسم اس تکلیف کو اگر سارے بنو ربیعہ اور بنو مضر پہ تقسیم کر دیا جائے تو وہ سارے مر جائیں۔ محمد (رسول اللہ ﷺ) نے مجھ پہ حملہ کر کے مجھے زخمی کیا ہے بخدا وہ مجھ پہ تھوک بھی دیتے میں تب بھی مر جاتا۔ ابی بن خلف جب اپنے لشکر کے ساتھ واپس مکہ کو لوٹا تو راستے میں ہی وہ اسی معمولی زخم سے ہلاک ہو گیا۔

جنگ کے اس دوسرے مرحلے میں جب گھاٹی والوں نے نبی اکرم ﷺ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کی تھی جس کی وجہ سے پورے لشکر اسلام کو صدمے اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس کے دیگر واقعات بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ:

جب نبی اکرم ﷺ زخمی ہو گئے اور خود کی کڑیاں نبی اکرم ﷺ کے عارض مبارک میں دھنس گئیں تو حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ آگے بڑھے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے گالوں سے یہ کڑیاں نکالنے کی کوشش کی۔ جب وہ انھیں اپنی انگلیوں سے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے تو انھوں نے اپنے دانتوں سے اِن کو پکڑا اور اتنا زور لگایا کہ اُن کے سامنے والے اوپر نیچے کے چاروں دانت جڑ سے اکھڑ گئے مگر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے عارض مبارک سے خود کی کڑیاں نکال لیں۔ جس سے نبی اکرم ﷺ کو یک گونہ راحت کا احساس ہوا اور انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

نبی اکرم ﷺ اب احد کی ایک گھاٹی پہ قدرے محفوظ تھے اور کفار کو اس بات کا دکھ تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کچھ سواروں کے ہمراہ اس گھاٹی کی طرف بڑھے اور حملے کا ارادہ کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

اِن کے مقابلے کے لیے اترو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر چند مہاجرین کے ہمراہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کے آڑے آئے اور انھیں مار بھگایا۔

کفار ایک بار پھر گھاٹی پہ حملہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

غزوہ احد میں منافقین کا نفاق اور لوگوں کی دین پہ پختگی کھل کے سامنے آ گئی تھی اور مسلمان اُن لوگوں کو بھی جان گئے تھے جو بظاہر ایمان لے آئے تھے مگر اُن کے دلوں میں بدستور جاہلیت اور نفاق کے ڈیرے تھے۔

انھی میں سے ایک حاطب بن امیہ تھا جس کا نفاق لوگوں پہ ظاہر نہ تھا اور لوگ اُسے راسخ العقیدہ مسلمان جانتے تھے۔ اگرچہ وہ منافق تھا مگر اُس کا بیٹا یزید بن حاطب اپنے دین پہ پختہ اور مومن تھا۔ جنگ احد میں جب وہ شدید زخمی ہوا تو اُس کا باپ حاطب اُسے اٹھا کر بنوظفر کی حویلیوں کی طرف لے آ گیا جہاں اُس کے اعزا و اقارب اکھٹے ہو گئے۔ کچھ مسلمان بھی وہاں موجود تھے جو یزید بن حاطب سے پوچھ رہے تھے کہ کیا اُسے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور کیا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدوں کو سچا پایا ہے؟

یزید بن حاطب تو شاید اُن کے سوالوں سے دور جنت کی وادیوں میں اتر چکا تھا مگر اُس کے باپ کا نفاق ظاہر ہو گیا جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے کہا: یہی تو وہ فریب ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں کو دے رکھا ہے اور اسی وجہ سے تم جیسے نوجوان دھوکے میں آ کے اپنا خون بہا رہے ہیں اور میرا بیٹا بھی اسی دھوکے کی نظر ہو گیا ہے۔

جنت کیا ہے حرمل کے درختوں کا جھنڈ یا ایک دھوکا۔

لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاطب بن امیہ کے نفاق سے آگاہ کیا اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت جبرائیل پہلے ہی تمام منافقوں سے آگاہ کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے جب وہ شخص جس کا نام

قزمان تھااور جس نے جنگ احد کے موقعہ پر انتہائی شجاعت کا ثبوت دیتے ہوئے اہل قریش کی ناک میں دَم کیا ہوا تھا کا ذکر صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے کیا اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ آج تو قزمان نے کمال ہی کر دیا اور اُس نے قریش کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے اور خوب دادِ شجاعت دی ہے۔ایک دو بار تو نبی اکرم ﷺ چپ رہے اور محض مسکرانے پہ اکتفاء کیا مگر جب صحابہ نے بار بار اُس کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اُس کو رہنے دو وہ تو جہنمی ہے۔

اولین سیرت نگار حضرت ابن اسحٰق قزمان کے بارے میں حضرت عاصم بن عمرو بن قتادہؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت عاصمؓ کہتے ہیں کہ میں اس بات کا گواہ تھا کہ قزمان نے قریش کے سات یا آٹھ سورماؤں کو میری نظروں کے سامنے قتل کیا تھا اور اُن میں سے دو تو قریش کے علم بردار تھے۔

مگر جب نبی اکرم ﷺ نے قزمان کے بارے میں یہ الفاظ کہے تو مجھے بہت حیرت ہوئی اور میں قزمان پہ نظر رکھنے لگا۔شام کو جب ہم مدینے واپس پہنچے تو میں بنوظفر کے محلے میں گیا جہاں قزمان رہائش پذیر تھا۔

میں نے اُس کو مبارک باد دی اور کہا:

قزمان آج تو تم نے کمال کر دیا ہے اور دین اسلام کا نام بلند کرنے کے لیے خوب دادِ شجاعت دی ہے۔قزمان جو زخموں سے چور تھا اور درد سے تڑپتا تھا بھڑک کے اٹھا اور مجھ سے کہا:

کون سا اسلام، میں تو صرف قومی حمیت و غیرت کی بنا پہ اس جنگ میں اترا تھا ورنہ میرا اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

حضرت عاصم کہتے ہیں کہ اُس کے اِس اعتراف کے بعد میں نے دل ہی دل میں اِس پہ لعنت بھیجی اور اپنے رب سے توبہ کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی بات پہ شک کیا۔اگلے روز مجھے پتہ چلا کہ اُس رات جب قزمان زخموں کی شدت کو برداشت نہ کر سکا تو اُس نے اپنی تلوار کھڑی کی

اور خود اُس پہ جھک گیا تلوار اُس کے دل کو چیرتی ہو پار نکل گئی یعنی اُس نے خودکشی کر لی تھی۔

تب میں نے اپنے اللہ سے مزید توبہ کی اور خود سے کہا:

آئندہ جو کچھ بھی نبی اکرمﷺ کی زبان سے سنوں گا اُس پہ بغیر سوچے سمجھے ایمان لاؤں گا اور کبھی شک نہیں کروں گا۔ دن کے اس پہر جب نبی اکرمﷺ احد کی گھاٹی میں تھے اور تمام مسلمان یہ بات جان چکے تھے کہ کفار نے اُن کی شہادت کی جھوٹی خبر پھیلائی تھی تو وہ سب نبی اکرمﷺ کے پاس گھاٹی میں جمع ہو چکے تھے۔ ادھر کفار کے کیمپ میں بھی خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کے حملے کے بعد خاموشی تھی اور اُن کی طرف سے مسلمانوں پہ حملے رُک چکے تھے کیونکہ اب یہ بات اُن پہ واضح ہو چکی تھی کہ مسلمان اب پھر مجتمع ہو چکے ہیں اور حملے کا جواب دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ اُس وقت جب سورج قدرے ڈھل چکا تھا تو نبی اکرمﷺ کے حکم سے اذان دی گئی اور زخموں کی وجہ سے نبی اکرمﷺ نے احد کی اس گھاٹی میں صحابہ کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ یہ پہلی مرتبہ تھا جب نبی اکرمﷺ نے بیٹھ کے نماز ادا کی اور تمام صحابہ نے بھی آپﷺ کی اقتداء میں بیٹھ کے ہی نماز ادا کی۔

وہ جو بعد میں پہنچے

مورخین نے بعض ایسے اصحاب کے احوال بھی بیان کیے ہیں جو لشکرِ اسلام میں باقاعدہ طور پہ تو شامل نہ تھے مگر جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ احد کو روانہ ہوئے اور عبداللہ بن ابی نے انھیں راستے میں دھوکا دیا اور لشکر کا تیسرا حصہ لے کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا تو اُن کے اندر یہ احساس جاگا کہ لشکرِ اسلام اور نبی اکرم ﷺ کو اُن کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اِن میں سے اکثر اصحاب تب جنگ میں شامل ہوئے جب گھمسان کا رن پڑ چکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی یہی محبت اور وارفتگی اُن کو کائنات کے دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے اسی لیے تو اللہ پاک نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی محبتوں اور رفعتوں کی بدولت اسلام کا ابدی پیغام بہت تھوڑے عرصے میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچا اور لوگوں کی ہدایت کا باعث بنا۔ یہی وہ لوگ تھے جنگوں میں جن کی ثابت قدمی اور اُن کی شجاعت نے اُن تمام طاقتوں کو شکست دی جو باطل پرستی پہ مصر تھیں اور اسلام کا بول بالا کیا۔ انھی لوگوں کے زخموں سے رسنے والے خون نے اس چمن کی آبیاری کی جس کی رونقوں اور حسن نے ایک عالم کو اسلام کا دیوانہ بنا دیا اور آج خطہ زمین پہ بسنے والے انسانوں میں اسلام سب سے بڑا اور مقبول ترین دین ہے، یہی وہ لوگ تھے

جن کی استقامت نے عرب وعجم میں ہدایت کے پرچم کو بلند کیا۔
جن لوگوں کا احوال ہم بیان کررہے ہیں اُن میں حضرت ثابت بن وقشؓ تھے اور حضرت حسیل بن جابرؓ تھے۔
ابن اسحٰق نے حضرت عاصمؓ بن عمرو بن قتادہ اور حضرت محمودؓ بن لبید سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرت حسیل بن جابرؓ اور حضرت ثابت بن وقشؓ عمر رسیدہ صحابی تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے انھیں لشکر احد میں شامل نہ کیا۔
نبی اکرم ﷺ نے اِن اصحاب کو اُن گڑھیوں میں منتقل ہونے کا حکم دیا جن میں حفاظت کی خاطر عورتوں اور بچوں کو منتقل کیا گیا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو مدینے سے روانہ ہوئے کافی دن گزر چکے تھے تب ایک دن حضرت حسیل بن جابرؓ اور ثابت بن وقشؓ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ۔تب حضرت حسیلؓ نے حضرت ثابتؓ سے کہا:
میں سوچتا ہوں کہ ہماری زندگی تو بس پوری ہونے کو ہے بس گنتی کے دن ہی رہ گئے ہیں تو کیوں نہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کریں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت سے سرفراز فرمائے اور ہم حقیقی طور پہ کامیاب ہوجائیں۔
حضرت ثابتؓ نے جواب دیا، تو پھر انتظار کس بات ہے اٹھو ابھی چلتے ہیں؟
تب اُن لوگوں نے اپنی تلواریں لیں اور اُس وقت میدان احد میں پہنچے جب جنگ کی چکی خوب چل رہی تھی۔
اِن لوگوں نے نعرہ لگایا اور جنگ میں کود گئے۔
حضرت ثابت بن وقشؓ تو جلد ہی کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور من کی مراد پا گئے مگر حضرت حسیل بن جابرؓ مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط فہمی کی بنا پہ شہید ہو گئے جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام عبداللہ سہیلیؒ اور امام حلبیؒ نے لکھا ہے کہ ایک تو وہ اُس طرف سے جنگ میں شریک ہوئے جس طرف کفار کا لشکر تھا اور جب گھمسان کا رن پڑا تو مسلمان اپنے ساتھیوں کو جنگ

کے شعار کی بنا پہ پہچانتے تھے جو امت امت تھا مگر حضرت حسیلؓ اور حضرت ثابتؓ چونکہ بعد میں جنگ میں شامل ہوئے تھے اس لیے اُن کو جنگ کے شعار کا کوئی علم نہ تھا۔

پھر گھمسان کی جنگ ہوئی اور حضرت حسیل بن جابرؓ جن کا اصل نام یمان تھا جنگ میں شامل ہوئے تو وہ بھی غلط فہمی کی وجہ سے مسلمانوں پہ ہی تلوار اٹھا رہے تھے اور جب کئی مسلمانوں کی تلواریں ایک ساتھ اُن کے جسم پہ پڑیں تب اُن کے بیٹے حذیفہ بن یمانؓ نے اُن کو دیکھا کہ وہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے ہی شہید ہونے والے ہیں۔ وہ ذرا فاصلے پہ تھے یہ پکارتے ہوئے اُن کی طرف دوڑے میرا باپ میرا باپ!

مگر اُن تک پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ غلط فہمی کی بنا پہ حضرت حسیلؓ کو شہید کر چکے تھے حضرت حذیفہ بن یمانؓ جھکے اور اپنے باپ کا سر اپنی گود میں رکھا اور کہا:

اللہ اِن لوگوں پہ رحم کرے۔

صحابہ جلدی سے اُن کی طرف آئے اور کہا:

خدا کی قسم! ہم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا انھوں نے ہم پہ تلوار سے وار کیا تو ہم سمجھے کہ یہ دشمن ہیں اس لیے ہم نے اِن کو شہید کر دیا۔

بخدا! ہم نے اِن کو بالکل بھی نہیں پہچانا۔

جنگ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو طلب کیا اور اُن کے باپ حضرت حسیل بن جابرؓ کی دیت پیش کی۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے اپنے باپ کی دیت نادار مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی اس بات کو پسند کیا اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہ میں اُن کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

انھی میں سے ایک حضرت عمرو بن جموحؓ تھے۔

جب اول اول مدینے کے مسلمانوں نے اسلام قبول کیا تب انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا

تھا۔اُن کا تفصیلی بیان اس سے قبل کہیں گزر چکا ہے کہ کس طرح اہل مدینہ کے نوجوان اُن کے اُس بت کو کوڑے پہ پھینک آتے جسے حضرت عمرو بن جموعؓ تلاش کر کے دوبارہ اٹھالاتے جب کئی دن اسی طرح ہوتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پہ پڑا پردا اٹھادیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا اس طرح وہ اِن لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے اہل مدینہ میں سے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔جب نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو حضرت عمرو بن جموعؓ ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔خاص طور پہ جب نبی اکرم ﷺ کسی عورت سے نکاح کرتے تو ولیمے کا اہتمام کرنا حضرت عمرو بن جموعؓ کے ذمے تھا۔حضرت عمرو بن جموع لنگڑے تھے جب صحابہ جنگ احد میں نکلنے کی تیاری کر رہے تھے تو وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ:

میری خواہش ہے کہ میں اس جنگ میں شرکت کروں اور اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز فرمائے تاکہ میں اپنی لنگڑی ٹانگ سے جنت کو روندوں۔مگر چونکہ اُن کے چار شیروں جیسے بیٹے اس جنگ میں شرکت کررہے تھے اس لیے نبی پاک ﷺ نے اُن سے فرمایا:

اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے اس لیے آپ آرام فرمائیں۔

اس لیے وہ بعد میں جنگ احد میں شامل ہوئے اور شہادت کا ارفع مقام حاصل کیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

بعد میں آنے والوں میں سے ایک کا نام مخریق تھا۔

یہ بنی ثعلبہ بن فیطون کے یہودیوں میں سے ایک شخص تھا جس نے روز احد اپنی قوم کو اکٹھا اور کیا اور کہا: اے میری قوم کے لوگو!

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے مطابق تمھارے لیے لازم ہے کہ تم اُن کی مدد

کے لیے نکلو۔

لوگوں نے اُن سے کہا:

تم جانتے ہو کہ آج ہفتے کا روز ہے اور اس روز ہم لوگ جنگ کے لیے نہیں نکلا کرتے۔

انھوں نے لوگوں سے کہا:

میں تمھیں میں سے ہوں اس لیے تمھاری کٹ حجتیوں سے خوب واقف ہوں۔

میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور میں اُن کی مدد کے لیے رزم گاہ کی طرف روانہ ہو رہا ہوں تم میں سے جس کے دل میں بھی شرم ہو وہ میرے ساتھ آئے اور یاد رکھنا اگر میں اس جنگ میں کام آ جاؤں تو میری جائیداد پہ صرف نبی اکرم ﷺ کا حق ہو گا کہ وہ اس کو جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔

مگر یہودیوں میں ذرا سی شرم بھی نہ تھی اس لیے اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ نکلا!

اس لیے حضرت مخریق اکیلے ہی نبی اکرم ﷺ کی معاونت کے لیے روانہ ہو گئے جب وہ میدان احد پہنچے تو جنگ چھڑ چکی تھی اس لیے وہ بغیر کسی کو کچھ بتائے تیزی سے جنگ میں شریک ہو گئے اور دادِ شجاعت دینے لگے۔

وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

جنگ کے بعد جب لاشوں کو اکٹھا کیا گیا تو لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو مخریق کے بارے میں مطلع کیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

مخریق یہودیوں کا بہترین آدمی تھا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

اور انھی میں حضرت اصیرم بھی شامل تھے۔

امام عبداللہ سہیلی نے حضرت ابوسفیان مولیٰ احمد ابن ابی احمد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ لوگوں سے یہ سوال کیا کرتے کہ کیا تم اُس شخص کو جانتے ہو جس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی ہو اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے جنت کی بشارت دی ہو۔ تو اکثر لوگ حضرت اصیرم کے نام سے واقف نہ تھے کہ وہی تھے جنھوں نے ایمان لانے کے بعد کوئی نماز بھی نہ پڑھی تھی کہ وہ شہید ہوئے۔

مورخین نے اُن کے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

حضرت اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا اور وہ اسلام کے سخت مخالف تھے حتیٰ کہ جب مدینہ کی اکثریت مسلمان ہو چکی تھی تب بھی وہ بدستور کفر سے چمٹے رہے۔ جب نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو لے کر میدان احد کی طرف تشریف لا چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اصیرم کا دل کشادہ کر دیا اور وہ دل ہی دل میں نبی اکرم ﷺ پہ ایمان لے آئے اور جلدی سے میدان احد کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ میدان احد میں پہنچے تو گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

انھوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کارزار جنگ میں کود گئے۔

وہ لڑتے رہے اور زخمی ہوتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گئے اور میدان جنگ میں ہی گر گئے۔ جنگ کے بعد جب صحابہ اپنے اپنے قبیلے کے زخمیوں اور شہدا کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور انھیں میدان جنگ سے الگ ایک جگہ پہ اکٹھا کر رہے تھے تو بنی عبدالاشہل کے لوگوں نے اصیرم کو دیکھا اور وہ حیران رہ گئے اس لیے کہ وہ اسے اسلام کے سخت مخالف کے طور پر اچھی طرح جانتے تھے۔

چنانچہ لوگوں نے اصیرم سے پوچھا کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے۔

کیا تمھیں قوم کی حمیت وغیرت یہاں کھینچ لائی ہے یا دین اسلام کی محبت؟

اصیرم نے کہا: بخدا! صرف اور صرف اسلام کی محبت۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو اصیر م کے حالات سے آگاہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

بے شک اصیر م اہل جنت میں سے ہے۔

نقطہ چیں اور بہت سے متذبذب لوگ اب بھی
ہمارے درمیان موجود ہیں جو قول رسول کی اہمیت کو کم
کرنے کی غیر ارادی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر
مسلمان روز احد گھاٹی چھوڑنے کے بارے میں
اختلاف میں نہ پڑتے تو تاریخ کچھ مختلف ہوتی۔

دن کا تیسرا پہر

اگرچہ مورخین نے تو اس امر کی طرف کوئی واضح اشارہ نہیں کیا مگر قرائن اسی بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ جنگ احد دن کے تیسرے حصے کے شروع ہوتے ہی ختم ہوگئی تھی اس لیے کہ صحابہ نے اپنے شہدا کو دفن کیا اور اس کے بعد تین میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مغرب کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ چنانچہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان جب مجتمع ہوگئے اور نبی اکرم ﷺ نے گھاٹی میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کرلیا تو اس کے بعد اہل قریش کی طرف سے کوئی بڑا حملہ سامنے نہیں آیا۔ کفار قریش چونکہ مسلمانوں کا خاطرخواہ نقصان کر چکے تھے اس لیے انھوں نے اسی پہ اکتفاء کیا اور واپس جانے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ ابو سفیان نے اس سلسلے میں اہل قریش کے اہم آدمیوں سے مشاورت کے بغیر ہی واپس جانے کا فیصلہ کرلیا۔

وہ ایک قریبی پہاڑی پہ چڑھ گیا اور مسلمانوں سے کہا:

تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو بے شک جنگ کنویں کے ڈول کی مانند ہے کبھی اِدھر کبھی اُدھر!

اور یہ بدر کے دن بدلہ ہے۔

اس کے بعد اُس نے نعرہ لگایا:

اے ہبل اپنے دین کو بلند کر!

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمر کو حکم دیا عمر اٹھو اور اس کو جواب دو۔

حضرت عمر چونکہ بلند آواز تھے اس لیے انھوں نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا:

اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَ اَجَلُّ لَا سَوَاءٌ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّۃِ وَ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ ۔

اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے اور معاملہ ہرگز برابر نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمھارے مقتول دوزخ کا ایندھن بن گئے ہیں۔

تب ابوسفیان نے حضرت عمرؓ سے کہا:

عمر ذرا قریب آکر میری بات سنو۔

حضرت عمرؓ نے آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی۔

حضرت عمرؓ ابوسفیان کی طرف گئے تو اُس نے حضرت عمرؓ سے کہا؟

عمر تمھیں تمھارے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے؟

حضرت عمرؓ مسکرائے اور کہا: بخدا! بالکل نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ اس وقت بھی تمھاری باتیں سن رہیں ہیں۔ابوسفیان نے کہا! اگرچہ ابن قمیئہ نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ اُس نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کر دیا ہے مگر میرے نزدیک کم از کم تم ابن قمیئہ سے زیادہ عزت دار ہو۔

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا:

تمھارے بعض مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے مگر میں نے اپنے لوگوں کو نہ اس کا حکم دیا ہے اور نہ اُن کو منع کیا ہے۔اس کے بعد ابوسفیان نے اپنے گھوڑے کی لگام موڑی اور روانہ ہونے سے قبل کہا:

آئندہ ہمارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر کے مقام پہ ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے حضرت عمرؓ نے اُس سے کہا:

ہمیں تمھارا یہ چیلنج منظور ہے۔

ازاں بعد ابو سفیان اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کو روانہ ہو گیا۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے احتیاط کے طور پہ حضرت علیؓ کو اُن کے تعاقب میں روانہ کیا کہ کہیں وہ پلٹ کے حملہ نہ کر دیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

علیؓ دیکھو! وہ اونٹوں پہ سوار ہوئے ہیں اور گھوڑے ساتھ کر لیے ہیں یا گھوڑوں پہ سوار اپنے اونٹوں کو ہانک رہے ہیں۔ دراصل جب عرب جنگ کا ارادہ کرتے تو اپنے اونٹ سے اتر آتے اور گھوڑے پہ سوار ہو جاتے۔ مگر جب اُن کا ارادہ سفر کرنے کا ہوتا تو وہ اونٹوں پہ سوار ہو جاتے اور گھوڑوں کو اپنے ساتھ لے لیتے جلد ہی حضرت علیؓ واپس تشریف لے آئے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ اُن کا ارادہ سفر کا ہے وہ اونٹوں پہ سوار ہیں اور گھوڑوں کو اپنی بغل میں لے کر چلتے ہیں۔ اس دوران مسلمان اپنے شہدا کی لاشوں کو ایک جگہ اکٹھا کر چکے تھے اور زخمیوں کی طرف متوجہ تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ سے فرمایا:

تم میں سے کون ہے جو مجھے سعد بن ربیعؓ کی خبر دے۔

ایک انصاری صحابی تیزی سے اٹھے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں اُن کی خبر لاتا ہوں اور وہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انھوں نے زخمیوں میں سے بڑی کوشش کے بعد حضرت سعد بن ربیعؓ کو تلاش کیا جو شدید زخمی تھے۔

حضرت سعد بن ربیعؓ کی آخری سانسیں تھیں اُن پہ وقت نزع تھا۔

انصاری صحابی نے حضرت سعدؓ کے سر کو اپنی گود میں رکھا اور اُن سے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمھاری خبر گیری کے لیے بھیجا ہے۔

حضرت سعد بن ربیعؓ نے اکھڑتی سانسوں اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں انصاری صحابی سے کہا:

نبی اکرم ﷺ کو میری طرف سے سلام کہنا؛

اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جو اس نے کسی نبی کو اپنی امت کی طرف سے دی ہو۔

پھر اُن کی سانس اکھڑنے لگی مگر انھوں نے اپنی قوت کو مجتمع کیا اور کہا:

اور میری قوم سے کہنا؛ سلامتی کی دُعا کے بعد سعد بن ربیعؓ تم سے کہتا ہے کہ اگر کوئی دشمن نبی اکرم ﷺ تک رسائی حاصل کر لے جب کہ تم میں سے ایک بھی آدمی سانس لیتا ہو تو تم اللہ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ اُس کے بعد حضرت سعد بن ربیعؓ نے جام شہادت نوش کیا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

وہ انصاری صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اس دوران صحابہ شہدائے اُحد کو ایک جگہ اکٹھا کر چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق اُن کو میدانِ اُحد میں اسی جگہ دفن کر رہے تھے جہاں انھوں نے جام شہادت نوش کیا تھا

۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے اکثر زخمی تھے اور شہدا کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ روزِ اُحد ستر مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

اور زخمی مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ ستر گڑھے کھودیں اس لیے جلدی میں دو دو تین تین شہدا کو ایک ہی قبر میں اتارا گیا۔

حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا دونوں اصحاب کا مثلہ کیا گیا تھا جس کا نبی اکرم ﷺ کو بہت رنج تھا۔

اسی طرح حضرت عمرو بن جموحؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اس لیے کہ وہ دنیا میں بھی اچھے دوست تھے۔

نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ تھے اور انھیں ہدایات دے رہے تھے دیکھو اُس کو مقدم رکھو جس کو

زیادہ قرآن یاد تھا۔

ابن اسحٰق نے حضرت محمد بن مسلمہ زہریؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ شہدائے اُحد کے پاس آئے اور صحابہ سے فرمایا:

یار کھو! بے شک جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا یا شہید ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے روز اسی حالت میں اٹھائے گا کہ اِس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا اگر چہ اُس خون کا رنگ سرخ ہی ہوگا مگر اُس سے کستوری کی خوشبو اٹھ رہی ہوگی۔

اللہ کے مجاہدو سنو!

جب تمھارے بھائی میدان احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی ارواح کو سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں رکھ دیا وہ جنت کی نہروں کی سیر کرتے ہیں اِس کے میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں معلق طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں جب انھوں نے کھانے پینے اور جنت کی پاکیزہ اشیاء کے بیچ رہنے کا عیش پالیا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کاش کوئی ہمارے بھائیوں کو جا کے بتا دے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پہ کس قدر رحم فرمایا ہے تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی اختیار نہ کریں اور جنگ سے گریز کی راہ اختیار کرنے سے بچے رہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اِن شہدا سے سوال کیا کہ کیا تم جنت کی اِن نعمتوں سے مطمئن ہو تو شہدا نے جواب دیا۔

اے ہمارے رب ہم تیرے احسان کا شکر ادا کر رتے ہیں اور اپنے نصیب پہ نازاں ہیں کاش کوئی ہمارے بھائیوں کو اس امر کی خبر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمھاری طرف سے اُن کو تمھاری بات پہنچا دیتا ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پہ سورۃ آلِ عمران کی یہ آیات اتاریں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ ○

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۝ فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ
وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ اَلَّا
خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ آلِ عمران ؛ آیات 168-171/3)

ترجمہ:

”جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں اُن کو مردہ مت کہو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دے دیا ہے اُس پہ خوش وخرم ہیں اور مطمئن ہیں اور جو اہل ایمان اِن کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پہ شاداں وفرحاں ہیں اور اُن کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

مسلمان جب اپنے ساتھیوں کو دفن کر چکے اور زخموں پہ مرہم رکھے جا چکے تو انھوں نے مدینہ کی راہ لی۔ مسلمانوں کو اپنے ساتھیوں کی شہادت کا دکھ تھا مگر ساتھ ہی انھیں یہ اطمینان بھی حاصل تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے میں کامیاب رہے ہیں اور ساتھ ہی اپنے دین کی بھی۔

جنگ عربوں کے لیے اجنبی نہ تھی، خون کا بہنا اُن کو کسی خوف میں مبتلا نہ کرتا تھا۔ وہ صدیوں سے بے مصرف خون بہاتے چلے آئے تھے۔ مگر اب وہ ایک نظریے ایک عقیدے کی مدافعت میں خون بہانے نکلے تھے اور یہ ایک خوشگوار تبدیلی تھی۔

ہفتہ ۱۵ شوال ۳ ہجری بمطابق 31 مارچ 625ء

مدینہ کو واپسی

نبی پاک ﷺ اپنے صحابہ کو لے کر مدینے کو پلٹے اور روزِ اُحد ایک سخت آزمائش کا دن تھا جس میں جب صحابہ کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو اس کی پاداش میں پورے لشکر اسلام کو دکھ اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اور وہ جنگ جس میں کفار سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اُس کا پانسہ پلٹ گیا اور کفارِ قریش کے جوابی حملے میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سمیت بہت سے صحابہ زخمی ہوئے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اپنے زخمی صحابہ کے ساتھ مدینے کی طرف لوٹے تو راستے میں اُن کی ملاقات سب سے پہلے حمنہ بنت جحشؓ سے ہوئی صحابہ نے اُن کو اطلاع کی کہ اُن کے ماموں حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے ہیں۔ انھوں نے دعائے مغفرت کی۔ پھر صحابہ نے حمنہ بنت جحش کو بتایا کہ اُن کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ بھی شہید ہو گئے ہیں تو حضرت حمنہ بنت جحشؓ نے پھر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دُعا کی۔ صحابہ نے اُن کو مخاطب کیا اور بتایا کہ اس جنگ میں اُن کے شوہر حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی

شہید ہوگئے ہیں تو اب کی بار حضرت حمنہ دُعا مانگنے کے بجائے چیخ چیخ کر رونے لگیں۔

اُن کو یوں روتے دیکھ کے نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

تم نے دیکھا!

جب حمنہ کو اُن کے بھائی کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ برداشت کرگئی، جب اُس کے ماموں کی شہادت کی خبر دی گئی تب بھی وہ اسے برداشت کرگئی مگر جب اُسے اپنے شوہر کی شہادت کا علم ہوا تو دکھ اُس کی برداشت سے بڑھ گیا اور وہ چیخ اٹھیں کہ ہر عورت کے دل میں خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے سب صحابہ ہی آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جس کی مثال بیان کرتے ہوئے ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ شہر مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی دینار کی ایک عورت نے صحابہ سے سوال کیا مجھے بتاؤ کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ خیریت سے ہیں میں نے سنا ہے کہ وہ زخمی ہوگئے تھے۔

صحابہ نے اُس کو بتایا کہ اے عورت تیرا باپ اس جنگ میں شہید ہوگیا ہے۔

اُس عورت نے اپنے باپ کے لیے دُعا کی اور صحابہ سے دریافت کیا اللہ کے رسول ﷺ کیسے ہیں۔

صحابہ نے اس عورت کو بتایا کہ تمھارا بھائی بھی اس جنگ میں شہید ہوگیا ہے تو اُس عورت نے اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کی اور صحابہ سے پھر پوچھا مجھے بتاؤ نبی اکرم ﷺ کیسے ہیں؟

لوگوں نے اُسے بتایا کہ تیرا خاوند بھی اس جنگ میں شہید ہوگیا ہے۔

اُس عورت نے اپنے شوہر کے لیے دُعا کی اور لوگوں سے کہا مجھے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ اللہ کے فضل سے نبی اکرم ﷺ بہ خیریت ہیں۔

تب اُس عورت نے کہا:

اگراللہ کے رسول ہم میں موجود ہیں تو یہ ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ جب بنوعبدالاشہل اور بنوظفر کے گھرانوں کے پاس سے گزرے تو وہاں کی عورتیں اپنے شہدا پہ نوحہ کررہی تھیں۔تب نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اورآپ نے فرمایا میرے چچا حمزہؓ کا تو کوئی نوحہ کہنے والا بھی نہیں ہے۔حضرت سعد بن معاذؓ اورحضرت اسید بن حضیرؓ تک جب یہ بات پہنچی تو چونکہ وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اس لیے انھوں نے اپنی عورتوں سے کہا اپنے گھروں سے نکلو اور نبی اکرم ﷺ کے گھر جا کر اُن کے چچا حمزہؓ کا نوحہ کرو۔چنانچہ انصار کی بہت سی عورتیں نبی اکرم ﷺ کے گھر کے سامنے حضرت حمزہؓ کا نوحہ کرنے لگیں۔جب نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز ادا کر کے مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے تو انھوں نے جانا کہ یہ عورتیں اُن کے چچا کا نوحہ کررہی ہیں۔تب نبی اکرم ﷺ اُن خواتین انصار کے پاس تشریف لے گئے اوراُن سے کہا:تم نے اپنی طرف سے حمزہؓ کے نوحہ کا حق ادا کر دیا ہے لیکن اسلام میں نوحہ کی ممانعت ہے اس لیے اب تم خاموشی سے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاؤ۔

اورانصاری عورتیں وہاں سے چلی گئیں۔

ابن ہشام نے کہا:

شاید یہی وہ موقع تھا جب پہلی بار اسلام میں نوحہ کی ممانعت کی گئی۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

حضرت ابن اسحٰق نے لکھا ہے!

کہ جنگ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ جب کاشانہ نبوت میں رونق افروز ہوئے تو آپ

ﷺ نے اپنی تلوار اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو دی اور کہا:

بیٹی اس تلوار سے خون صاف کردو بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

اسی دوران حضرت علیؓ بھی گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے بھی اپنی تلوار اپنی بیوی حضرت فاطمہؓ ہی کو دی اور وہی الفاظ کہے۔ فاطمہ اس تلوار سے خون صاف کردو بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے

نبی اکرم ﷺ نے مسکرا کر حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

ہاں تم نے خوب تلوار چلائی ہے مگر سہل بن حنیفؓ اور ابو دجانہؓ نے بھی خوب دادِ شجاعت دی ہے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے!

کہ اگرچہ ملائکہ جنگ احد میں بھی مسلمانوں کی مدد کو اترے تھے مگر مسلمان چونکہ صبر و ثبات کی شرط پہ پورے نہ اترے تھے اس لیے اب کی بار فرشتوں نے صرف نبی اکرم ﷺ کی مدافعت کی تھی۔

علامہ موصوف نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ:

میں نے دیکھا نبی اکرم ﷺ کے دائیں اور بائیں دو افراد انتہائی شدت سے اُن کا دفاع کر رہے ہیں اور میں اُن کو نہیں جانتا تھا۔

بعد میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ وہ اللہ کے فرشتے تھے جو میرا دفاع کر رہے تھے اگر تم صبر و ثبات سے کام لیتے تو وہ جنگ بدر کی طرح تمھاری مدد کرتے مگر تم نے جلدی کی جس کی وجہ سے تمھیں دکھ اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

تاہم چند روائتیں اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جنگ احد میں بھی ثابت قدم رہنے

والے صحابہ کو فرشتوں کی اعانت حاصل تھی اگر چہ فرشتوں نے اس بار جنگ بدر کی طرح کھل کے مشرکین کا قتال نہ کیا تھا۔

حضرت حرث ابن صمعہؓ سے ایک روایت ہے کہ:

جنگ کا زور کم ہونے کے بعد جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گھاٹی میں جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

تم نے حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کو دیکھا ہے؟

میں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ آخری بار میں نے انھیں پہاڑی کے ایک بازو پہ کفار کے ساتھ لڑتے دیکھا تھا ۔تب میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا اللہ اُن پہ رحم فرمائے آج میں نے اپنے اور اُن کے سوا فرشتوں کو کسی اور کی مدد کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت حرثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سننے کے بعد میں اُس طرف کو کھسک لیا جس طرف میں نے آخری بار حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کو دیکھا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ ایک جگہ زمین پہ بیٹھے اپنی تلوار سے کفار کا نجس خون صاف کر رہے ہیں اور اُن کے سامنے کفار کی سات لاشیں پڑی ہیں۔

میں نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کو پکارا اور کہا:

آج تو آپ نے کمال کر دیا ہے اور اتنے مشرکوں کو قتل کیا ہے۔

انھوں نے میرا بازو پکڑا اور مقتولین کی طرف گئے اور دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اِن میں سے صرف اِن دو افراد کو قتل کیا ہے میرا خیال ہے باقی پانچ افراد کو اُن لوگوں نے قتل کیا ہے جو میرے دائیں اور بائیں جانب سے لڑ رہے تھے۔

انھوں نے سفید عمامے پہن رکھے تھے اور وہ بہترین تلوار باز تھے اور میں نے اُن کو اِس سے قبل

نہیں دیکھا اور نہ میں جانتا ہوں کہ وہ کون تھے۔

مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کون تھے؟

حضرت حرث ابن صمۃؓ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کون تھے؟ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے حیرت سے میری طرف دیکھا تو میں انھیں رسول اللہ ﷺ کے وہ الفاظ بتائے کہ فرشتوں نے اُن کی مدد کی تھی۔

یہ سن کر حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ بہت خوش ہوئے۔

بعض صحابہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب حضرت مصعب بن عمیرؓ کا ایک بازو کٹا تو انھوں نے مسلمانوں کا علم دوسرے ہاتھ سے تھام لیا اور جب اُن کا دوسرا بازو بھی کٹ گیا اور وہ گرے تو اس سے قبل کہ اسلامی پرچم زمین بوس ہوتا ایک فرشتہ جس کی شکل حضرت مصعب بن عمیرؓ سے ہی ملتی تھی آگے بڑھا اور پرچم اٹھا لیا اِس کے بعد لوگوں کو معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ فرشتہ کہاں گیا۔البتہ لوگوں نے دیکھا کہ اسلامی پرچم اب حضرت مصعب بن عمیرؓ کے چھوٹے بھائی ابو روم بن عمیرؓ کے ہاتھ میں ہے اور انھوں نے اس وقت تک اسلامی علم کو سربلند رکھا جب تک کہ مسلمان مدینے کو واپس نہ لوٹ گئے۔غرض جنگ ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو اب آپ ﷺ اپنے گھوڑے پہ سوار تھے۔اور آپ ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جن میں سے اکثر و بیشتر زخمی تھے۔جب یہ لشکر دامن احد تک پہنچا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ صفیں سیدھی کر لو تاکہ میں اپنے رب کی حمد و ثنا کر سکوں۔صحابہ صفیں بنا کے کھڑے ہوگئے اور اُن کے پیچھے عورتوں نے ایک صف بنائی مورخین نے لکھا کہ ہے کہ پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے چودہ مسلمان عورتیں بھی اس غزوے میں مسلمانوں کے ہمراہ تھیں۔آنحضرت محمد ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ رب العزت کی حمد وثنا کی۔

"اے اللہ! تجھے ہی تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔تو کشادگی عطا فرمائے تو کوئی تنگی پیدا کرنے والا

نہیں ہے اور اگر تو تنگی میں ڈالے تو کوئی کشادگی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ جس کو تُو گمراہی میں ڈال دے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جس کو تُو ہدایت فرمادے اُس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جن نعمتوں سے تُو محروم فرمادے اُن کو کوئی عطا نہیں کر سکتا اور جن نعمتوں کو تُو عطا فرمائے اُن کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ جس چیز کو تُو دور فرمادے اُس کو کوئی قریب نہیں کر سکتا اور جس چیز کو تُو قریب کر دے اُس کو کوئی دور نہیں کر سکتا‘‘۔

اتوار ۱۶ شوال...۳ ہجری بمطابق...1 اپریل 625ء

غزوہ حمرہ الاسد

قریش صدیوں سے عربوں کے سردار چلے آ رہے تھے۔کامیاب تجارت کی وجہ سے اُن کی عسکری قوت بھی بے پناہ تھی۔اس لیے قریش جہاں عربوں کے روحانی راہنما تھے وہیں وہ سیاسی طور پہ عربوں کی وحدت کی علامت بھی تھے۔قریش طاقت وقوت میں دوسرے عربوں سے بڑھے ہوئے تھےاس لیےاہل قریش تو عربوں پہ حملہ آور ہوتے رہتے تھے مگر دوسرے قبائل کو کبھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ بھی پلٹ کے قریش پہ حملہ کرمل کرسکیں۔نبی اکرمﷺ چونکہ خود بھی قبیلہ قریش ہی سے تھے اس لیے جب ابوسفیان نے اپنی فتح کو نامکمل چھوڑ کر مکے کی طرف کوچ کیا تو خود نبی اکرمﷺ کو بھی قریش کی فراست پہ قدرے حیرت ہوئی اور یہی حیرت اہل قریش کو بھی ہوئی تھی اس لیے جب وہ روحاء کے مقام پہ اترے تو جلد ہی عرب سرداروں نے ابوسفیان کو گھیر لیا اور اُس سے کہا:

تم نے اپنی فتح کو اس قدر ادھورا چھوڑا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

نہ تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کو ہلاک کیا ہے اور نہ ہی مکہ سے فرار ہونے والے مسلمانوں کو غلام بنایا ہے جب کہ ہم اُن کو زخموں سے چور کر چکے تھے ہمیں تو چاہیے تھا کہ ہم مدینہ کی طرف بڑھتے اور اُن کی طاقت کو اچھی طرح کچل دیتے۔ابوسفیان اگرچہ مسلمانوں کی قوت سے خائف تھا مگر وہ اپنے سرداروں کی بات کا قائل ہوتا جا رہا تھا۔صرف صفوان بن امیہ تھا جو اِن لوگوں کی مخالفت کر رہا تھا اور اُن کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرا رہا تھا کہ اگر تم ایک مرحلے میں مسلمانوں کو بھاری زِک پہنچانے میں کامیاب رہے ہو تو اسی کو غنیمت جانو اور عربوں میں اپنی عزت بن جانے پہ خوش ہو جاؤ۔دوسری صورت میں اگر تم پلٹ کر مسلمانوں سے جنگ کرتے ہو تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمھارے وہ خواب پورے ہو جائیں جو تم نے دیکھے ہیں اور تم ایک بار پھر مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو سکو۔اگرچہ صفوان بن امیہ اہل قریش کو پلٹ کر مسلمانوں پہ حملہ کرنے سے باز رکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر اُن لوگوں کی آواز بھی بہت بلند تھی جو پلٹ کر حملہ کرنے اور جنگ کو اُس کے حتمی انجام تک پہنچانے کے حامی تھے۔دوسری طرف غزوہ احد کی رات حضرت عبداللہ ابن عوفؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ اہل قریش مکہ واپس نہیں گئے بلکہ روحاء کے مقام پہ رکے ہوئے ہیں اور پلٹ کر مدینہ پہ حملہ کرنے کے بارے میں مشاورت کر رہے ہیں۔اس کے فوراً بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو طلب کیا اور اُن کو اہل قریش کے ارادوں سے خبردار کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اُن کے تعاقب میں نکلیں تا کہ وہ لوگ ہماری عورتوں اور بچوں پہ حملہ نہ کر سکیں ۔چنانچہ اگلے روز جب مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی تو نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری اور فوری روانگی کا حکم دیا۔اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کسی منافق کو اس جنگ میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ صرف وہی لوگ اس جنگ

میں میرے ساتھ نکلیں جو کل کے معرکے میں شامل تھے۔ چنانچہ صحابہ ہتھیار لگا لگا کر آنے لگے اور مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول ﷺ:

میں اگرچہ کل کے معرکے میں شامل نہ تھا مگر اس کی ایک معقول وجہ تھی میری سات جوان بہنیں ہیں اور میں اپنے والد کے حکم پہ اُن کی حفاظت کے لیے رُک گیا تھا۔ اب جبکہ میرے والد اپنی منزل پا چکے ہیں اور کل کے معرکے میں شہید ہو چکے ہیں تو مجھے اس جنگ میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو جنگ میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرما دی۔ تھوڑی دیر بعد منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی ہتھیار لگا کے آیا اور یہ وہی عبداللہ بن ابی تھا جو جنگ کے آغاز سے پہلے ہی تین سو سواروں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو گیا تھا اور مسلمانوں کو بدترین دھوکہ دیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے منہ موڑ لیا:

اُس نے جنگ کی اجازت مانگی مگر نبی اکرم ﷺ نے انکار کر دیا۔

جب صحابہ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے کوچ فرمایا:

نبی اکرم ﷺ اپنے مکسب نامی گھوڑے پہ سوار ہوئے آپ ﷺ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن مکتومؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا اور مسلمانوں کا علم حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔

وہ زخموں سے چور ایک لشکر تھا جس کے زخموں سے لہو رستا تھا۔

خود نبی اکرم ﷺ بھی تو زخمی تھے۔ اور آپ ﷺ کے اصحاب میں بھی اکثر و بیشتر زخمی تھے۔ کہ انھی لوگوں نے کل دشمن سے ایک بڑا معرکہ لڑا تھا جس کے زخم ابھی تازہ تھے اور بیچ میں صرف ایک ہی رات گزری تھی۔ جس میں اگرچہ صحابہ نے آگ جلا کے اُس کی راکھ اپنے زخموں میں

بھری تھی مگر اگلی ہی صبح جب اُن کو اس معرکے کے لیے نکلنا پڑا تو اُن کے زخم کھلنے لگے اور اُن سے خون رسنے لگا۔

مگر یہ قافلہ اُن شہ بختوں پہ مشتمل تھا جن کو زخموں سے رستے لہو سے زیادہ اُس عہد کی فکر تھی جو انھوں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تھا۔ انھیں اُس وفا کی فکر تھی جس پہ حرف آنے سے موت اُن کو بہتر لگتی تھی، اُن کو اس منزل کی جستجو تھی جس کی دوسری طرف ابدی کامرانی تھی اُن کے لیے زخموں سے رستے اس لہو میں اِک لذت تھی جس کو اگرچہ وہ کوئی نام نہ دیتے تھے مگر اتنا ضرور جانتے تھے کہ ہر عہد کی کچھ قیمت ہوتی ہے اور اُن کا عہد گنتی کے اِن چند زخموں سے بہت بڑا تھا۔ یہ زخم اُن کے لیے کسی گُلِ ناز کی طرح تھے کہ انھی زخموں کے عوض تو اُن کی زندگیوں میں لغویت کی بجائے خالق کی پہچان اور شکر کے جذبے نے جنم لیا تھا اور اِس نعمت کی قدر و قیمت سے وہ پوری طرح آگاہ تھے۔ اس لیے اُن کی ہر جانفشانی صرف اللہ کی رضا کے لیے تھی، اُن کی ہر قربانی اللہ کی راہ میں تھی، اُن کا ہر جذبہ خالق کی منشا کے تابع تھا، اُن کی ہر آرزو نبی اکرم ﷺ کی مسکراہٹ پہ جا کے ختم ہو جاتی تھی اُن کی ہر چاہت کا محور نبی اکرم ﷺ کی محبت تھی اور اُن کی ہر کامیابی اللہ کے راستے میں نکلنے پہ منحصر تھی اُن کی زندگی کا ہر احساس ہر جذبہ ایمان کی تکمیل کا آرزو مند تھا، اُن کی آنکھوں میں محبت کا اِک خمار تھا جس پہ وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینا چاہتے تھے، اُن کے دل کی دنیا بدل چکی تھی جس کے ساتھ ہی اُن کی منزل اُن کی چاہت اُن کی آرزو بھی عرفان کے نئے نغمے گنگنانے لگی تھی، اب وہ شکر کی اُن منزلوں کے راہی تھے جن کی نشاندہی ہر دم اترتے قرآن میں کی جا رہی تھی، اب اُن کے اخلاق میں وہ الہامی رفعت تھی جس کا نشان اُن کے چہروں پہ روشنی کی صورت چھلکتا تھا اُن کے زخموں سے ٹپکتے ہر قطرے کی زبان پہ تجدید عہد کا وہ ورد تھا جس کی انتہائی صورت کے وہ متمنی تھے، اُن کا عزم اُن کے زخموں پہ بھاری پڑا تھا اور وہ کفارِ قریش کے تعاقب میں پوری قوت سے سر گرداں تھے اُن کی راہبری کائنات کے سب سے برتر انسان کے ہاتھ میں تھی جن کے زخموں

سے بھی لہو رستا تھا اور سبق وفا کے باب رقم کرتا تھا۔ کفارِ قریش کے تعاقب میں نکلنے والے لشکر کا احوال بیان کرتے ہوئے علامہ برہان الدین حلبیؒ تحریر کرتے ہیں کہ!

تقریباً سارے ہی صحابہ زخموں سے چور چور تھے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ کے جسم پہ غزوہ احد کے نو تمغے سجے تھے جن سے گاہے گاہے خون رستا تھا مگر وہاں اس بات کی پرواہ کسے تھی۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے جسم پہ بھی نو زخم تھے جن میں چار کافی گہرے تھے مگر اُن زخموں کا دکھ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تابع تھا اس لیے وہ لشکر اسلام کے ہمراہ تھے۔

حضرت حراش بن صمعہؓ کے جسم پہ دس زخم تھے۔

اسی طرح حضرت کعب بن مالکؓ کے جسم پہ بھی دس زخم تھے جن سے رستے خون نے اُن کے پاؤں تک رستہ بنا رکھا تھا اور اُن کے لباس پہ اِن زخموں کے حوالے نمایاں تھے۔

طلحہ بن عبید اللہؓ تھے جو روزِ اُحد رسول اللہ ﷺ کے دفاع کرتے رہے تھے ابن قمیہ نے جب رسول اللہ ﷺ پہ حملہ کیا تو جلدی میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ سے تلوار دور جا گری اور اُن کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ تلوار اٹھاتے اور ابن قمیہ کے اُس وار کو روکتے جو اُس نے رسول اللہ ﷺ پہ کیا تھا، اس لیے انھوں نے ابن قمیہ کا وار اپنے برہنہ ہاتھ پہ روکا جس کی وجہ سے اُن کی انگلیوں کی پوریں کٹ گئیں۔ انگشت شہادت پوری کی پوری شہید ہوگئی اور اُس وار کی وجہ سے اُن کا ہاتھ شل ہوگیا تھا اور اب حرکت نہ کرتا تھا۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ پہ لگنے والے اس زخم کے علاوہ اتنے زخم تھے کہ ہم جلدی میں اُن کی گنتی بھی نہ کر سکے تھے مگر اِن چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ کسے تھی اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور اُن کا شوقِ شہادت نکھرا ہوا تھا۔

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا طلحہ بن عبید اللہؓ کہاں ہیں؟

صحابہ نے دیکھا کہ حضرت طلحہؓ دوڑ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں یہاں ہوں یارسول اللہ ﷺ!

تمھارے ہتھیار کہاں ہیں! نبی اکرم ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے پوچھا؟

یہیں ہیں یارسول اللہ ﷺ!

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑتے ہوئے گئے اور اپنے ہتھیار لے آئے اور اُن کے سینے پہ سامنے سے نظر آنے والے نو زخم تھے جن سے خون رِستا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے زخموں پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

طلحہ! یاد کر لو اب قریش ہمیں اِس طرح کا دُکھ کبھی نہ پہنچا سکیں گے جس کا طرح کا دُکھ انھوں نے ہمیں کل پہنچایا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کرا دے گا۔

صحابہ نے بیان کیا کہ:

پھر ایسا ہی ہوا اور کفارِ قریش ہمیں کبھی اُس قدر دُکھ نہ پہنچا سکے جس قدر دُکھ انھوں نے ہمیں روزِ اُحد پہنچایا تھا اور مکہ فتح ہو گیا۔

حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ بھی اُن شہ بختوں کے ہمراہ تھے جو وفا پیشہ تھے اور جن کی آنکھوں میں موت کا شوق نقش ہو کے رہ گیا تھا اور اُن کے جسم پہ کل کے معرکے نے بیس نشان چھوڑے تھے جو اُن کو پھولوں کی طرح لگتے تھے اور جن سے اٹھتی لذت کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔

اور بنی سلمٰی کے خاندان کے تمام مردانِ حرب زخمی تھے وہ چالیس لوگ تھے جن کے سینے زخموں سے چور تھے اور جن کی حالت دیکھ کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں تھیں اور آپ ﷺ نے اُن کے لیے دُعائے خیر فرمائی۔

اے اللہ! بنو سلمٰی کے اِن جوانوں سے راضی ہو جا اور اُن پہ اپنی رحمت نازل فرما اور وہاں ذوقِ اطاعت کے ایسے مناظر تھے جن کو آسمان حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتا تھا اور بنی آدم کے نصیب پہ نازاں ہوتا تھا۔

عبداللہ بن سہیلؓ اور رافع بن سہیلؓ دونوں سگے بھائی تھے اور اُن کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا روزِ بدر وہ زخموں سے چور ہو گئے تھے۔

اگلے روز جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کفارِ قریش کے تعاقب کا حکم دیا تو عبداللہؓ اور رافعؓ سوچ میں پڑ گئے کہ وہ اس حکم کو کیسے بجالائیں اس لیے کہ رافع کی ٹانگیں زخمی تھیں اور وہ چل نہیں سکتے تھے اور حضرت عبداللہؓ کے دونوں بازوؤں پہ زخم تھے اور وہ تلوار اٹھانے سے قاصر تھے۔

دونوں بھائی رونے لگے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کیسے کریں۔

حضرت عبداللہ ابن سہیلؓ کے کئی یہودی دوست تھے انھوں نے سوچا کہ شاید اِس مشکل وقت میں وہ اِن کے کام آئیں اور اِن کے لیے سواری کا بندوبست کر دیں۔ انھوں نے پوری کوشش کی مگر ناکام رہے اور سواری کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ جب وہ گھر واپس آئے جہاں زخمی حضرت رافعؓ اُن کا انتظار کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر مدینے سے نکل چکے تھے۔

حضرت عبداللہؓ نے اپنے بھائی رافع ابن سہیلؓ کو بتایا کہ وہ باوجود کوشش کے سواری کا انتظام نہیں کر سکے۔

دونوں بھائی پھر سے رونے لگے۔

پھر انھوں نے ایک دوسرے سے کہا:

ہم اسی طرح روانہ ہوں گے چاہے راستے میں موت ہماری منتظر ہو!

چنانچہ وہ اس طرح گھر سے نکلے کہ حضرت عبداللہؓ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پہ اٹھا رکھا تھا جس کی وجہ سے اُن کے بازوؤں کے زخم کھل گئے تھے اور اُن سے رستا خون ایک لکیر بنا رہا تھا جو کسی کی وفا پہ حرفِ آخر کی طرح تھی۔

حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میرا بھائی میرے بازوؤں سے ابلتے خون کو گرتے دیکھتا تو چیخ کر کہتا اب مجھے نیچے اتار دو میں چل سکتا ہوں۔ وہ مجھے نیچے اتارتے اور میں چند قدم چلتا تو میرے زخموں سے بھی خون ابلنا شروع ہو جاتا اور میں درد کی شدت سے گر جاتا اور میرا بھائی

مجھے پھر سے اٹھالیتا۔

اسی طرح کبھی رکتے اور کبھی چلتے ہوئے سست رفتاری سے ہمارا سفر کٹتا رہا حتیٰ کہ رات کی تاریکیوں میں مسلمانوں کے مستقر میں روشن کی گئی آگ ہمیں نظر آنے لگی اور منزل پا لینے کی خوشی سے بھیگ جانے والی آنکھوں کے سامنے منظر دھندلانے لگا۔ پھر اسلامی فوج پہ متعین پہرے داروں نے ہمیں جانے کیا سمجھا اور ہمیں گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اس سے قبل نبی اکرم ﷺ مدینے سے نکلے اور لشکر اسلام کو مدینہ سے آٹھ میل باہر آنے کے بعد حمراء الاسد نامی مقام پہ قیام کرنے کا حکم دیا۔ ثابت ابن ضحاک نامی صحابی آپ ﷺ کی راہنمائی اُن راستوں کی طرف کر رہے تھے جن سے قریش گزرے تھے۔ رات کو پچاس سواروں کا ایک دستہ لشکر گاہ کی حفاظت کے لیے متعین کیا گیا جس کا سربراہ حضرت عباد بن بشرؓ کو مقرر کیا گیا اور انھوں نے ہی عبداللہ ابن سہیلؓ اور رافع ابن سہیلؓ کو گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت عبداللہؓ نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ وہ سفر کرنے کے قابل نہ تھے اس لیے سواری کا انتظام کرنے کے لیے رُک گئے تھے۔ مگر جب کوئی سواری دستیاب نہ ہوسکی تو انھوں نے اپنے زخمی بھائی کو اپنی زخمی پیٹھ پہ اٹھایا اور نبی اکرم ﷺ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہوئے اور رات کی تاریکی چھا جانے کے بعد وہ منزل پہ پہنچے ہیں اور بمشکل پہنچے ہیں۔

صحابہ نے بیان کیا کہ اُن کی روداد ِسفر نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے اور ہم میں سے کوئی نہ تھا جس کی آنکھ میں آنسو نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے پہلے تو حضرت عبداللہؓ اور رافعؓ کے لیے دُعا فرمائی اس کے بعد اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا عنقریب تم کو ہر قسم کی سواری دستیاب ہوگی اونٹ بھی ہوں گے گھوڑے بھی ہوں گے مگر درجات بلند کرنے والی یہ رات پھر کبھی تمھاری زندگی میں نہیں آئے گی جس کے اندھیروں میں تمھارا خون بہتا تھا اور تم حق کی

جانب سفر کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ دشمن کے جاسوس قریب ہی ہوں گے اور متحرک ہوں گے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ پانچ سو مختلف جگہوں پہ آگ روشن کرو تا کہ وہ دور سے دکھائی دے اور دشمن اس کے خوف میں مبتلا ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے غزوہ حمراء الاسد کے واقعات روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگرچہ عام طور پہ اُن دِنوں ہماری خوراک صرف کھجور ہی تھی مگر جب ہم نے حمراء الاسد کے مقام پہ قیام کیا تو ایک انصاری صحابی حضرت سعد ابن عبادہؓ جو ہم سب میں معاشی طور پہ مستحکم تھے نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ مدینہ جائے اور اپنے ساتھ تیس اونٹ لے آئے۔ چنانچہ جب اُن کے اونٹ پہنچ گئے تو کھجوروں سے ہماری جان چھوٹ گئی اور ہم حضرت سعد بن عبادہؓ کے اونٹوں میں سے کسی دن دو اونٹ ذبح کرتے تو کسی دن تین اونٹ ذبح کرتے اور خوب گوشت کھاتے۔

اسی مقام پہ معبد بن ابی معبد خزاعی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اُس کا تعلق بنوخزاعہ سے تھا، بنوخزاعہ میں بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اگرچہ خود معبد ابھی اپنے کفر پہ قائم تھا مگر اہل تہامہ تمام تر چاہے وہ اسلام قبول کر چکے تھے یا اپنے آبائی مذہب پہ قائم تھے نبی اکرم ﷺ سے محبت اور ہمدردی رکھتے تھے۔ اسی لیے معبد خزاعی نبی اکرم ﷺ سے اظہار یک جہتی کے لیے اُن کے پاس تشریف لائے تھے معبد نے کہا:

اللہ نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو جس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اس میں ضرور اللہ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہے اور بخدا آپ ﷺ کے جو ساتھی اس جنگ میں شہید ہوئے ہیں اُن کی شہادت کا ہم کو بہت دُکھ ہے کہ ہماری آرزو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شان بلند فرمائے اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو مصیبت میں مبتلا کرے۔

میں نے دیکھا ہے کہ قریش روحا کے مقام پہ رُک گئے ہیں اور پلٹ کر آپ ﷺ پہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر آپ کہیں تو میں اِن کے اندر آپ ﷺ کا ڈر بھر دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے

معبد ابن ابی معبد خزاعی کو اس امر کی اجازت عطا فرمائی اور معبد نے اسی وقت حمراء الاسد سے کوچ کیا اور روحا کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اہل قریش کا لشکر قیام پذیر تھا۔

وہ ابوسفیان کی لشکر گاہ میں اترا تو ابوسفیان اور دوسرے قریشی سردار اس کے گرد جمع ہو گئے اور اُس سے پوچھا؟

جس طرف سے تم آرہے ہو اس کی کیا خبریں ہیں؟

معبد نے اونٹ سے اترے بغیر جواب دیا:

ابوسفیان جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے کوچ کر جاؤ کہ بخدا میں نے اُس لشکر کو تمھارے تعاقب میں دیکھا ہے جس کی گرد میلوں تک جاتی ہے۔

ابوسفیان نے کہا:

تمھارا برا ہو!

یہ تم کیسی خبر ہمارے لیے لائے ہو!

معبد نے کہا تم جانتے ہو میں تمھارے دین پہ ہوں اور مجھے مسلمانوں سے کوئی دلچسپی نہیں جبکہ تمھارے ساتھ ہمارے تجارتی اور علاقائی روابط بہت قدیم ہیں اسی بنا پہ میں تم کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ مسلمان غیظ وغضب سے بھرے ہوئے ہیں اور اُن کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو پرسوں کی جنگ میں اُن کے ساتھ شامل نہ تھے۔ بخدا اگر تم مدینے کی طرف منہ کر کے چلے تو کچھ وقت نہ گزرے گا کہ تمھیں اُس لشکر کے گھوڑوں کی پیشانیاں نظر آنے لگیں گی۔

اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے مکہ کی طرف کوچ کر جاؤ اور ابو سفیان نے اپنے لشکر کو اسی وقت کوچ کرنے کا حکم دیا۔

معبد ابن خزاعی اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا اس لیے وہ اپنی منزل کو روانہ ہو گیا اور قریش مکہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ قریش اپنی پوری رفتار سے مکہ کی طرف بھاگ رہے تھے اور اُن کے دلوں میں مسلمانوں کے عزم کا لرزہ تھا تھوڑی دور جانے کے بعد ابوسفیان نے دیکھا

کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک مختصر تجارتی قافلہ شام کی طرف رواں ہے جنھوں نے یقیناً مدینے سے بھی گزرنا تھا چنانچہ ابوسفیان نے اُس قافلے کو روکا اور پوچھا تمھارا سردار کون ہے۔

ایک شخص آگے بڑھا اور اُس نے کہا:

میں اس قافلے کا سردار ہوں، ابوسفیان اُسے ایک طرف کو لے گیا اور اُس سے کہا: اگر تم محمد (ﷺ) تک میرا ایک پیغام پہنچا دو تو آئندہ سال جب عکاظ کا میلہ لگے گا تو میں تمھیں کشمش سے بھرا ایک اونٹ انعام کے طور پہ دوں گا۔

اُس عرب نے کہا: تم کہو، میں تمھارا پیغام لفظ بہ لفظ پہنچا دوں گا۔

ابوسفیان نے کہا: اُن کو جا کر کہنا کہ ابوسفیان نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اور مدینہ پہ حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔

اس کے بعد عبدالقیس کے سواروں کا یہ قافلہ اُس سے رخصت ہو گیا۔

ابھی مسلمانوں کو اس بات کی خبر نہ پہنچی تھی کہ معبد ابن خزاعی اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہے اور اُس سے پہلے عبدالقیس کے یہ سوار مسلمانوں کے لشکر کے قریب اترے اور اُن کو ابوسفیان سے ڈرانے کی کوشش کی۔

نبی اکرم ﷺ اس خبر سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوئے اور فرمایا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

”ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے“۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کا استقلال بھی لاجواب تھا اور اُن کے دل میں کسی لشکر کا کوئی خوف نہ تھا۔

چنانچہ اُن کی دلجوئی اور تعریف کے لیے قرآن حکیم کی یہ آیات اتاریں گئیں ارشاد ہوا کہ!

"اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ O اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ق وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ O فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوْفَضْلٍ عَظِیْمٍ O

القرآن الحکیم (سورۃ آلِ عمران ؛ آیات3/ 174-172)

ترجمہ؛

"جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی پکار پہ لبیک کہا تو اُن میں سے جو اشخاص نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اُن کے لیے بڑا اجر ہے اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ "تمھارے خلاف بڑے لشکر جمع ہوئے ہیں اُس سے ڈرو" تو یہ سُن کر اُن لوگوں کا ایمان اور بھی بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے، آخر وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے اُن کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پہ چلنے کا شرف بھی حاصل ہو گیا اللہ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے"۔[*65]

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

بنو عبدالقیس کے سواروں کے گزرنے کے بعد ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ مسلمانوں کی آزمائش پوری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اِن کے ہاں یہ خوشخبری اتاری کہ ابو معبد خزاعی کا ایک سوار یہ اطلاع لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ابو معبد اپنے مقصد میں پوری

طرح کامیاب ہوا ہے اور اُس نے کفارِ قریش کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف بھر دیا ہے جس کی وجہ سے ابوسفیان اپنے لشکر سمیت تیزی سے مکہ کو روانہ ہو گیا ہے۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ اپنے لشکر سمیت تین روز یعنی پیر منگل اور بدھ کے دن وہیں الحمراء الاسد نامی مقام پہ قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ جب لشکر گاہ سے رخصت ہونے لگے تو صحابہ نے اہل قریش میں سے ایک لشکری کو گرفتار کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور وہ بدقسمت ابوعزہ تھا عربوں کا مشہور شاعر ابوعزہ جس نے اُحد کی آگ کو اپنے اشعار سے ہوا دی تھی۔

اس سے قبل وہ روزِ بدر کو گرفتار ہوا تھا اور اُن لوگوں میں شامل تھا جن کو نبی اکرم ﷺ نے فدیہ لیے بغیر رہائی عطا فرمائی تھی۔ غزوہ بدر کے بعد جب کافی دن تک مکہ سے کوئی شخص ابوعزہ کا فدیہ ادا کرنے کے لیے نہ پہنچا تو ابوعزہ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر پکارا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھ پہ رحم فرمائیں میں سات بیٹیوں کا باپ ہوں اور غریب ہوں مجھے کوئی رہا کرانے نہیں آئے گا اس لیے آپ مجھے بغیر فدیہ کے رہا کر دیں اور مجھ پہ احسان فرمائیں کہ بنو ہاشم ہمیشہ سے احسان فرمانے والے رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اُس کی یہ بات سُن کر مسکرا دیئے اور کہا:

میں تجھے ایک شرط پہ رہا کر سکتا کہ آئندہ تو مجھے اپنی زبان سے اذیت نہ پہنچائے گا (یعنی میرے خلاف شعر نہ کہے گا)۔

ابوعزہ نے نبی اکرم ﷺ سے عہد کر لیا اور رہائی حاصل کی۔

مکہ پہنچنے کے بعد اُس کی خباثت عود کر آئی اور جب لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُس کو کیوں کر چھوڑ دیا تو اُس نے رعونت کے ساتھ کہا میں نے اُن پہ جادو کر دیا تھا سو انھوں نے مجھے رہا کر دیا۔

پھر قریش نے جنگ اُحد کی تیاری شروع کی اور ابوعزہ اُن کے ہمراہ ہولیا اُس نے اپنے شعروں سے کتنے ہی عرب قبائل کو اس جنگ پہ آمادہ کیا اور اُس عہد کو قطعاً بھولا رہا جس کی بنا پہ اُس نے غزوہ بدر کے بعد رہائی حاصل کی تھی۔

اب یہی بدبخت ایک بار پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک قیدی کی حیثیت سے کھڑا تھا اور اپنی بچیوں کی دہائی دے رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا:

میں تجھے چھوڑ دوں تا کہ تو ایک بار پھر حجر اسود کے پاس لوگوں کو اکٹھا کرے اور کہے میں نے محمد ﷺ کو دوبار دھوکا دیا ہے دیکھ لو میں نے پھر اُن پہ جادو کیا اور انھوں نے پھر مجھے چھوڑ دیا ہے بخدا اب کی بار ایسا نہ ہوگا۔[66*]

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عاصم ابن ثابت کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو اور اس کا سر میرے سامنے لاؤ۔ پھر نبی اکرم ﷺ تو اپنے اصحاب کے ہمراہ مدینے کی طرف کوچ کر گئے اور عاصم ابن ثابت انصاریؓ نے اس بدبخت کی گردن اڑا دی اور اُس کا سر ایک نیزے پہ جمائے مدینے میں داخل ہوئے اور اُسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

عہد اسلام میں جو پہلا سر نیزے کی نوک پہ مدینے لایا گیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا وہ اسی ابوعزہ کا تھا جسے عاصم ابن ثابتؓ نے قتل کیا تھا[67*]۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ سے الحمراء الاسد کی طرف نکلے تو صحابہ آپ ﷺ کو بتایا کہ ایک بہت بڑا دشمن اسلام معاویہ بن مغیرہ بن العاص جو اہل قریش سے ہے مدینے میں دیکھا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تم سے جو بھی معاویہ کو پائے اُسے قتل کر دے اور اُس کے بعد مجھ سے ملے۔ معاویہ کو اپنے قتل کا حکم جاری ہونے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے چچازاد حضرت عثمان بن

عفان کے گھر چلا گیا تا کہ پناہ حاصل کر سکے۔حضرت عثمان اُس کو پناہ دلوانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے داماد حضرت عثمانؓ سے فرمایا:

عثمانؓ میں تمھاری پناہ کو تسلیم کرتا ہوں اس لیے اپنے مہمان سے کہو ہمارا شہر چھوڑ دے اگر وہ تین دن بعد بھی اس شہر میں نظر آیا تو پھر تمھاری پناہ اُسے نہ بچا سکے گی حضرت عثمانؓ نے اس مشروط پناہ کو تسلیم کر لیا اور اپنے مہمان سے کہا:

اگر اپنی زندگی سے پیار ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔

مگر معاویہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا غالباً اُس کا مقصد اسلامی لشکر کے بارے میں معلومات قریش تک منتقل کرنا تھا اس لیے وہ اس وقت بھی مدینہ ہی میں موجود تھا جب نبی اکرم ﷺ حمراء الاسد سے قریش کے بھاگ جانے کے بعد واپس پہنچے۔صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو بتا دیا کہ معاویہ مدینہ سے نہیں گیا بلکہ ابھی تک مدینے ہی میں ہے۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اُسے جہاں پاؤ قتل کردو۔صحابہ دن بھر اُس کو تلاش کرتے رہے اور معاویہ مدینہ سے فرار ہونے کے لیے کہیں چھپا ہوا تھا۔شام کو صحابہ حاضر ہوئے اور انھوں نے اس بات سے معذوری ظاہر کی کہ وہ معاویہ کو گرفتار نہیں کر سکے۔تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ سے کہا اٹھو اور فلاں جگہ پہنچو وہ تمھیں مل جائے گا تم اُس کو قتل کر دینا۔

حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ مدینے سے اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کیا تھا۔رات کے اندھیرے میں وہ مدینہ سے آٹھ میل دور اُس مقام تک پہنچے تو انھیں ایک شتر سوار دکھائی دیا جو یقیناً معاویہ ہی تھا۔نبی اکرم ﷺ کے جانبازوں نے اُسے للکارا تا کہ غلطی میں وہ کسی بے گناہ کو قتل نہ کر دیں۔

مگر اُن کی اس پکار کے جواب میں معاویہ کی طرف سے تیر آئے۔

صحابہ نے جوابی تیر برسائے اور اللہ کے اس دشمن کو قتل کر دیا اس کے بعد وہ مسرور و مطمئن نبی

اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاویہ کے قتل کا واقعہ بیان کیا نبی اکرمﷺ نے اپنے اِن صحابیوں کے لیے دُعائے خیر فرمائی۔

اُحد کے روز ستر مسلمان شہید ہوئے اور منزل مراد پائی
اُن کے دلوں میں جس خواہش کا غلبہ تھا اللہ نے انھیں
اُس کی جزا دی اور جنت میں پرندوں کو صورت داخل
کیا جہاں وہ اللہ کے ہاں سے پاکیزہ رزق حاصل
کرتے ہیں ان شاہ بختوں کا کچھ تذکرہ مقصود ہے۔

شوال ۳ ہجری بمطابق ۔۔۔ اپریل 625ء

تذکرہ شہدائے احد

اُحد کا معرکہ کئی حوالوں سے منفرد ہے، اس غزوہ نے بہت سے سوالوں کو جنم دیا جن کا جواب مورخ آج تک کھوج رہا ہے۔ غزوہ اُحد میں ملائکہ ہتھیار بند موجود تھے مگر مسلمانوں کی ایک جماعت کی جلد بازی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی غلط توجیہ کی وجہ سے ملائکہ کو اس معرکے میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی گئی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ شہید ہوتے رہے اور خود رسول اللہ ﷺ کو زخم لگتے رہے۔ وہ کیا امر تھا جس نے صحابہ کی ایک جماعت کو نبی اکرم ﷺ کے واضح حکم کے باوجود انحراف پہ اکسایا جس کے نتیجے میں پورے لشکر کو رنج اٹھانا پڑا۔ جب قرآن حکیم میں اتاری کی گئی آیات پہ نظر ڈالیں تو صحابہ کی اُس جماعت کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے جس نے حکم سے انحراف کیا اور اُن کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے جو بھاگ کر مدینہ جا پہنچے اور اُن کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی شہادت کی خبر سُن کر ہتھیار رکھ بیٹھے تھے۔ قرآنِ حکیم میں اس معاملے میں جو آیات اتاریں گئیں اُن میں سب لوگوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا

گیا چنانچہ ارشاد ہوا کہ!

” اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ آلِ عمران ؛آیات 3/ 155)

ترجمہ؛

”تم میں سے جو لوگ مقابلے کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے اُن کی اِس لغزش کا سبب یہ تھا کہ اِن کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے اللہ بہت درگزر کرنے والا اور بردبار ہے“۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

غزوہ احد کے روز جن شاہ بختوں نے جنت کی کیاریوں کا رخ کیا اور منزل فلاح کی انتہا تک پہنچے اور سچی کامیابی حاصل کی اور خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے اور جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے اور اُن کا اللہ اُن سے راضی ہو گیا۔

آیئے شہدائے اُحد کے نام دوہرانے کی سعادت حاصل کریں۔

نبی اکرم ﷺ کے وہ جانثار جو مکہ سے ہجرت کر کے آپ ﷺ کے ہمراہ مدینہ پہنچے تھے اور اُن میں سے بیشتر آپ کے خاندان سے تھے، قرابت دار تھے، اہل قریش تھے۔ اُن میں سے صرف چار صحابہ شہید ہوئے جبکہ انصار مدینہ کے شہدا کی تعداد چھیاسٹھ تھی۔ اس طرح کل ستر صحابہ نے روزِ احد شہادت کا اعزاز حاصل کیا چنانچہ مہاجرین مکہ میں سے جن چار افراد نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم

رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے نہایت بہادر اور جری تھے خاص بنو ہاشم سے تھے انھیں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ

اِن کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ بن عبد شمس سے تھا۔

۳۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ

اُن کا تعلق قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصیٰ سے تھا اُن کو ابن قمئیہ لیثی نے شہید کیا۔

۴۔ شماس بن عثمانؓ (اُن کا تعلق قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم سے تھا)۔

روز اُحد شہید ہونے والے باقی تمام صحابہ کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

۵۔ حضرت عمرو بن معاذ بن نعمانؓ (اِن کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا)۔

۶۔ حضرت حارث بن انسؓ (اِن کا تعلق بھی بنو عبدالاشہل سے تھا)۔

۷۔ حضرت عمارہ بن زیاد بن سکنؓ (اِن کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا)۔

۸۔ حضرت ثابت بن وقشؓ (اِن کے دونوں بیٹے بھی اس غزوہ میں شہید ہوئے)۔

۹۔ حضرت رفاعہ بن وقشؓ (حضرت ثابت بن وقش کے بھائی تھے)۔

۱۰۔ حضرت سلمہ بن ثابت بن وقشؓ۔

۱۱۔ حضرت عمرو بن ثابت بن وقشؓ (دونوں حضرت ثابت بن وقش کے بیٹے تھے)۔

۱۲۔ حضرت حسیل بن جابرؓ (حضرت حذیفہ کے باپ تھے غلطی سے مسلمانوں کے ہاتھوں ہی قتل ہوئے۔

۱۳۔ حضرت صیفی بن قیظیؓ۔

۱۴۔ حضرت حباب بن قیظی (یہ دونوں بھی سگے بھائی تھے)۔

۱۵۔ حضرت عباد بن سہلؓ۔

۱۶۔ حضرت حارث بن اوس بن معاذؓ ۔

۱۷۔حضرت ایاس بن اوس ؓ (بن عتیق بن عمرو بن عبدالاعلم بن زعور بن جشم بن عبدالاشہل)۔

۱۸۔ حضرت عبید بن تیہان (بقول ابن اسحٰق عتیک بن تیہان)۔

۱۹۔ حضرت حبیب بن یزیدؓ (ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ عبید، ایاس اور حبیب تینوں مدینے کے ایک ہی محلے میں رہتے تھے اور دوست تھے)۔

۲۰۔ حضرت یزید بن حاطب ؓ (اِن کا تعلق بنوظفر سے تھا)۔

۲۱۔ حضرت ابوسفیان بن حارث ؓ (اِن کا تعلق بنوضبیعہ سے تھا)۔

۲۲۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر ؓ (ابو عامر فاسق کا مومن بیٹا تھا فرشتوں نے انھی کو غسل دیا تھا اس لیے لوگ انھیں غسیل ملائکہ کہتے تھے)۔

۲۳۔ حضرت انیس بن قتادہ ؓ ۔

۲۴۔ حضرت ابودجیہ ؓ (اِن کا تعلق بنوثعلبہ سے تھا)۔

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ (بنوثعلبہ سے تھے نبی اکرم ﷺ نے اِن کو مسلمانوں کے تیر انداز دستے کا سربراہ مقرر کیا تھا)۔

۲۶۔ حضرت خثیمہ ابوسعد بن خثیمہؓ (عربوں کے مشہور شاعر امراؤالقیس کے خاندان سے تھے)۔

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن سلمہؓ (اِن کا تعلق بنوعجلان سے تھا)۔

۲۸۔ حضرت سبیع بن حاطبؓ(یہ بنوحاطب کے خاندان سے تھے)۔

۲۹۔ حضرت عمرو بن قیس ؓ (بنونجار سے تھے)۔

۳۰۔ حضرت قیس بن عمرو ابن قیسؓ (اِن کا تعلق بنوقیس سے تھا)۔

۳۱۔ حضرت ثابت بن عمروؓ (بنونجار سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ننھیالی ہوتے ہیں)۔

۳۲۔ حضرت عامر بن مخلدؓ

۳۳۔ حضرت ابوہبیرہ بن حارثؓ (بنی مبذول سے تھے)۔

۳۴۔ حضرت عمروؓ بن مطرب بن علقمہ (یہ بھی بنومبذول ہی سے تھے)۔

۳۵۔ حضرت اوس بن ثابت المنذرؓ (اِن کا تعلق بنوعوف بن مالک سے تھا ابن ہشام نے کہا یہ دربار رسول ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت کے بھائی تھے)۔

۳۶۔ حضرت انسؓ بن نضر بن ضم ضم (اِن کا تعلق بنونجار سے تھا)۔

۳۷۔ حضرت قیس بن مخلدؓ (بنی مازن بن نجار سے تھے)۔

۳۸۔ حضرت کیسانؓ (بنی مازن کے کسی شخص کے غلام تھے)۔

۳۹۔ حضرت سلیم بن حارثؓ (بنی دینار بن نجار سے تھے)۔

۴۰۔ حضرت نعمان بن عمروؓ (بنی دینار بن نجار سے تھے)۔

۴۱۔ حضرت خارجہ بن زیدؓ (اُن کا تعلق بنوخزرج سے تھا)۔

۴۲۔ حضرت سعد بن الربیعؓ (اِن کا تعلق قبیلہ بنی حارث سے تھا حضرت خارجہ بن زیدؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے)۔

۴۳۔ حضرت اوس بن الارم (اِن کا تعلق بنوحارث سے تھا)۔

۴۴۔ حضرت مالک بن سنانؓ (اِن کا تعلق بنوحارث سے تھا)۔

۴۵۔ حضرت سعید بن سویدؓ (بنوابجر سے تعلق تھا)۔

۴۶۔ حضرت عتبہ بن ربیعؓ (اِن کا تعلق بھی بنوابجر تھا)۔

۴۷۔ حضرت ثعلبہ بن سعدؓ (اِن کا تعلق بنوساعدہ سے تھا)۔

۴۸۔ حضرت ثقف بن فروہؓ (یہ بھی بنوساعدہ سے تھے)۔

۴۹۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ (اِن کا تعلق بنوطریف سے تھا)۔

۵۰۔ حضرت ضمرہؓ (اِن کا تعلق بنوجہنیہ سے تھا)۔

۵۱۔ حضرت نوفل بن عبداللہؓ (بنوعوف بن مالک سے تھے)۔

۵۲۔ حضرت عباس بن عبادہؓ (بنوعوف بن مالک سے تھے)۔

۵۳۔ حضرت نعمان بن مالکؓ (بنوعوف بن مالک سے تھے)۔

۵۴۔ حضرت مجذر بن زیادؓ (بنوعوف بن مالک سے تھے)۔

۵۵۔ حضرت عباس بن حسماسؓ (بنوعوف بن مالک سے تھے)۔

۵۶۔ حضرت رفاعہ بن عمروؓ۔

۵۷۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ (اِن کا تعلق بنوسلمہ سے تھا)۔

۵۸۔ حضرت عمرو بن جموحؓ (اِن کا تعلق بھی بنوسلمہ سے تھا)۔

۵۹۔ حضرت خلاد بن عمرو بن جموحؓ (اِن کا تعلق بھی بنوسلمہ سے تھا)۔

۶۰۔ حضرت ابوایمنؓ (ابن جموحؓ کے آزاد کردہ غلام تھے)۔

۶۱۔ حضرت سلیم عمروؓ (اِن کا تعلق بنوسلیمان سے تھا)۔

۶۲۔ حضرت عنترہؓ (حضرت سلیم بن عمرو کے غلام تھے جنھوں نے انھیں آزاد کردیا تھا اور دونوں جنگ میں دوش بدوش تھے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو شہادت سے سرفراز کیا)۔

۶۳۔ حضرت سہل بن قیسؓ (اِن کا تعلق بنوسواد سے تھا)۔

۶۴۔ حضرت ذکوان بن قیسؓ (اِن کا تعلق بنوزریق بن عامر سے تھا)۔

۶۵۔ حضرت عبید بن معلیٰ بن لوذانؓ (اِن کا تعلق بھی بنوزریق بن عامر سے تھا)۔

۶۶۔ حضرت مالک بن نمیلہؓ (اِن کا تعلق بنومزنیہ سے تھا)۔

۶۷۔ حضرت حارث بن عدیؓ (اِن کا تعلق بنوجشم سے تھا)۔

۶۸۔ حضرت مالک بن ایاسؓ (بنوخزرج کی شاخ بنواسود سے تھے)۔

۶۹۔ حضرت ایاس بن عدیؓ (بنوعمرو بن مالک بن نجار سے تھے)۔

۷۰۔ حضرت عمرو بن ایاسؓ (بنوسالم بن عوف سے تھے)۔ [68*]

ہم نے جنگ اُحد کے نتائج بیان کرتے ہوئے مورخین کے عمومی استدلال کو مسترد کیا ہے جو اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست پہ مصر ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ جس لشکر میں اللہ کے رسول موجود ہوں اُس کو شکست نہیں ہوسکتی۔ ہمارے دلائل پہ ایک نظر ڈال لیں۔

شوال ۳ ہجری بمطابق --- اپریل 625ء

غزوہ احد کے نتائج

دن کا پہلا حصہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کھلی فتح عطا فرمائی۔دن کا دوسرا حصہ جب گھاٹی والوں نے گھاٹی چھوڑ دی اور مسلمان جو مال غنیمت جمع کرنے میں منہمک تھے اچانک ہی کفار کی دوطرفہ یلغار کی زد میں آ گئے اور اہل قریش نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔اسی دوران کفار نے مسلمانوں کے لشکر میں یہ جھوٹی خبر پھیلا دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا ہے تو مسلمان اور زیادہ دل چھوڑ بیٹھے اور اسی دوران نبی اکرم ﷺ زخمی بھی ہوئے۔دن کے آخری پہر جب مسلمانوں کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ خیریت سے ہیں تو رفتہ رفتہ وہ مجتمع ہو گئے اور کفارِ قریش کا منہ پھیر دیا۔اس کے بعد کفار واپس مکے کو روانہ ہو گئے اور نماز مغرب سے تھوڑا پہلے ہی رسول اللہ ﷺ بھی مدینے کی طرف تشریف لے آئے۔ مجھے اُن مورخین کے خیال سے قطعی اختلاف ہے جنھوں نے غزوہ احد میں کفار کو فاتح اور لشکر اسلام کو مفتوح قرار دیا ہے۔حالانکہ ہمارے نزدیک غزوہ احد میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو واضح فتح سے ہمکنار کیا تھا۔ہمارے اس خیال کو اِن

دلائل سے تقویت پہنچتی ہے۔

☜ جس لشکر میں اللہ کا رسول موجود ہو اس پہ فتح حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

☜ قریش کا لشکر جب مکہ سے نکلا تو اُس کے بنیادی اہداف یہ تھے کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے، اہل مدینہ کو اس بات کی سزا دی جائے کہ انھوں نے اہل قریش یعنی مسلمانوں کو پناہ کیوں دی، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چیدہ چیدہ اصحاب کو قتل کر دیا جائے۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

☜ وہ بنو اوس اور بنو خزرج کو شکست دے کر یہودیوں کے تحت لانا چاہتے تھے مگر میدان بدر میں انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

☜ وہ شہر مدینہ پہ قبضہ کرنا چاہتے تھے مگر وہ اپنے اِن اہداف میں سے کسی کو بھی حاصل کیے بغیر میدان جنگ چھوڑ بھاگ نکلے۔

ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ ⓘ

☜ انھوں نے کسی مسلمان مجاہد کو گرفتار نہ کیا اور جنگ کے صرف ایک مرحلے میں اُن کو عارضی برتری حاصل ہوئی جس میں انھوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور اس میں بھی کفار کی بہادری کے بجائے مسلمانوں کو اس بات کی سزا ملی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کی تھی اور گھاٹی

سے ہٹ گئے تھے حالانکہ اُن کو اس بات کی اجازت نہ تھی۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ میدان جنگ کفار نے چھوڑا تھا جب کہ مسلمان ابھی وہیں تھے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ جب لشکر قریش احد سے واپس ہوا تو چند میل کے سفر کے بعد ہی اُن کو احساس ہو گیا کہ وہ اپنے مقاصد کو پورا کیے بغیر ہی میدان جنگ چھوڑ آئے چنانچہ اُن کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ اُن کو واپس جا کے مدینہ پہ قبضہ کرنا چاہیے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ خود لشکر قریش کے خیال میں جب تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کو قتل نہ کر لیں خود کو فاتح نہیں کہہ سکتے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ اُن کو جو ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ انھوں نے حضرت حمزہ کو شہید کر دیا تھا مگر وہ خود بھی جانتے تھے کہ انھوں نے حضرت حمزہ کو للکار کے نہیں بلکہ دھوکے سے قتل کیا ہے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اُن کا انتقام پورا نہ ہوا تھا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ لشکر قریش کا اصل ہدف تو مہاجرین تھے مگر وہ اِن میں سے صرف چند افراد کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے مسلمانوں کے شہدا میں اکثریت انصار مدینہ کی تھی۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ قرآن حکیم میں صرف اتنا ارشاد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کہ وجہ سے تمھیں رنج اٹھانا پڑا ہے شکست کا لفظ استعمال نہیں گیا اور وہ رنج بھی عارضی تھا یعنی جب مسلمانوں کو خبر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ بہ خیریت ہیں تو وہ لپک کے آئے اور کفار کا منہ موڑ دیا۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ مسلمانوں نے اہل قریش کے بارہ علم بردار قتل کیے اور کفار اپنی عورتوں تک کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ اہل قریش نے مسلمانوں کے تعاقب کا ارادہ کیا اور مڑ کر مدینہ پہ حملہ کرنے کے بارے میں سوچا مگر اُن میں اختلاف در آیا جبکہ مسلمانوں نے کفار کے تعاقب کا ارادہ کیا تو اُن میں کوئی اختلاف نہ تھا اور وہ اہل قریش کے تعاقب کرنے کی غرض سے مدینے سے نکل آئے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ قریش کو جب یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا لشکر اُن کے تقاقب میں آ رہا ہے تو وہ مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگ اٹھے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ جنگ کے آخری منظر میں کفار قریش کا لشکر آگے آگے مکے کی طرف بھاگ رہا تھا اور آنحضرت محمد ﷺ کا لشکر اُن کے تعاقب میں تھا ایسی صورت میں اہل قریش کو فاتح قرار دینا قدرے حیران کر دینے والا امر ہے۔

ⓘⓘⓘⓘⓘⓘⓘ

☜ صرف اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ چونکہ مسلمانوں کے شہدا (70) کی تعداد کفار قریش کے مقتولین (22) تھی قریش فاتح ہیں عرب کے عام اسلوب حرب کے بھی خلاف ہے۔

عرب شعرا نے جنگ اُحد کے بارے میں بھی خوب قصائد کہے ،مسلمانوں شعرا کی طرف سے بھی اور قریش کے شعرا کی طرف سے بھی۔ یہ ایک تذکرہ بسیط ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں چنانچہ آئندہ صفحات میں ان قصائد سے انتخاب پیش خدمت ہے۔

شوال ۳ ہجری بمطابق ۔۔۔ اپریل 625ء

غزوہ احد اور شعرائے عرب

اہل عرب کا فخر اُن کی زبان تھی، اُن کے شعرا معاشرے کے معمولی سے معمولی واقعے کو بھی نظم کرتے تھے اور غزوہ اُحد تو اُن کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ تھا اس لیے عرب شعرا نے اس واقعہ کے بارے میں بھی بے شمار قصائد لکھے جو تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں محفوظ رہے۔ جن شعرا کا کلام ہم تک پہنچا اُن میں کفارِ قریش کے شعرا بھی شامل ہیں اور مسلمان شعرا کا بہت سا کلام بھی موجود ہے۔ اہل عرب کے اِن شعرا میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن ابن رواحہؓ، حضرت علی ابن طالبؓ، حضرت صفیہؓ بن عبدالمطلب، شماس بن عثمانؓ کی بیوی نعمؓ، عبداللہ بن ابن زبعری، ضرار بن خطاب فہری، عمرو بن العاص، حجاج بن علاط سلمیٰ، ابوزعنہ بن عبداللہ، عکرمہ بن ابوجہل، اعشیٰ بن زرارہ تیمی، ابوالحکم بن سعید بن یربوع، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور ہند بنت عتبہ شامل ہیں۔ اِن شعرا نے غزوہ اُحد کے بارے میں بہت سے اشعار کہے ہیں سارے کلام کو

یہاں درج کرنا طوالت کا باعث ہوگا اس لیے صرف انتخاب پیش کیا جارہا ہے۔

مَا بَالُ هَمٍّ عَمِيدٍ بَاتَ يَطْرُقُنِي
بِالْوُدِّ مِنْ هِنْدَ إِذْ تَعْدُو عَوَادِيهَا

اس رنج والم کا حال کیا پوچھتے ہو جو ہند سے محبت کے سبب پیدا ہوا اور مجھے رات بھر جگاتا رہا جب اُس کی مصروفیات حد سے متجاوز کررہی تھیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

بَاتَتْ تُعَاتِبُنِي هِنْدٌ وَتَعْذِلُنِي
وَالْحَرْبُ قَدْ شُغِلَتْ عَنِّي مَوَالِيهَا

وہ رات بھر عتاب اور ملامت کرتی رہی حالانکہ جنگ کے ذمہ دار میری طرف سے بالکل غافل تھے۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

مَهْلاً فَلَا تَعْذِلِينِي إِنَّ مِنْ خُلُقِي
مَا قَدْ عَلِمْتِ وَمَا إِنْ لَّسْتُ أُخْفِيهَا

اے ہند! ذرا ٹھہرو مجھے ملامت نہ کرو بے شک میرا اخلاق وہی ہے جس کا تجھے علم ہے اور جسے میں چھپانا بھی نہیں چاہتا۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

مُسَاعِفٌ لِّبَنِی کَعْبٍ بِمَا کَلِفُوْا
حَمَّالُ عِبْءٍ اَثْقَالٍ اُعَانِیْهَا

بنی کعب جس چیز کے عادی ہیں اس میں مَیں اُن کا فرمانبردار ہوں کہ میں بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کا عادی ہوں۔

وَقَدْ حَمَلْتُ سِلَاحِیْ فَوْقَ مُشْتَرِفٍ
سَاطٍ سَبُوْحٍ اِذَا تَجْرِیْ یُبَارِیْهَا

میں نے اپنے ہتھیار ایسے گھوڑے پہ لاد لیے ہیں جس کا حسن قابل تعریف ہے وہ لمبے قدم اٹھاتا ہے اور کسی تیراک کی طرح دوڑتا ہے۔

کَاَنَّهٗ اِذْ جَرٰی عَیْرٌ بِفَدْفَدَةٍ
مُکَدَّمٌ لَاحِقٌ بِالْعُوْنِ یَحْمِیْهَا

جب حمار وحشی کھلے جنگل میں دوڑتے ہیں تو یوں لگتا ہے انھیں کسی نے کاٹا ہو وہ جماعت کو آلیتا ہے اور بڑھنے سے روک دیتا ہے۔

مِنْ آلِ اَعْوَجَ یَرْتَاحُ النَّدِیُّ لَهٗ
کَجِذْعِ شَعْرَاءَ مُسْتَعْلٍ مَرَاقِیْهَا

یہ اعوج گھوڑا ہے جسے دیکھتے ہی ساری مجلس خوشی سے جھومنے لگتی ہے گویا وہ ایک گھنے کھجور کی طرح ہے۔

اَعْدَدْتُہٗ وَ رُقَاقَ الْحَدِّ مُنْتَخَلًا
وَمَارِنًا لِّخُطُوْبٍ قَدْ اُلَا قِیھَا

میں نے اُس گھوڑے کو ایک تیز دھار تلوار کو اور ایک لچکدار نیزے کو آنے والے حوادث کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

ھٰذَا وَبَیْضَاءَ مِثْلَ النَّھِیْ مُحْکَمَۃً
نِیْطَتْ عَلَیَّ فَمَا تَبْدُوْا مَسَاوِیھَا

اور ایک نہایت مضبوط زرہ ہے جو حوض کی طرح میرے جسم پہ چسپاں ہو جاتی ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں۔

سُقْنَا کِنَانَۃَ مِنْ اَطْرَافِ ذِیْ یَمَنٍ
عُرِضَ الْبِلَادِ عَلٰی مَا کَانَ یُزْجِیھَا

ہم بنی کنانہ کو اہل یمن کے گردونواح سے کھینچ کر اِن بلاد کی وسعت میں لے آئے ہیں جو اُن کو پہلے ہی کھینچتی رہی ہے۔

قَالَتْ كِنَانَةُ أَنَّى تَذْهَبُوْنَ بِنَا
قُلْنَا النَّخِيْلَ فَأَمُّوهَا وَمَنْ فِيهَا

بنی کنانہ نے ہم سے پوچھا تم لوگ ہمیں کہاں لے جارہے ہو ہم نے کہا مدینے کی طرف کہ تم وہاں رہنے والوں کا قصد کرو۔

نَحْنُ الْفَوَارِسُ يَوْمَ الْجَرِّ مِنْ أُحُدٍ
هَابَتْ مَعَدٌّ فَقُلْنَا نَحْنُ نَأْتِيهَا

اُحد پہاڑ کے دامن میں جنگ کے روز ہمیں شہسوار تھے اور ہمارے آنے سے قبیلہ معد تھرا گیا۔

هَابُوا ضِرَابًا وَطَعْنًا صَادِقًا خَذِمًا
مِمَّا يَرَوْنَ وَقَدْ ضُمَّتْ قَوَاصِيهَا

ہماری شمشیر زنی اور نیزہ بازی سے لوگ سہمے جاتے تھے اگرچہ اُن کے نزدیک اور دور والے اُن کے ساتھ تھے۔

ثُمَّتَ رُحْنَا أَنَّا عَارِضٌ بَرِدٌ
وَقَامَ هَامُ بَنِي النَّجَّارِ يَبْكِيهَا

پھر ہم شام کے وقت حملہ آور ہوئے گویا ہم ایک ژالہ بار بادل تھے اور حالت یہ تھی کہ بنی نجار کے طاہر و برگ اُن کا ماتم کر رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

كَاَنَّ هَامَهُمْ عِندَ الْوَغٰی فِلَقٌ

مِنْ قَيْضِ رُبْدٍ نَفَتْهُ عَنْ اَدَاحِيهَا

جنگ کے وقت اُن کی کھوپڑیاں ایسی تھیں کہ گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہوں جنھیں اُس نے اپنے گھونسلے سے باہر پھینک دیا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوْحَنْظَلٌ زَعْزَعَتْهُ الرِّيحُ فِیْ غُصُنٍ

بَالٍ تَعَاوَرَهٗ مِنْهَا سَوَا فِيهَا

یا وہ حنظل ہوں جنھیں ایک ایسی پرانی شاخ حرکت دے رہی ہو جس پہ مسلسل گرد و غبار والی ہوا چلی ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَدْ نَبْذُلُ الْمَالَ سَحًّا لَا حِسَابَ لَهٗ

وَنَطْعُنُ الْخَيْلَ شَزْرًا فِیْ مَآقِيهَا

کبھی تو ہم اتنا مال بہا رہے ہوتے ہیں جس کا کوئی حساب نہ ہو اور کبھی دشمن کے گھوڑوں کی آنکھوں کے گوشوں میں نیزے کھبو رہے ہوتے ہیں،

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَيْلَةٍ يَصْطَلِى بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا
يَخْتَصُّ بِالنَّقَرٰى الْمُثْرِيْنَ دَاعِيْهَا

بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے ہوتے ہیں اور صرف دولت مند لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

وَلَيْلَةٍ مِّنْ جُمَادٰى ذَاتِ أَنْدِيَةٍ
جَرْبَا جُمَادِيَّةٍ قَدْ بِتُّ أَسْرِيْهَا

اور بہت سا پانی جم جانے کے موسم کی بوندا باندی والی ماہ جمادی کی راتیں تھیں جن میں سخت تکلیف دہ کہرا پڑتا اور اِن راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

لَا يَنْبَحُ الْكَلْبُ فِيْهَا غَيْرَ وَاحِدَةٍ
مِنَ الْقَرِيْسِ وَلَا تَسْرِى أَفَاعِيْهَا

اِن راتوں میں برفانی سردی کی وجہ سے اِکا دُکا کتے کے بھونکنے کے سوا کوئی آواز ہی نہ تھی اور سانپ تو اپنے بلوں کے اندر تھے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

أَوْ قَدْتُ فِيْهَا لِذِى الضَّرَّاءِ جَاحِمَةً
كَالْبَرْقِ ذَاكِيَةَ الْأَرْكَانِ أَحْمِيْهَا

ایسی ہی راتوں میں مَیں نے تنگدستوں اور حاجتمندوں کے لیے وہ آگ روشن کی جو گردونواح کو روشن کر رہی تھی اور میں اس کی نگہبانی کر رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوْرَثَنِیْ ذَاکُمْ عَمْرٌو وَّ وَالِدُہٗ
مِنْ قَبْلِہٖ کَانَ بِالْمَشْتٰی یُغَالِیْھَا

یہ چیز مجھے عمرو نے ورثے میں دی ہے اور اس سے پہلے اس کا باپ اس آگ کو لوگوں کے لیے بھڑکایا کرتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

کَانُوْا یُبَارُوْنَ اَنْوَاءَ النُّجُوْمِ فَمَا
دَنَّتْ عَنِ السُّوْرَۃِ الْعُلْیَا مَسَاعِیْھَا

وہ لوگ بارش والے ستاروں کا مقابلہ کرتے تھے اور اعلیٰ مرتبے کے حصول کے لیے اُن کی کوشش میں کوتاہی نہ تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کے اس قصیدے کے جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے!

سُقْتُمْ کِنَانَۃَ جَھْلاً مِّنْ سَفَاھَتِکُمْ
اِلَی الرَّسُوْلِ فَجُنْدُ اللّٰہِ مُخْزِیْھَا

اپنی بے وقوفی اور حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے تم بنی کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کے مقابل لے آئے ہو آخر کار اللہ کا لشکر اسے ذلیل ورسوا کرنے والا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اَرَدْتُمُوْهَا حِيَاضَ الْمَوْتِ ضَاحِيَةً
فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا وَالقَتْلُ لَا قِيهَا

تم نے انھیں لے کر صبح سویرے موت کے حوضوں کا قصد کیا پس آتش جہنم ان کا مقام موعود بنی اور قتل اِن کا استقبال کرنے والا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

جَمَعْتُمُوْهَا اَحَا بِيْشًا بِلَا حَسَبٍ
اَئِمَّةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيهَا

تم نے مختلف قبیلوں کے بدکردار لوگ جمع کیے جو کفر کے امام ہیں جن کے سرکش لوگوں نے تمھیں دھوکہ دیا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اَلَّا اعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللّٰهِ اِذْ قَتَلَتْ
اَهْلَ الْقَلِيْبِ وَمَنْ اَلْقَيْنَهُ فِيهَا

تمھیں اللہ کے شہ سواروں سے عبرت کیوں نہ حاصل ہوئی جب اصحابِ بدر نے لوگوں کو قتل کیا جنھیں مسلمانوں نے کنویں میں پھینکا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

كَمْ مِّنْ اَسِيْرٍ فَكَكْنَاهُ بِلَا ثَمَنٍ
وَجَزِّ نَاصِيةٍ كُنَّا مَوَالِيهَا

کتنے ہی قیدی تھے جنھیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے اور بغیر اُن کی پیشانی کے بال کاٹے رہا کر دیا تھا اور وہ ہمارے احسان مند تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

ہبیرہ بن ابی وہب کے اسی قصیدے کا جواب حضرت کعب بن مالکؓ نے اس طرح دیا۔

وَالَاهَلْ اَتٰى غَسَّانَ عَنَّا وَدُوْنَهُمْ
مِنَ الْاَرضِ خَرْقٌ سَيْرُهُ مُتَعَنِعُ

سنو! بے شک ہمارے اور بنی غسان کے درمیان اتنا وسیع جنگل حائل ہے جس میں ہوا تیز چلتی ہے اور اس کا سفر نہایت ہی تھکا دینے والا تھا

❖❖❖❖❖❖❖❖

صَحَارٍ وَّ اَعْلَامٌ كَاَنَّ قَتَامَهَا
مِنَ الْبُعْدِ نَقْعٌ هَامِدٌ مُّتَقَطِّعُ

اُس کے راستے میں ایسے صحرا اور بلند پہاڑ حائل ہیں جن کا سیاہی مائل رنگ وردی کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا جما ہوا ساکن گرد و غبار ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

تَظَلُّ بِهِ الْبُزْلُ الْعَرَا مِيسُ رُزَّخًا
وَ يَخْلُوْ بِهِ غَيْثُ السِّنِيْنَ فَيُمْرِعُ

وہاں قوی سے قوی اونٹ بھی نڈھال ہو کے گر پڑتے ہیں اور بارش وہاں سے ہر سال ٹل جاتی ہے کہ وہ انھیں سیراب کرے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِهِ جَيِفُ الْحَسْرٰى يَلُوْحُ صَلِيبُهَا
كَمَا لَاحَ كَتَّانُ التِّجَارِ الْمُوَضَّعُ

وہاں حسرت زدہ لوگوں کی متعفن لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جس طرح تاجروں کا ریشمی کپڑا چمکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِهِ الْعِيْنُ وَالْاٰرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً
وَبِيْضُ نَعَامٍ قَيْضُهٗ يَتَقَلَّعُ

وہاں نیل گائیں اور سفید ہرن قطار در قطار چلتے ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

مَجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا كُلُّ فَخْمَةٍ
مُدَرَّبَةٍ فِيهَا الْقَوَانِسُ تَلْمَعُ

ہمارے دین کے کوڑے (محافظ) ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے جس میں سفید خودوں کی چوٹیاں چمکتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَكُلّ صَمُوْتٍ فِىْ الصّوَانِ كَاَنَّهَا
اِذَا لُبِسَتْ نِهْىٌ مِّنَ الْمَاءِ مُتْرَعُ

اُن کی زرہیں ایسی تنگ اور مضبوط ہیں کہ جب وہ پہنی جاتی ہیں تو جسم پہ جیسے چسپاں ہو جاتی ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلٰكِنْ بِبَدْرٍ سَائِلُوْا مَنْ لَقِيْتُمُ
مِنَ النَّاسِ وَالْاَنْبَاءُ بِالْغَيْبِ تَنْفَعُ

لیکن ذرا پوچھو تو سہی کہ بدر میں تم کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جب غیب کی خبریں فائدہ پہنچا رہی تھیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِنَّا بِاَرْضِ الْخَوْفِ لَوْكَانَ اَهْلُهَا
سِوَانَا لَقَدْ اَجْلَوْا بِلَيْلٍ فَاَقْشَعُوْا

اور ہم ایسے میدانِ خوف وخطر میں تھے کہ اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے تو ایک رات میں ہی جلاوطن ہو جاتے اور ذلیل ورسوا ہو کر بھاگ جاتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

إِذَا جَاءَ مِنَّا رَاكِبٌ كَانَ قَوْلُهُ
أَعِدُّوا لِمَا يُزْجِي ابْنُ حَرْبٍ وَّيَجْمَعُ

جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابوسفیان کے مقابلے کی تیاری کرلو۔

فَمَهْمَا يُهِمُّ النَّاسَ مِمَّا يَكِيْدُنَا
فَنَحْنُ لَهٗ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ اَوْسَعُ

تو جب بھی ابوسفیان نے لوگوں کو ہمارے خلاف خفیہ طور پہ اکسایا تو ہم نے اس کے مقابلے میں وسیع پیمانے پہ تیاری کی۔

فَلَوْ غَيْرُنَا كَانَتْ جَمِيْعًا تَكِيْدُهٗ
الْبَرِيَّةُ قَدْ اَعْطَوْا يَدًا وَ تَرَزَّعُوْا

جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے ہمیں شکست دینے کے لیے اکٹھی ہوگئی تو ہم اُن کے سامنے ڈٹ گئے اور اگر وہاں ہمارے سوا اور لوگ ہوتے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔

نُجَالِدُ لَا تَبْقٰى عَلَيْنَا قَبِيْلَةٌ
مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يَّهَابُوْا وَيَفْظَعُوْا

اور جب ہم مقابلے کے لیے اترتے تو عربوں کا ہر قبیلہ ہم سے ہیبت زدہ ہو جاتا بوکھلا جاتا۔

وَلَمَّا ابۡتَنَوۡا بِالۡعِرۡضِ قَالَ سَرَاتُنَا
عَلَامَ اِذَا لَـمۡ نَمۡنَعِ الۡعِرۡضَ نَزۡرَعُ

جب وہ ہمارے سامنے خیمہ زن ہوئے تو ہم سوچا اگر ہم اپنی عزتوں کی حفاظت نہ کریں گے تو کس طرح پھل پھول سکیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَفِيۡنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَتۡبَعُ اَمۡرَهٗ
اِذَا قَالَ فِيۡنَا الۡقَوۡلَ لَا نَتَطَلَّعُ

اور ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جن کے ہر حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں جب وہ ہمارے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو ہم احترام وجلال سے نظر بھی نہیں اٹھا سکتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تَدَلّٰى عَلَيۡهِ الرُّوۡحُ مِنۡ عِنۡدِ رَبِّهٖ
يُنَزَّلُ مِنۡ جَوِّ السَّمَاءِ وَ يُرۡفَعُ

اور نبی اکرم ﷺ پہ تو پروردگار کی طرف سے روح القدس اترتے ہیں جو آسمان سے اترتے اور چڑھتے رہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

نُشَاوِرُهٗ فِيۡمَا نُرِيۡدُ وَ قَصۡرُنَا
اِذَا مَا اشۡتَهٰى اَنَّا نُطِيۡعُ وَ نَسۡمَعُ

ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ سے مشاورت کرتے ہیں اور انھیں کا حکم ہمارے لیے حرفِ آخر ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِمَّا بَدَوْا لَنَا
ذَرُوْا عَنْکُمْ ھَوْلَ الْمَنِیَّاتِ وَاطْمَعُوْا

جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موت کے خوف سے آزاد ہو جاؤ اور اس کی خواہش کرو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَکُوْنُوْا کَمَنْ یَّشْرِی الْحَیَاۃَ تَقَرُّبًا
اِلٰی مَلِکٍ یُحْیَا لَدَیْہِ وَ یُرْجَعُ

اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اُس بادشاہ کے قرب کی خواہش رکھتا ہو جس کی بارگاہ میں انسان کو زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلٰکِنْ خُذُوْا اَسْیَافَکُمْ وَتَوَکَّلُوْا
عَلَی اللّٰہِ اِنَّ الْاَمْرَ اللّٰہِ اَجْمَعُ

لیکن اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ پہ بھروسہ کرو بے شک تمام امور اللہ کی مشیت کے تابع ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَسِرْنَا اِلَيْهِمْ جَهْرَةً فِیْ رِحَالِهِمْ
ضُحَيًّا عَلَيْنَا الْبَيْضُ لَا نَتَخَشَّعُ

چنانچہ دن چڑھے ہم اپنے خودوں میں لیس ان کے کجاوں کا رخ کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پہ نکلے اور ہمیں کسی قسم کا کوئی خوف نہ تھا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

بِمَلْمُوْمَةٍ فِيهَا السَّنَوَّرُ وَالْقَنَا
اِذَا ضَرَبُوْا اَقْدَامِهَا لَا تُوَرَّعُ

ایک ایسے مجتمع لشکر کے ساتھ جو ہتھیاروں اور نیزوں سے لیس تھا جب وہ چلتا تو اپنے قدموں کو بالکل نہ روکتا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

فَجِئْنَا اِلٰی مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسْطَهٗ
اَحَابِيْشُ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَّ مُقَنَّعُ

اور پھر ہم سمندر کی طرح اُس لشکر میں گھس گئے جس میں مختلف قبیلوں کے گھٹیا لوگ تھے کچھ زرہ اور خود میں اور کچھ یوں ہی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَّ نَحْنُ نَصِيَّةٌ
ثَلَاثُ مِئِيْنَ اِنْ كَثُرْنَا فَاَرْبَعُ

اُن کی تعداد تین ہزار تھی اور ہم اپنی قوم کے تین سو بہترین افراد تھے یا شاید چار سو ہوں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

نُغَاوِرُهُمْ تَجْرِى الْمَنِيَّةُ بَيْنَنَا
نُشَارِعُهُمْ حَوْضَ الْمَنَايَا وَنَشْرَعُ

ہم اِن پہ حملہ کر رہے تھے اور موت ہمارے درمیان دوڑ رہی تھی ہم انھیں موت کے حوضوں سے پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے

❂❂❂❂❂❂❂❂

تَهَادٰى قِسِىُّ النَّبْعِ فِيْنَا وَفِيْهِمُ
وَمَا هُوَ اِلَّا الْيَثْرِبِىُّ الْمُقَطَّعُ

اور نبع کی بنی ہوئی کمانیں تھیں جو اُن کے پاس بھی تھیں اور ہمارے پاس بھی مگر یثرب کی کمانیں جو ٹوٹ چکی تھیں۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

وَمَنْجُوْفَةٌ حِرْمِيَّةٌ صَاعِدِيَّةٌ
يُذَرُّ عَلَيْهَا السَّمُّ سَاعَةَ تُصْنَعُ

اور حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے تیر بھی چل رہے تھے جن پہ زہر چھڑکا گیا تھا۔

❂❂❂❂❂❂❂❂

تَصُوْبُ بِاَبْدَانِ الرِّجَالِ وَتَارَۃً
تَمُرُّ بِاَعْرَاضِ الْبِصَارِ تَقَعْتَعُ

یہ تیر لوگوں کے جسموں میں پیوست ہو رہے تھے اور چٹانوں سے ٹکرا کے آوازیں بھی پیدا کر رہے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَخَیْلٌ تَرَاھَا بِالْفَضَاءِ کَاَنَّھَا
جَرَادُ صَبًا فِیْ قَرَّۃٍ یَتَرَیَّعُ

اور گھوڑے بھی تھے جو گر رہے تھے اور یوں لگتے تھے جیسے کھلے میدان میں موسم سرما کی شرقی ہواؤں میں آنے والی ٹڈیاں ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَلَمَّا تَلَاقَیْنَا وَ دَارَتْ الرَّحٰی
وَلَیْسَ لِاَمْرِ حَمَّۃُ اللّٰہُ مَدْفَعُ

پس جب ہم باہم متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی خوب چلنے لگی تو جو بات اللہ مقدر کر دے اس سے کوئی مفر نہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ضَرَبْنَاھُمْ حَتّٰی تَرَکْنَا سَرَاتَھُمْ
کَاَنَّھُمْ بِالْقَاعِ خُشْبٌ مُصَرَّعُ

ہم نے اِن پراس طرح شمشیرزنی کی کہ اِن کے سرکردہ لوگ اس حالت میں تھے گویا وہ نشیبی زمین میں پچھاڑی ہوئی لکڑیاں ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

لَدُنْ غُدْوَةً حَتَّى اسْتَفَقْنَا عَشِيَّةً
كَأَنَّ ذَكَانَا حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

صبح کے وقت یہ آگ بھڑکی تو شام کو ہی ہمیں ہوش آیا تب بھی جنگ کی آگ میں بہت تپش تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَرَاحُوا سِرَاعًا مُوْجِفِيْنَ كَأَنَّهُمْ
جَهَامٌ هَرَاقَتْ مَاءَهُ الرِّيْحُ مُقْلِعُ

اور پھر کفار تیزی سے بھاگنے لگے گویا وہ اکھڑا ہوا بادل ہو جس کے پانی کو ہوا نے بہا دیا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَرُحْنَا وَاُخْرَنَا بِطَاءٌ كَأَنَّنَا
اُسُوْدٌ عَلٰى لَحْمٍ بِبِيْشَةَ ضُلَّعُ

اور سر شام ہم اِک شان سے واپس ہوئے گویا کہ ہم وہ شیر تھے جو اپنی کچھار میں اطمینان سے گوشت کھاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَنِلْنَا وَ نَالَ الْقَوْمُ مِنَّا وَ رُبَّمَا
فَعَلْنَا وَلٰكِنْ مَا لَدَى اللّٰهِ اَوْسَعُ

ہم نے کفار اور کفار نے ہم پہ عیب دھرے ہم نے بہت کارنامے دکھائے مگر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک طے ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَدَارَتْ رَحَانَا وَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ
وَقَدْ جَعَلُوْا كُلٌّ مِّنَ الشَّرِّ يَشْبَعُ

جنگ کی چکی خوب چلی اور دونوں اطراف سے خوب مقابلہ کیا گیا کہ یہی تو جنگ ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَحْنُ اُنَاسٌ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً
عَلٰى كُلِّ مَنْ يَّحْمِى الذِّمَارَ وَيَمْنَعُ

اور ہم تو ایسے لوگ ہیں جو ہر اس شخص کے قتل کو باعث عار نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت کرے اور اُن کا دفاع کرے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

جِلَادٌ عَلٰى رَيْبِ الْحَوَادِثِ نَرٰى
عَلٰى هَالِكٍ عَيْنًا لَنَا الدَّهْرَ تَدْمَعُ

ہم لوگ حوادثِ زمانہ پہ صابر ہیں اور ہماری آنکھیں دکھوں پہ آنسو نہیں بہاتیں۔

بَنُوْ الْحَرْبِ لَا نَعْیَا بِشَئیءٍ نَقُوْلُہٗ
وَلَا نَحْنُ بِمَا جَرَّتِ الْحَرْبُ نَجْزَعُ

ہم جنگجو لوگ ہیں جو کہتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں اور ہم جنگ کے مصائب پہ آہ و زاری نہیں کرتے۔

بَنُوْ الْحَرْبِ اِنْ نَظْفَرْ فَلَسْنَا بِفُحَّشٍ
وَلَا نَحْنُ مِنْ اِظْفَارِھَا نَتَوَجَّعُ

اگر ہم فتح مند ہوں تو خوب پہ قابو رکھتے ہیں اور اگر ہمیں شکست ہو تو آہ و فغاں نہیں کرتے بلکہ صبر کرتے ہیں۔

وَکُنَّا شِھَابًا یَتَّقِیْ النَّاسُ حَرَّہٗ
وَیَفْرُجُ عَنْہٗ مَنْ یَّلِیْہِ وَیَسْفَعُ

ہم جنگ کا وہ شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے اور ڈرتے ہیں چاہے وہ اس کے قریب ہوں یا دور۔

فَخَرْتَ عَلَیَّ ابْنَ الزِّبَعْرٰی وَقَدْ سَرٰی
لَکُمْ طَلَبٌ مِّنْ آخِرِ اللَّیْلِ مُتْبِعُ

اے ابن لزبعری! تو نے مجھ پہ فخر کیا حالانکہ تم لوگ فرار ہو رہے تھے اور آخر شب تک ہم تمھارے تعاقب میں رہے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَسَلْ عَنْکَ فِیْ عَلْیَا مَعَدٍّ وَّ غَیْرِهَا
مِنَ النَّاسِ مَنْ اَخْزٰی مَقَامًا وَّ اَشْنَعُ

پس تو اپنے متعلق معد کی بلندیوں اور دیگر مقامات پہ جا کر لوگوں سے پوچھ کہ اس روز کون ذلیل خوار اور بدحال تھا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

وَمَنْ هُوَ لَمْ تَتْرُكْ لَهُ الْحَرْبُ مَفْخَرًا
وَمَنْ خَدُّهٗ یَوْمَ الْکَرِیْهَةِ اَضْرَعُ

اور وہ کون ہے جس کے لیے جنگ نے کوئی قابل فخر بات نہیں چھوڑی اور کون ہے جس کے رخسار جنگ کے روز سرخ ہوئے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

شَدَدْنَا بِحَوْلِ اللّٰهِ وَالنَّصْرِ شَدَّةً
عَلَیْکُمْ وَاَطْرَافُ الْاَسِنَّةِ شُرَّعُ

اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کی بنا پہ ہم نے تم پہ اس طرح حملہ کیا کہ ہمارے نیزوں کی دھاریں تم پہ جھکنے لگیں۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

تَكُرُّ الْقَنَا فِيكُمْ كَانَّ فُرُوعَهَا
عَزَالِىْ مَزَادٍ مَاؤُهَا يَتَهَزَّعُ

ہمارے نیزوں نے تمھارے جسموں پہ اتنے چوڑے زخم بنائے تھے گویا وہ توشہ دان ہوں اور اُن سے پانی بہہ رہا ہو۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

عَمَدْنَا اِلٰى اَهْلِ اللِّوَاءِ وَ مَنْ يَّطِرْ
بِذِكْرِ اللِّوَاءِ فَهُوَ فِى الْحَمْدِ اَسْرَعُ

ہم نے اُن کے علم برداروں کا رخ کیا اور اُن کا علم گر کے ہماری تعریف میں جلدی کرنے لگا۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَخَانُوْا وَقَدْ اَعْطَوْا يَدًا وَّتَخَاذَلُوْا
اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَمْرَهٗ وَ هُوَ اَصْنَعُ

چنانچہ انھوں نے اپنے علم سے غداری کی اور اسے ہمارے قبضے میں دے دیا تب وہ ذلیل ورسوا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے سوا ہر چیز کو رَد کر دیتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر کام سر انجام دینے والا ہے۔

[*69]

یہ اشعار ابن زبعری کے ہیں۔

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسَمَعْتَ فَقُلْ
إِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ

اے جدائی کے کوے! تو نے اپنی آواز سنائی تو اپنی بات کہہ، تو جو کچھ زبان سے نکالتا ہے وہ پورا ہو کے رہتا ہے۔

اِنَّ لِلْخَيْرِ وَ لِلشَّرِّ مَدًى
وَكِلَا ذٰلِكَ وَجْهٌ وَّ قَبَلْ

بے شک، خیر اور شر کی ایک انتہا ہے، اور ان دونوں کا ایک انجام اور سمت ہے۔

وَالْعَطِيَّاتُ خِسَاسٌ بَيْنَهُمْ
وَسَوَاءٌ قَبْرُ مُثْرٍ وَّ مُقِلّ

اور لوگوں کو ملنے والے عطیات حقیر ہیں، دولت منداور فقیر سب کی قبریں برابر ہوتی ہیں۔

کُلُّ عَیْشٍ وَّ نَعِیْمٍ زَائِلٌ
وَ بِنَاتُ الدَّھْرِ یَلْعَبْنَ بِکُلِّ

ہر عیش وعشرت اور دولت ونعمت ختم ہونے والی ہے،اور زمانے کی بیٹیاں (حوادث) ہر ایک سے کھیل رہی ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَبْلِغَنْ حِسَّانَ عَنِیْ اٰیَۃً
فَقَرِیْضُ الشِّعْرِ یَشْفِیْ ذَا الْغُلَلْ

اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچادے کیونکہ اس سے ہی اُس کی پیاس بجھے گی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

کَمْ تَرٰی بِالْجَرِّ مِنْ جُمْجُمَۃٍ
وَاَکُفٍّ قَدْ اُتِرَّتْ وَرِجْلٍ

تو نے پہاڑ کے دامن میں کتنی ہی کھوپڑیاں، کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے ہوں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَ سَرَابِیْلَ حِسَانٍ سُرِیَتْ
عَنْ کُمَاۃٍ اُھْلِکُوْا فِی الْمُنْتَزَلْ

اور کتنی زرہیں ہوں گی جن کو بہادروں کے جسم سے اتارا گیا جو میدان جنگ میں مارے گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

كَمْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيْمٍ سَيِّدٍ
مَاجِدِ الْجَدَّيْنِ مِقْدَامٍ بَطَلْ

ہم نے کتنے ہی شریف سرداروں کو مار ڈالا جو نجیب الطرفین تھے جنگ کی پروا کیے بغیر پیش پیش رہنے والے اور بہادر تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

صَادِقِ النَّجْدَةِ قَرْمٍ بَارِعٍ
غَيْرِ مُلْتَاثٍ لَدٰى وَقْعِ الْاَسَلْ

سچے بہادر، جواں مرد اور ممتاز تھے اور تیروں کی بارش کے وقت کمزوری دکھانے والے نہ تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَسَلِ الْمِهْرَاسَ مَنْ سَاكِنُهٗ
بَيْنَ اَقْحَافٍ وَّهَامٍ كَالْحَجَلْ

پس مہراس چشمے سے پوچھو کہ اس کے پاس چکور پرندے کی مانند کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان پڑے لوگ کون تھے؟

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَیْتَ اَشْیَا خِیْ بِبَدْرٍ شَھِدُوْا
جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلَ

کاش میرے بزرگ میدان بدر میں تیروں کی بارش کے باعث خزرجیوں کی آہ و بکا کو دیکھتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

حَیْنَ حَکَّتْ بِقُبَاءٍ بَرْکَھَا
وَاسْتَحَرَّ الْقَتْلُ فِیْ عَبْدِ الْاَشَلْ

اس وقت جب قبا میں اونٹ اپنے سینے رگڑ رہے تھے اور بنی عبدالاشہل میں قتل کی آگ بھڑک رہی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ثُمَّ خَفُّوْا عِنْدَ ذَاکُمْ رُقَّصًا
رَقَصَ الْحَفَّانِ یَعْلُوْ فِیْ الْجَبَلَ

پھر اس وقت یہ لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے چھپ گئے جیسے چھوٹے شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بھاگتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَقَلْنَا الضِّعفَ مِنْ اَشْرَافِھِمْ
وَعَدَلْنَا مَیْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

پس ہم نے اُن کے دوگنا اشراف کو قتل کر دیا اور بدر کے رجحان کو موڑ دیا پس وہ مڑ گیا۔

لَا اَلُوْمُ النَّفسَ اِلَّا اَنَّنَا
لَوْ کَرَرْنَا لَفَعَلْنَا الْمُفْتَعَلْ

میں اپنے آپ کو اس کے سوا کسی اور بات کی ملامت نہیں کرتا کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کرتے تو کارِ نمایاں سرانجام دیتے۔

بِسُیُوْفِ الْھِنْدِ تَعْلُوْ ھَامَھُمْ
عَلَلاً تَعْلُوْھُمْ بَعْدَ نَھَلْ

اِن ہندی تلواروں کے ساتھ جو اُن کی کھوپڑیوں پر اس طرح چڑھتیں کہ ایک بار پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ پیاس بجھاتیں۔[70*]

ابن زبعری کے اس قصیدے کا جواب حضرت حسان بن ثابتؓ نے دیا۔

ذَھَبَتْ یَا ابْنَ الزِّبَعْرٰی وَقْعَةٌ
کَانَ مِنَّا الْفَضْلُ فِیْھَا لَوْ عَدَلْ

اے ابن زبعری! وہ جنگ بیت گئی جس کا رخ اگر پھرتا تو اس میں فتح ونصرت کی فضیلت ہمیں کو حاصل ہوتی۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

وَلَقَدْ نِلْتُمْ وَ نِلْنَا مِنْكُمْ
وَكَذَاكَ الْحَرْبُ اَحْيَانًا دُوَلْ

لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا اپنا نصیب پالیا، اور جنگ اسی طرح گاہے بہ گاہے بدل بدل کے آتی ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

نَضَعُ الْاَسْيَافَ فِیْ اَكْتَافِكُمْ
حَيْثُ نَهْوٰی عَلَلًا بَعْدَ نَهَلْ

ہم تمھارے کندھوں پر اس طرح تلواریں چلا رہے تھے کہ ایک مرتبہ خون کی پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ بجھا رہے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

نُخْرِجُ الْاَصْبَحَ مِنْ اَسْتَاهِكُمْ
كَسُلَاحِ النِّيْبِ يَاْكُلْنَ الْعَصَلْ

ہم تلواریں مار مار کر تمہاری سرینوں سے سیاہی مائل مواد نکال رہے تھے جو اُن معمر اونٹنیوں کے پائخانہ کی طرح تھا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

إِذْ تُوَلُّوْنَ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ
هَرَبًا فِى الشَّعْبِ اَشْبَاهَ الرَّسَلْ

یہ اُس وقت کی بات ہے جب تم چرنے کے لیے بکھرنے والی بکریوں مانند پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں گھاٹی میں بھاگے جارہے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

إِذْ شَدَدْنَا شَدَّةً صَادِقَةً
فَاَجَاْنَاكُمْ اِلٰى سَفْحِ الْجَبَلْ

جب ہم نے ایک سچا حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کردیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِخَنَاطِيلَ كَاَشْدَافِ الْمَلَا
مَنْ يُلَاقُوْهُ مِنَ النَّاسِ يُهَلْ

یہ حملہ ہم نے وسیع زمین میں پھیلے ہوئے درختوں کی مانند مختلف جماعتوں کے ساتھ کیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ضَاقَ عَنَّا الشِّعْبُ إِذْ نَجْزَعُهُ
وَمَلَاْنَا الْفُرْطَ مِنْهُ وَالرِّجَلْ

جب ہم گھاٹی کو عرضاً طے کر رہے تھے تو وہ ہم پہ تنگ ہوگئی تھی اور ہم نے اس کی بلند اور نشیبی زمینوں کو بھر دیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بِرِجَالٍ لَسْتُمُ اَمْثَالَهُمُ
اُيِّدُوا جِبْرِيْلَ نَصْرًا فَنَزَلْ

ایسے مردوں کے ساتھ جن کی مانند تم نہیں ہوسکتے، انھیں جبرائیل امین کی مدد اور تائید حاصل تھی۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵

وَ عَلَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالتُّقٰى
طَاعَةَ اللّٰهِ وَتَصْدِيْقَ الرُّسُلْ

اور بدر کے روز ہم نے اللہ کی اطاعت اور رسولوں کی تصدیق کی بنا پر تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ تم پہ غالب آ گئے۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵

وَقَتَلْنَا كُلَّ رَاسٍ مِنْهُمُ
وَقَتَلْنَا كُلَّ جِحْجَاحٍ رِفَلْ

اور ہم نے اُن کے ہر سردار کو قتل کر دیا اور تکبر سے لمبا تہبند پہننے والے ہر سردار کو بھی قتل کر ڈالا۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵

وَتَرَكْنَا فِىْ قُرَيْشٍ عَوْرَةً
يَوْمَ بَدْرٍ وَّ اَحَادِيْثَ الْمَثَلْ

اور ہم نے بدر کے دن قریش کے درمیان ندامت اور ضرب المثل بن جانے والی باتیں چھوڑیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا شَاھِدٌ
یَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّنَابِیْلُ الْھُبَلُ

اور اللہ تعالٰی کے برحق رسول جنگ بدر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جبکہ حقیر کمینے اور بھاری بھرکم لوگ۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فِیْ قُرَیْشٍ مِّنْ جُمُوْعٍ جَمَّعُوْا
مِثْلَ مَا یُجْمَعُ فِی الْخِصْبِ الْھَمَلُ

قریش کے درمیان ایسے گروہوں کی صورت موجود تھے جس طرح سرسبز و شاداب چراگاہوں میں اونٹوں کو جمع کیا جاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَحْنُ لَا اَمْثَالُکُمْ وُلْدَ اسْتِھَا
نَحْضُرُ الْبَاسَ اِذَا الْبَاسُ نَزَلْ

ہم تمھاری طرح سرینوں سے پیدا ہونے والی اولاد نہیں، ہم تو جنگ میں اُس وقت بھی حاضر رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ [71*]

۞۞۞۞۞۞۞۞

حضرت کعب بن مالک حضرت حمزہ کے بھائی تھے مواخات میں انھیں رسول اللہ ﷺ نے اُن کا بھائی بنایا تھا اس لیے حضرت حمزہ کی شہادت پر کعب نے یہ مرثیہ کہا:

نَشَجْتَ وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَنْشَجٍ
وَكُنْتَ مَتٰى تَذَّكِرُ تَلْجَجِ

اے نفس! تو رو پڑا کیا تیرے لیے رونے کا کوئی موقع ہے اور وہ تو تھا کہ جب تو قوم کا ذکر کرتا تو کرتا ہی چلا جاتا۔

تَذَكُّرَ قَوْمٍ اَتَانِیْ لَهُمْ
اَحَادِيْثُ فِی الزَّمَنِ الْاَعْوَجِ

اس قوم کا ذکر! جن کی خبریں میرے پاس اس کج روزمانے میں پہنچی ہیں۔

فَقَلْبُكَ مِنْ ذِكْرِهِمْ خَافِقٌ
مِنَ الشَّوْقِ وَالْحُزْنِ الْمُنْضِجِ

تو تیرا دل اُن کی یاد سے شوق اور پکار دینے والے غم کے باعث مضطرب ہو رہا ہے۔

وَقَتَلاهُمْ فِیْ جِنَانِ النَّعِیْمِ
کِرَامُ الْمُدَاخِلِ وَالْمُخْرَجِ

اور اِن لوگوں کے مقتول نعمتوں والے باغات میں ہیں جن کے داخل ہونے اور نکلنے والے دروازے بڑے عالیشان ہیں۔

بِمَا صَبَرُوْا تَحْتَ ظِلِّ اللِّوَاءِ
لِوَاءِ الرَّسُوْلِ بِذِیْ الْاَضْوُجِ

اِس کے باعث کہ انھوں نے وادیٔ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے سائے کے نیچے صبر کیا۔

غَدَاۃَ اَجَابَتْ بِاَسْیَافِھَا
جَمِیْعًا بَنُوْ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ

اُس روز جب اُوس وخزرج کے سب لوگوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ کفار کا جواب دیا۔

وَ اَشْیَاعُ اَحْمَدَ اِذْ شَایَعُوْا
عَلَی الْحَقِّ النُّوْرِ وَالْمَنْھَجِ

اوراحمد ﷺ کے دیگر اصحاب نے جواب دیا جبکہ یہ سب روشن حق اور واضح راستے کی پیروی کر رہے تھے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَمَا بَرِحُوْا يَضْرِبُوْنَ الْكُمَاةَ
وَيَمْضُوْنَ فِى الْقَسْطَلِ الْمُرْهِجِ

یہ مسلمان اڑتے ہوئے بلند غبار میں چلتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کو مسلسل تلواریں مار رہے تھے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

كَذٰلِكَ حَتّٰى دَعَاهُمْ مَلِيْكٌ
اِلٰى جَنَّةٍ دَوْحَةِ الْمَوْلِجِ

یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انھیں مالک الملک نے اس جنت کی طرف بلا لیا جس میں داخل ہونے کی جگہ ایک نہایت شاداب اور گھنی شاخوں والا درخت ہے۔

✵✵✵✵✵✵✵✵

فَكُلُّهُمْ مَاتَ حُرَّ الْبَلَاءِ
عَلٰى مِلَّةِ اللّٰهِ لَمْ يَخْرَجِ

پس اُن سب نے بہت بڑے امتحان وآزمائش کی حالت میں اللہ کے دین پر اس حالت میں جان دی کہ وہ ذرا بھی تنگ دل نہ ہوئے تھے۔ [72*]

✵✵✵✵✵✵✵✵

تین ہجری کے بیشتر واقعات ابھی باقی ہیں۔

دیکھیں سیرۃ المزملؐ جلد 12
رزم گاہ حق و باطل

*1

اشاریہ

امام حلبی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمیر ابن وقاص کو بھی واپس جانے کا حکم دیا مگر وہ رونے لگے تو آپ ﷺ نے انہیں واپس بلا لیا اور وہ سولہ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛377)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*2

کتاب امتاع میں ہے کہ آپ ﷺ بئر عتبہ پہ نہیں بلکہ بیوت سقیاء نامی چشمے پہ اترے

تھے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛377)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*3

مورخین اس بارے میں متفرق ہیں کہ عاتکہ نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛377)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*4

ابطح شہر مکہ میں شروع کی ایک آبادی ہے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛379)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖ق

*5

امام حلبی نے لکھا ہے کہ ہشام بن عمرو نے یہ رقم جوئے میں ابولہب سے ہاری تھی۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛379)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*6

امام حلبی نے لکھا ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے مدینے سے روانہ کیا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛382)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*7

بیان کیا گیا ہے کہ ہر ذیقعد کو مقام بدر پہ عربوں کا آٹھ روزہ میلا لگا کرتا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛386)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*8

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ اونٹ نبیہ اور منبہ ابن حجاج نے ذبح کئے تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم ص ؛392)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*9

نبی اکرم ﷺ نے میدان بدر پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا تھا اُس کی تفصیلات ہم نے امام سہیلی کی الروض الانف سے تحریر کی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛130)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*10

اس بوڑھے شیخ سفیان ضمری کے ایمان لانے کی کوئی روایت نظروں سے نہیں گذری۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛133)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*11

معوذ اور معاذ دراصل تو ایک انصاری شخص حارث کے بیٹے تھے مگر وہ اپنی ماں کے نام کے ساتھ مشہور تھے غفراء اُن کی ماں تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدسوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*12

اصحابِ قلیب کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کئے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛174)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*12

ابن عبد عمرو کے اسلام لانے کی گواہی ملتی ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم ؛57)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*13

درست یہ ہے کہ روز بدر مسلمانوں کے ہاتھ سے اسود بن مطلب کے دو بیٹے اور ایک پوتا مارا گیا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم ؛59)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

14*

اسود بن مطلب کا یہ نوحہ ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛193)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

15*

عہد جاہلیت میں مال غنیمت کے متعلق رسومات ہم نے علامہ تبریزی کی کتاب شرح حماسہ سے تحریر کیں۔

علامہ تبریزیؒ

شرح حماسہ (جلد اول)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

16*

امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ تلوار ابو جہل کی تھی۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم ؛49)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

17*

نضر بن حارث کی بہن قتیلہ بنت حارث کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص؛385)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*18

یادرہے کہ یہ روایت امام حلبی کے علاوہ ہم نے کہیں نہیں پائی اگرچہ اس کی بہت سی باتیں بعد میں درست ثابت ہوئیں۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم ص؛67)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*19

اگرچہ ابوسفیان سمیت اس کے بیٹوں نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر عمرو کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا شاید وہ کفر ہی کی حالت میں مرا ہو۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم ص؛70)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*20

ابوالعاص کے اس بیٹے کا نام مجھے معلوم نہیں ہوسکا اگرچہ اُن کی موت کا احوال میں جانتا ہوں وہ نوعمری میں ہی ایک وبا میں ہلاک ہوئے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم ص؛71)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*21

ابوعمرو بن الربیع کے اسلام کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم ؛)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

22*

خندمہ مکے کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم ص ؛81)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

23*

ام الفضل حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام قبول کرنے والی سب سے پہلی خاتون تھیں۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلدچہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

24*

جبیر ابن معطم نے غزوہ بدر سے چھ ماہ پہلے وفات پائی تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

25*

خالد بن اعلم بنومخزوم سے نہ تھا بلکہ اُن کا حلیف تھا اور یہی شخص سب سے پہلے میدان بدر چھوڑ کے بھاگا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛312)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*26

فاکہ بن حرول امیہ بن ابی حلف کا غلام تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛314)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*27

ابن اسحٰق نے کہا! مجھے صرف یہی 43 نام یار ہے ان میں سے بھی ایک کا نام میں بھول گیا ہوں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛315)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*28

دیگر اسیران بدر کے نام ابن ہشام نے لکھے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛315

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*29

یہ تینوں عربوں کے غلام تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛320)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*30

اسیرانِ بدر کے حالات ہم نے سیرت حلبیہ سے درج کئے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم ص)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*31

حضرت عبیدہ بن حارث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*32

حضرت عمیر سب سے نوعمر صحابی تھے سولہ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*33

حضرت ابوبکر کے غلام اور روز بدر کے پہلے شہید تھے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*34

شہیدائے بدر کے حالات ہم نے الروض الانف سے تحریر کیئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*35

شرکائے بدر کے نام ہم نے الروض الانف سے تحریر کیئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*36

روز بدر مقتولین قریش کے نام ہم نے الروض الانف سے تحریر کیئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*37

روز بدر کے بارے میں حضرت حمزہ کا یہ کلام ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*38

حارث بن ہشام بن مغیرہ ابو جہل ملعون کا بھائی تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*40

حارث بن ہشام نے حضرت حمزہ کے اشعار کے بعد جوابی قصیدہ لکھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*41

حضرت علی ابن طالب کا جنگ بدر کے بارے میں یہ قصیدہ ہم نے امام سہیلی سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*42

حضرت حسان بن ثابت نے جنگ بدر کے بارے میں بہت سے اشعار کہے ہم نے صرف انتخاب پیش کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*43

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرة حلبیه (جلد چهارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*44

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اُس روز نبی اکرمﷺ ذات الفضول نامی زرہ پہن رکھی تھی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سهیلی

الروض الانف (جلد سوم ص؛ 393)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*45

یاد رہے کہ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا اگرچہ بظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا

- **امام ابو القاسم عبدالرحمان سهیلی**

الروض الانف (جلد سوم ص؛ 393)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*46

نماز اس سے پہلے بھی فرض تھی مگر تب نماز صرف دو رکعت تھی اس حکم کے بعد وہ چار رکت کر دی گئی۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرة حلبیه (جلدچهارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*47

امیہ بن ابی کے یہ اشعار ہم نے سنین النبوہ سے تحریر کیے۔

سنین النبوہ ص 264

مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی

ترجمہ؛ مولانا محمد علیم الدین

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*48

امام حلبیؒ نے شادی کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر اٹھارہ سال لکھی ہے۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*49

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا یہ خطبہ ہم نے سیرت حلبیہ سے تحریر کیا ہے،،،

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*50

یہ روایت امام بخاری کی صحیح میں موجود ہے ہم نے اسے وہیں سے تحریر کیا ہے۔،

امام محمد عبداللہ بخاری

صحیح بخاری

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*51

حضرت عائشہ سے مروی یہ روایت بھی ہم نے صحیح بخاری سے ہی تحریر کی ہے۔

امام محمد عبداللہ بخاریؒ

صحیح بخاری

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*52

حضرت ابودردنے یہ اشعار جوانھوں نے رسول اللہﷺ کی خدمت میں پیش کیے انھیں ہم نے کتاب الاستیاب سے پیش کیا۔

الا ستعیاب فی السماء الاصحاب بما مش الاصابہ

(جلد 4 ص 59/60)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*53

علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عباد بن بشرؓ تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*54

غزوہ ذی امر میں نبی اکرمﷺ کتنے روز مدینے سے باہر رہے اس بارے میں مورخین نے رائے مختلف ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*55

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ اشعار کعب بن مالک نے کہے تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛ 410)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*56

اشعار کعب بن مالک کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛ 410)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*57

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد چہارم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*58

حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص ؛ 398)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*59

اِن تینوں حضرت کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد سوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*60

یہ ابوعزہ کے شعر ہیں جنہیں ہم نے امام سہیلی کی کتاب الروض الانف سے تحریر کیا ہے،
ابوعزہ کو غزوہ احد کے بعد نبی اکرم ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف جلد سوم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*61

علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ روز احد نبی اکرم ﷺ نے اوپر نیچے دو زرہیں پہن رکھیں تھیں
جن کے نام فضہ اور ذات الفضول تھے،

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیه (جلد سوم ص ؛ 139)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*62

علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ اِن تمام صحابہ کو غزوہ خندک میں شرکت کرنے کی
اجازت عطا فرمادی گئی تھی۔

علامہ ابن کثیر

البدایه والنهایه (جلد دوم ص ؛ ٣٢)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*63

حربہ ایک چھوٹے نیزے کو کہا جاتا تھا جو حبشیوں کا خاص ہتھیار تھا اور وحشی کو اسے چلانے میں خاس مہارت تھی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص؛435)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*64

ہند بنت عتبہ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کئے ہیں جو اُس نے حضرت حمزہ کی نعش کا مثلہ کرنے کے بعد کہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوم ص؛475)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*65

یہاں پیش کی گئی آیات کا ترجمہ سید ابوالاعلی مودودی کی کتاب تفہیم القرآن سے پیش کیا گیا۔

تفہیم القرآن جلد اول (سورۃ آلِ عمران)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*66

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ اسی موقع پہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا ،

امام برھان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 337)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*67

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابوعزہ کو عاصم ابن ثابت کی بجائے حضرت زبیر نے قتل کیا تھا۔

امام برهان الدین حلبی

سیرت حلبیہ (جلد سوم ص ؛ 237)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*68

شہدائے اُحد کے اسمائے گرامی ہم نے سیرت ابن ہشام سے تحریر کئے ہیں۔

سیرت ابن هشام از ابن هشام

(سیرت ابن هشام جلد دوم ص ؛ 118)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*69

غزوہ احد کے بارے میں اکثر اشعار علامہ سہیلی کی کتاب "الروض الانف" سے تحریر کئے گئے

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبدالله سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛557)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*70

غزوہ اُحد کے بارے میں قریش مکہ کی طرف سے ابن زبری کے یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کئے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛562)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*71

غزوہ اُحد کے بارے میں قریش مکہ کی طرف سے ابن زبعری کے قصیدے کے جواب میں یہ قصیدہ حضرت حسان بن ثابت نے کہا۔ اسے ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛565)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

*72

غزوہ اُحد میں حضرت حمزہ کی شہادت پر حضرت کعب بن مالک نے جو مرثیہ لکھا اسے ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛567)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ماخذ و مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطاامام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکوٰۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشی ؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشام ؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر	*****	مولانا وحید الدین خانؒ
ضیا القرآن	*****	جسٹس محمد کرم شاہؒ
تفہیم القرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
خلافت وملوکیت	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
سنت کی آئینی حیثیت	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
الجہاد فی الاسلام	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
خطبات	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
سیرت سرورکونین ﷺ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
پردہ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
اسلام کے بنیادی تصورات	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ ***** ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

محمد عربی ﷺ ***** مولانا وحید الدین

محسن انسانیتؐ ***** نعیم صدیقی

تدبر قرآن ***** مولانا امین احسن اصلاحیؒ

کشت زربار ***** پروفیسر احمد رفیق اختر

خطبات بہاولپوری ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

بلوغ الارب ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

العقد الفرید ***** ابن عبدربہؒ

رویات تمدن قدیم ***** سیّد علی عباس جلالپوری

الامینؐ ***** محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسید احمد خان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹر حسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسودیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبد الملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسید احمد خانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن ***** امام رازیؒ

الاحکام السطانیہ ***** امام ماوردیؒ

کتاب المثالب ***** ابن ہشام

اعلام النبوۃ ***** امام ماوردیؒ

الطرق الحکمتیہ ***** علامہ ابن قیمؒ

البیان والتبیان ***** امام جاحظ

الکامل ***** علامہ ابن کثیرؒ

کتاب البیان ***** امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملاعلی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ ***** ابن جوزیؒ

امتاع الاسماع ***** امام طبرانی

میزان الاعتدال ***** امام ذہبیؒ

الاستیعا ب ***** ابن عبدالبرؒ

التفسیر الکبیر ***** امام رازیؒ

کتاب الزہد ***** ابن مبارکؒ

السنن ***** دارمیؒ

الآحادولمثانی ***** امام شیبانیؒ

المسند ***** ابن جعدؒ

السنن الکبریٰ ***** امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیلؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاریؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکریؒ
الایمان	*****	ابن مندہؒ

السنن	*****	ابن ماجہ ؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابو اسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمود ؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
الدیباج	*****	امام سیوطیؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقیؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطیؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبل ؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبریؒ
مشکواۃ المصابیح	*****	الخطیبؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہؒ
بیان العلم و فضلی	*****	ابن عبدالبرؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسفؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزیؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطیؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر درمنشور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
الفیض القدیر	*****	المناویؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدیؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدینؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیمؒ
سود	*****	سیّد مودودیؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکلؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبی ؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقی ؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکری ؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحی ؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علی ؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقی ؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہ ؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجم ؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورق ؒ

تخریج الحدیث ***** مولانا محمد سعیدؒ

سنت کا تشریحی مقام ***** محمد ادریس میرٹھیؒ

احادیث الموضوعہ ***** ملا علی قاریؒ

ترجمان القرآن ***** مولانا ابوالکلام آزادؒ

رسول عربیؐ ***** مولانا ابوالکلام آزادؒ

رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

منصب امامت ***** شاہ اسماعیل شہیدؒ

یورپ پر اسلام کے احسانات ***** غلام جیلانی برقؒ

حسنت جمیع خصالہ ***** طالب ہاشمیؒ

دعوت دین اور اس طریق کار ***** امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن ***** سیّد قطب شہید ؒ

احسن التفاسیر ***** احمد حسن دہلوی ؒ

قصص الانبیاء ***** محمد حفظ الرحمٰن ؒ

مدارج النبوہ ***** معین فراحی ؒ

سیرت الرسول ***** محمد بن عبدالواہاب ؒ

الرحیق المختوم ***** صفی الرحمان مبارک پوری ؒ

محمد عربیؐ ***** محمد احمد برانق ؒ

اسلامی ریاست ***** امین احسن اصلاحی ؒ

ترجمان السنۃ ***** بدر عالم میرٹھی ؒ

اسلام کا معاشرتی نظام ***** خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیٰؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبدالرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورکونین ***** طالب ہاشمیؒ

ارشادات دانائے کونین ***** طالب ہاشمیؒ

منصب امامت ***** طالب ہاشمیؒ

اخلاق پیغمبری ***** طالب ہاشمیؒ

معارف الحدیث ***** محمد منظور نعمانیؒ

فصاحت نبوی ***** ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ

رہبر کامل ***** مولانا عبدالمجید خادمؒ

اسوہ رسول اکرمؐ ***** ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ

اخلاق نبوی ***** سیّد محمد اسحاقؒ

نبی رحمت ***** سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ	*****	شیخ محمد رضا مصری ؒ
محمد رسول اللہ ﷺ	*****	توفیق الحکمؒ
پیغمبر انقلاب	*****	مولانا وحید الدین خانؒ
عقبریت محمدؐ	*****	عباس محمود العقادؒ
نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی	*****	ڈاکٹر نور محمد غفاریؒ
خاندان نبوت	*****	محمد ادریسؒ
معرکہ اسلام اور جاہلیت	*****	صدرالدین اصلاحیؒ
مغازی رسولؐ	*****	حضرت عروہ بن زبیرؓ
تاریخ مکہ	*****	منظور احمد شاہؒ
منصب نبوت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہِ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرور کونینؒ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTREN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.